قتیبہ بن مسلم

اسلم راہی

پیش لفظ

تاریخی ناول نگاری میں عرصہ سے ایک جمود اور سکوت سا طاری ہے اور مدت ہوئی کوئی نیا تاریخی ناول مارکیٹ میں نہیں دیکھا گیا۔ نسیم حجازی رشید اختر دری اور محمد سعید کسی زمانے میں اس میدان کے عظیم کھلاڑی سمجھے جاتے تھے جب سے ان کا تعلق اس لائن سے ختم ہوا ناول نگاری کی یہ صف ایک طرح سے زنگ آلود ہو چکی ہے۔

اسلم راہی ایم اے رومانی اور جاسوسی ادب میں اپنا ایک الگ اور منفرد مقام پیدا کر کے جس سنجیدگی کے ساتھ تاریخی ناول نگاری میں وارد ہوئے ہیں۔ اس سے عیاں ہے کہ وہ اس میدان میں اپنا ایک الگ رنگ قائم کریں گے اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا نام یقیناً تاریخی ناول نگاری میں ایک خوش کن اضافہ ہوگا۔

قتیبہ بن مسلم پڑھنے سے ایک بات جو واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ مصنف نے کہانی کے پلاٹ پر بڑی محنت کی ہے ماحول اور فطرت کی عکاسی سے پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے گویا وہ بھی قتیبہ بن مسلم کے ہراول دستے کے ساتھ ساتھ فضاؤں میں پرواز کرتا جا رہا ہو۔ کتاب کے اندر مصنف نے ایک نقشہ بھی مہیا کیا ہے جس سے کہانی کو سمجھنے میں اور زیادہ آسانی ہو جاتی ہے۔

کتاب میں کئی جگہ پر مصنف نے عربی اشعار اور نظموں کا استعمال کیا ہے جس سے فاضل مصنف کی عربی میں دسترس ظاہر ہوتی ہے اس کے علاوہ بھی جناب اسلم راہی ایم اے نے اس تاریخی ناول میں جگہ جگہ بڑے لطیف پیرائے اور دلکش انداز میں اردو زبان کا استعمال کیا ہے۔!

کہانی دلکش ہے اور شروع سے آخر تک اپنی دلچسپی ضائع نہیں ہونے دیتی۔ کہانی کے اندر مصنف نے ایک آتش پرست اور دوسری ترکی خانہ بدوش لڑکی کی محبت کو جس طرح سمویا ہے۔ اس سے پڑھنے والا بے حد متاثر ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ پوری کتاب ایک ہی نشست میں بیٹھ کر ختم کر لے۔

کہانی کو تین مرکزی کرداروں کے گرد گھمایا گیا ہے۔ مصنف دیگر کرداروں کو ان تین مرکزی کرداروں کے ساتھ ٹکراتا ہے اور ایک دلچسپ اور حیرت میں ڈال دینے والا ردعمل ظاہر کر کے قاری کے سامنے پیش کر کے اس کی دلچسپی میں اضافہ کرتا ہے اور یہی اس کہانی کے دلچسپ اور

کامیاب ہونے کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

قتیبہ بن مسلم لکھ کر جناب اسلم راہی ایم اے نے یقیناً اپنے تاریخ کے ادبی کیریئر میں ایک روشن اور تابناک ستارے کا اضافہ کیا ہے۔ ناول پڑھ کر عبدالحلیم شرر اور نسیم حجازی جیسے منجھے ہوئے تاریخی ناول نگاروں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور قاری کو اس مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ ابھی ہمارے ملک میں تاریخی ناول لکھنے والے ادیب موجود ہیں۔

بحیثیت مجموعی قتیبہ بن مسلم ایک ایسا تاریخی شاہکار ہے جس پر مصنف نے خوب محنت کی ہے اور جسے ہر مکتبہ فکر کے لوگ پسند کریں گے کیونکہ کتاب کی کہانی اپنے اندر ایسا خلاء نہیں رکھتی جہاں آکر قاری کی دلچسپی کا تسلسل ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔ کہانی کے اندر ایک پیغام ہے جس سے ہماری نئی نسل بہت کچھ حاصل کر کے اپنے کردار میں پختگی پیدا کر سکتی ہے۔ خدا مصنف کو توفیق دے کہ وہ رومانی اور جاسوسی ادب کی طرح تاریخی ادب میں بھی اپنا منفرد مقام پیدا کرے۔

"ادارہ"

☆.....☆.....☆

دریائے جیحون کے کنارے کنارے ایک نوجوان اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا جا رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات اور اس کا بار بار مڑ کر پیچھے دیکھنا اس بات کا اظہار کر رہا تھا کہ کوئی اس کے تعاقب میں لگا ہوا ہے اس کا رخ بدخشاں سے خوارزم کی طرف تھا۔ دریا کے کنارے کے پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے بحیرہ آرال کی طرف سے چلنے والی یخ بستہ ہوائیں پہاڑوں پر دکھائی دیتے ہوئے برف سے ڈھکے چھپے درختوں سے ٹکرا ٹکرا کر سائیں سائیں کر رہی تھیں۔

اس کا لباس ٹاٹ کے اندر روئی بھر کر بنایا گیا تھا جس پر اس نے زرہ پہن رکھی تھی اور اس پر ایک بوسیدہ سی پوستین تھی جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ سر پر گرم اونی ٹوپی پر اس نے آہنی خود بھی پہن رکھا تھا اور پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش تھا اس کے پیچھے زین پر ایک شاہین بیٹھا تھا۔ گھوڑا اپنی تیز رفتار کے ساتھ جب کبھی کوئی خطرناک موڑ مڑتا تو شاہین تھوڑی دیر کے لئے اپنے پر پھڑ پھڑاتا اور پھر سنبھل جاتا۔

فربار نام کی بستی کے پاس سے وہ اس شاہراہ کی طرف جا رہا تھا جو ایک طرف تو بخارا کی طرف جاتی ہوئی طواوس اور کرمینیا سے ہوتی ہوئی سمرقند اور وہاں سے تاشقند کی طرف نکل جاتی ہے اور دوسری طرف دریائے جیحون کا پل پار کر کے وہ آمل نام کی بستی کے پاس سے گزر کر مرد طوس، مشہد اور رے کی طرف چلی جاتی ہے۔

ابھی وہ بستی سے دو میل دور ہی تھا کہ ایک بار اس نے پھر مڑ کر پیچھے دیکھا تین سوار ایک موڑ مڑتے ہوئے دکھائی دیئے وہ بھی بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ گھوڑے کو اس نے روک لیا اور ایک بڑی سی چٹان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کمان سنبھالی اور ترکش سے ایک تیر نکال کر چلے پر چڑھا لیا۔ اس کے چہرے پر بدلتے رنگ بتا رہے تھے کہ وہ کوئی اہم فیصلہ کر چکا ہے۔ جوں جوں وہ تین سوار نزدیک آ رہے تھے اس کے چہرے پر بربریت، تشدد اور جبر و تعدی کے رنگ گہرے ہی گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

جوں ہی وہ اس سے ذرا قریب ہوئے اس نے تیر چلا دیا۔ جوان میں سے ایک کی گردن چیرتا ہوا نکل گیا اور وہ گھوڑے سے گر کر پتھریلی زمین پر لوٹنے لگا اس کے دوسرے دو ساتھی فوراً

سنبھل گئے۔ انہوں نے اپنی رفتار کم کرلی اور اپنے سامنے ڈھالوں کی آڑ بناتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھے۔

اس نے بھی فوراً کمان زین سے لٹکادی بائیں ہاتھ میں ڈھال سنبھالتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ جب پشت کی طرف کیا تو شاہین اس کے ہاتھ پر بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی وہ چٹان کی اوٹ سے باہر نکل آیا اور تلوار کھینچ کر وہ ان کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے جب اپنی تلوار اپنے سامنے فضا میں لہرائی تو یوں محسوس ہوا جیسے سینکڑوں بجلیاں ایک ساتھ کوند گئی ہوں۔ پھر اس کی غضب آلود اور غصیلی آواز گونجی۔

''میری اس تلوار کی طرف دیکھو اس میں تم دونوں کو یقیناً اپنی موت نظر آئے گی''۔

ان میں سے ایک نے بڑے جرات مندانہ انداز میں جواب دیا۔

''یہ گیدڑ گھر کی کسی اور کو دینا ___ ہم ان سے متاثر ہونے والے نہیں ہم بزدل ہوتے تو اتنی لمبی مسافت تک تمہارا تعاقب نہ کرتے اور اگر تم اس قدر شجاع ہوتے جس کا تم اظہار کر رہے ہو تو تم جان بچانے کی خاطر یوں ہمارے آگے بزدل لومڑی کی طرح نہ بھاگتے بس تمہاری سعی ختم ہوچکی۔ یہیں تمہارا انجام ہوگا''

اس نے اپنے شاہین کی طرف اشارہ کیا۔

''میں اگر چاہوں تو یہ شاہین یہیں کھڑے کھڑے تم دونوں کو ابدی نیند سلا سکتا ہے مگر نہیں میں ___ میں تمہیں لڑنے کا موقعہ دوں گا ___''

شاہین کو دوبارہ پیچھے بٹھاتے ہوئے وہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ خونخواری سے بولا۔

''یہ نہ سمجھنا میں تم تینوں سے ڈر کر بھاگا تھا۔ میں تمہارا دم خم دیکھنا چاہتا تھا سو وہ دیکھ چکا۔ اب اس کھلے میدان میں تم دونوں کو میں ایک ساتھ قوت آزمائی کی دعوت دیتا ہوں ___''

وہ دونوں اس کے دائیں بائیں رُخ کو بڑھے۔ وہ بھی بڑی گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں نے جھپکنا بند کردیا تھا اس کی گرفت تلوار اور ڈھال پر مضبوط ہوچکی تھی اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار دکھائی دیتا تھا وہ اپنا بدن سمیٹ چکا تھا اور گھوڑے کو مہمیز لگانے کے لئے مستعد تھا۔

دریائے جیحون کے کنارے سنگلاخ چٹانوں میں دو ریچھ ایک خونخوار چیتے پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ دو کرگس ایک شاہین پر جھپٹنا چاہ رہے تھے۔ دو ہاتھی دو مختلف سمتوں سے ایک شیر پر پل پڑنا چاہتے تھے ___ مگر ___ چیتا کبھی ریچھوں سے نہیں گھبرایا۔ شاہین کرگسوں کے مقابل آتے ہوئے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ شیر ہاتھی جیسے جسیم جانور کے سامنے اپنی خو نہیں بدل سکتا۔

معاً ہی وہ ان میں سے ایک پر جھپٹا اور اس قدر خونخواری سے حملہ کیا کہ اس کی تلوار مقابل کے خود کو چیرتی ہوئی گردن تک نیچے اتر گئی اور وہ خون میں نہا کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ فوراً ہی پیچھے ہٹتے ہوئے اس نے اپنی خوں چکاں تلوار لہرائی اور بڑی خوفناکی سے اپنے دشمن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ غرایا۔

''تم اپنے ساتھی کا انجام دیکھ ہی چکے ہو اس کے باوجود تمہیں اگر کوئی شک ہو تو آگے بڑھو میں تمہیں پہلے وار کرنے کا موقعہ دیتا ہوں اس کا گھوڑا بار بار زمین پر سم مارتے ہوئے ہنہنا رہا تھا شاید وہ بھی حملہ آور ہونے کو بیتاب تھا اس کا مدمقابل وہیں کھڑا رہا شاید وہ اس کی قوت کا انداز لگا چکا تھا اور اپنے آپ کو خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا تھا۔

اس نے وحشت انگیز اور غیر مانوس سا بلند قہقہہ لگایا ___ جس کی بازگشت دور دور تک سنائی دی۔

بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھو تمہارا انجام تمہارے ساتھی سے بھی بدترین ہوگا اور تم اپنی ہار تسلیم کرچکے ہو تو ایک شرط پر میں تمہیں چھوڑنے کو تیار ہوں۔''

اس نے گھگھیائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں ہر شرط پر تم سے صلح کرنے کو تیار ہوں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔''

''اپنی تلوار نیام میں کرلو۔''

اس نے فوراً تلوار نیام میں کرلی تو اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر سوالیہ نگاہوں سے پوچھا۔

''مجھے جانتے ہو ___''

''اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم بنو تمیم کے خیس بن یوسف ہو۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''شاہک''

''پارسی ہو۔''

ہاں۔''

''اگر تم یہ بتادو کہ مسلمانوں کے اس تجارتی قافلے کے آدمی کہاں ہیں جنہیں باغیس کے حکمران تیرک کے آدمیوں نے لوٹ کر قید میں ڈال دیا ہے تو میں چھوڑ دوں گا یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ اگر تم مجھے غلط اطلاع دے کر چلے گئے تو میں انتقام لینے کی خاطر دنیا کے آخری کونے تک بھی تمہارا سایے کی طرح تعاقب کروں گا۔''

شاہک نے بلا جھجک کہا۔

''ان میں سے کچھ تو قتل کر دیئے گئے تھے۔''

خنیس اداس ہو گیا

''اتنا میں بھی جانتا ہوں ___ میں پوچھتا ہوں جو زندہ ہیں وہ کہاں ہیں۔''

''میں نے انہیں دیکھا تو نہیں پر سنا ہے کہ وہ شومان شہر میں قید ہیں اور وہاں کا حاکم بڑی سختی سے ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ تمہارے قبیلے کے کچھ جوان بڑی سرگرمی سے ان قیدیوں کی تلاش میں ہیں لہٰذا حاکم شومان نے کچھ کرائے کے قاتل مقرر کر دیئے ہیں اور انہیں تاکید کر دی گئی ہے کہ بنو تمیم کے ہر اس شخص کو قتل کر دیا جائے جو ان قیدیوں کی تلاش میں نکلا ہو۔''

''کرائے کے قاتلوں کو بنی تمیم کے جن جوانوں کو قتل کرنے کی فہرست مہیا کی گئی ہے ان میں تمہارا نام سرفہرست ہے اس کے بعد تمہارے بڑے بھائی حرب بن یوسف کا نام آتا ہے انہیں سب سے زیادہ خوف اور خطرہ تم سے ہے اور وہ سب لوگ تمہیں بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہیں۔''

''قافلے کو لوٹنے میں زیادہ حصہ کس نے لیا اور یہ سارا کام کس کی شہ پر کیا گیا ہے؟''

''ترمذ شہر ہے نا۔''

''تم رکو نہیں ___ کہو میں جانتا ہوں۔''

''وہاں کا ایک امیر کبیر پارسی ہے اس کا نام توفیل ہے یہ سارا کام اس کا اور اس کے بیٹے وصیف کا ہے انہوں نے مسلمانوں کے اس قافلہ کی ہر نقل و حرکت کی اطلاع دی اور قافلے سے جو زر و جواہرات اور دولت ہاتھ آئی تھی اس کا ایک حصہ اس توفیل کو بھی ملا تھا اب بنو تمیم کے لئے جو کرائے کے قاتل مقرر کئے گئے تھے۔ ان کی دیکھ بھال اور نگرانی بھی اسی توفیل ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے صرف تمہیں قتل کرنے کے لئے کرائے کا ایک قاتل مقرر کیا ہے۔ وہ سغدی ہے اور کبھی بہت بڑا ڈکیت تھا۔ وہ بھی آج کل تمہارے پیچھے ہے اس توفیل نے اس کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر تم خنیس بن یوسف کو قتل کر دو تو ایک ہزار سنہری دینار دوں گا۔''

''اس کا نام کیا ہے ___''

''اس کا نام باغر ہے اور وہ کش نام کی بستی کا رہنے والا ہے۔''

''کہاں ہے یہ بستی ___''

''یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ ترمذ سے دو سڑکیں نکلتی ہیں ایک تو صفانیان اور شومان شہروں کی طرف جاتی ہے اور دوسری سمرقند کی طرف جاتی ہے اسی سڑک پر یہ بستی ہے اس بستی سے ایک

سڑک تو سمرقند کو چلی گئی ہے اور دوسری نسف اور بزدہ سے ہو کر بخارا کو جاتی ہے۔

''میں سمجھ گیا ہوں۔ کیا تم مجھے اس کا حلیہ بھی بتا سکو گے؟''

''کیوں نہیں۔ وہ ایک لمبا سا سیاہ رنگ کا سڈول جوان ہے جس کی پیشانی پر ناک سے ٹکراتا ہوا زخم کا ایک نشان ہے۔ ریشمی کپڑے پسند کرتا ہے اور آج کل سفید رنگ کا قیمتی پوستین ہی پہنتا ہے۔''

''یہ کرائے کے قاتل ہیں کہاں؟''

''اس کی حویلی بہت بڑی ہے جس کا ایک حصہ اس نے ان بدمعاشوں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔''

''ایک بات اور بتاؤ۔''

''پوچھو ___''

''تم لوگوں نے میرا پیچھا کیوں کیا ___ کیا تم لوگ بھی کرائے کے قاتل ہو؟''

''ہم لوگ تو غریب کسان ہیں دو وقت کی روٹی کو ترستے ہیں اس باغر نے ہمیں کہا تھا کہ اگر تم خنیس کو قتل کر دو تو میں تمہیں ایک سو دینار دوں گا۔ میں نے تو پہلے انکار کر دیا تھا۔ مگر اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر تم لوگوں نے انکار کیا تو میں تمہارے گھروں کو آگ لگا دوں گا اس طرح ہم نے مجبور ہو کر حامی بھر لی تھی۔''

''جس وقت تم لوگوں نے میرا تعاقب شروع کیا تھا اس وقت تم لوگ چھ تھے باقی تین کہاں چلے گئے؟''

''ان میں دو میرے سگے بھائی تھے اور ایک میرا ماموں زاد تھا میں نے خود ہی انہیں واپس کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ لڑنے کا کوئی خاص تجربہ نہیں رکھتے۔''

''تم میرے ساتھ ایک معاہدہ کرتے ہو۔''

''کیسا معاہدہ؟''

''میں تمہارے سارے اخراجات برداشت کروں گا۔ اس کے بدلے تم مجھے توفیل، باغر اور دیگر بدمعاشوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کرتے رہنا۔''

''مجھے منظور ہے۔ تم مجھے آج سے اپنا ایک قابل اعتماد جاسوس سمجھو۔''

خنیس نے پوستین کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک تھیلی نکال کر شاہک کو تھما دی۔

''یہ لو ایک سو دینار، میں تمہیں اور بھی بہت کچھ دیتا رہوں گا۔''

شاہک مسکرا اٹھا اور تھیلی لے لی۔

''اب میں بھی تمہارے ساتھ ترمز چلوں گا۔ خنیس نے کوئی فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔''

''کیوں؟''

''رات کے وقت تم کسی بہانے باغر کو جنوبی سرائے میں لے آنا۔ پھر دیکھنا میں اس بدمعاش سے کیسے نپٹتا ہوں۔''

''وہ آج کل ترمذ میں نہیں ہے تو فیل نے اسے کسی کام سے خوارزم بھیجا ہوا ہے۔''

''کس کام سے۔''

''یہ تو خبر نہیں۔''

''میں نے اگر تمہیں ملنا ہو تو کہاں اور کیسے مل سکوں گا۔''

''شہر کے بازار میں ایک بوڑھا سبزی فروش ہے اس کی داڑھی سفید ہے تم اس سے میرا پوچھ لینا وہ تمہیں میرے گھر پہنچا دے گا۔ میں آج ہی سے تمہارے حق میں کام کرنا شروع کر دوں گا۔''

خنیس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''پکی بات ہوئی؟''

شاہک نے بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

''بالکل پکی۔ آج سے ہم دونوں بھائی ہیں۔''

دونوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور مختلف سمتوں کو چل دیئے۔

☆.....☆.....☆

خنیس تھوڑی دور آگے جا کر پہاڑ کے اوپر جاتی ہوئی ایک پگڈنڈی کی طرف مڑ گیا جس کے دونوں جانب چنار کے لمبے لمبے درخت اور گھنی خودرو بیلیں تھیں جب وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا۔ تو سامنے ایک کھلا میدان تھا جس میں حد نگاہ تک ریوڑ ہی ریوڑ چر رہے تھے۔ میدان کے بائیں جانب ایک بہت بڑی بستی دکھائی دے رہی تھی جس میں دکھائی دیتی ہوئی مسجدوں کے سفید اور بلند مینار ماحول کو شاداب بنائے ہوئے تھے۔

میدان میں جگہ جگہ پتھروں پر چرواہے بیٹھے ہوئے تھے جو شاہین کی طرح اپنے اپنے ریوڑ پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ خنیس جوں ہی میدان میں اترا ایک چرواہا جو ان کا ریوڑ چراتا تھا، وہ بھاگتا ہوا آیا اور خنیس کے گھوڑے کی باگ پکڑی۔

خنیس نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیسے ہو تمام؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''گھر میں خیریت ہے نا؟''

''بالکل۔''

''حرب بھائی گھر میں ہیں____''

''نہیں۔ وہ کئی دنوں سے شومان گئے ہوئے ہیں ابھی تک نہیں لوٹے۔''

''اونٹنیاں دودھ کیسا دیتی ہیں؟''

''پہلے سے زیادہ دے رہی ہیں۔''

خنیس نے اپنے سامنے پتھر پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ تمہارے ساتھ دوسرا کون بیٹھا ہوا ہے؟''

''مجھے ملنے گھر سے میرا بھائی آیا ہوا ہے۔''

''کیا نام ہے اس کا؟''

''عتبہ۔''

''اسے کچھ دن یہیں رکھو اور خوب کھلاؤ پلاؤ۔''

خنیس آگے بڑھ گیا۔ تمام اسے کافی دیر تک وہیں کھڑے ہو کر دیکھتا رہا، پھر اپنے بھائی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

''کون تھا یہ؟''

عتبہ نے پوچھا۔

''جن کا میں ریوڑ چراتا ہوں۔''

''کیا نام ہے اس کا؟''

''خنیس بن یوسف۔''

''کہاں سے آیا ہے۔''

''بہت لمبی داستان ہے ان کی۔''

''مجھے بھی بتاؤ____ میں سننا پسند کروں گا۔''

''یہ تین بھائی ہیں بڑے کا نام احمد بن یوسف اس سے چھوٹے کا حرب بن یوسف اور سب سے چھوٹے کا نام خنیس بن یوسف ہے اس بستی میں کئی قبائل کے لوگ ہیں مثلاً بنی تمیم ہیں، بنی بکر، بنی زیبان، بنولحم اور بنوسلیم کے عرب بھی رہتے ہیں سب تاجر پیشہ ہیں۔ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے ہیں اور تجارت کا بڑا ذریعہ اون کپاس چربی ہیں۔

بنوتمیم کا ایک تجارتی قافلہ جس میں اس کا باپ، ماموں اور ماموں زاد بھائی بھی شامل تھے۔ تجارت کی غرض سے شومان شہر کی طرف گیا تو خبر نہیں کن لوگوں نے قافلے کو لوٹ لیا۔ کچھ لوگ جو

لڑائی پر تل گئے تھے۔ قتل ہوگئے اور باقی قید کر لئے گئے۔ اس کا باپ ماموں اور ماموں زاد بھائی تینوں ہی قتل ہوگئے ان کی لاشیں بھی مل گئی ہیں۔ قید ہونے والوں کے متعلق اب مختلف افواہیں ہیں کچھ کہتے ہیں کہ وہ سب شومان شہر میں قید ہیں اور کچھ کا خیال ہے کہ وہ بادنیس کے حکمران..... کی نظر بندی میں ہیں۔

اب بنو تمیم نے اپنے سب سے زیادہ شجاع، نڈر اور لڑاکا نوجوان ان قیدیوں کا کھوج لگانے پر مقرر کئے ہیں جن میں یہ دونوں بھائی بھی شامل ہیں اور خنیس ان سب جوانوں کا سرکردہ ہے۔ یہ کل سات جوان ہیں جن سے موت بھی دور بھاگتی ہے بس یہ ہے ان کی داستان۔

عتبہ نے افسردگی سے پوچھا۔

''کب یہ افسوسناک حادثہ رونما ہوا؟''

''کوئی ایک ماہ ہوگیا ہے۔''

ایک اور چرواہا بھی ان کی طرف آرہا تھا لہٰذا دونوں خاموش ہوگئے۔

☆.....☆.....☆

خنیس جب بنو تمیم کے اپنے محلے میں داخل ہوا۔ تو بالکونیوں میں جھانکتی ہوئی عورتوں اور گلی میں کھڑے مردوں کی خوش کن اور مسحور کر دینے والی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرائیں وہ سب بڑی موہ لینے والی لے میں کہہ رہے تھے۔

اَھلاً و سھلاً مرحبا　　اَھلاً و سھلاً مرحبا

خنیس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، گہری پرسکون مسکراہٹ، وہ اپنی ساری تھکاوٹ بھول گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک حویلی میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کی ماں سلامہ بھائی احمد خالہ زاد بہن دمنہ اور خالہ مراجل نے آگے بڑھ کر اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ شوہر اور بیٹے کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی خالہ ان کے ہاں ہی رہ رہی تھی۔ دمنہ نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے ایک طرف باندھ دیا۔

وہ سولہ برس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی اور بھائی کے آنے کی خوشی میں ادھر ادھر بھاگتی پھر رہی تھی۔ کمرے میں آتے ہوئے خنیس نے سلامہ سے پوچھا۔

''بھیا نہیں آئے امی۔''

سلامہ نے بجھی سی آواز میں کہا۔

''کئی دن سے شومان گیا ہوا ہے بیٹے۔ مگر ابھی تک نہیں لوٹا۔ میں تمہاری طرف سے بھی بڑی فکرمند تھی بیٹے! تم تو اس سے دو دن پہلے کے گئے ہوئے تھے۔

''میں نے کافی بستیوں کا چکر لگایا ہے امی۔''

''کچھ سراغ ملا___'' اس بار احمد نے پوچھا۔

''ضرور بھیا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو اپنے اعتماد میں لے لیا ہے جو مجھے دشمن کے پل پل کی خبر دیا کرے گا۔ انہوں نے ہمارے لئے چند کرائے کے قاتل مقرر کر دیئے ہیں مگر اب میں سب کو موت کی نیند سلا دوں گا۔

منت کے انداز میں سلامہ نے کہا۔

''میں تو کہتی ہوں بیٹا___ چھوڑ دو انتقام کے اس جنون کو___ ڈرتی ہوں بیٹے شوہر اور بہن کا سہاگ تو پہلے ہی ختم ہوگئے خدانہ کرے میرے بچوں کو بھی کچھ نہ ہو جائے۔''

خنیس نے اس کی ہمت بندھائی۔

''تم فکر نہ کرو ماں___ میں ایک ایک قاتل سے پورا پورا انتقام لوں گا۔ میں سب سے پہلے اب کرائے کے قاتلوں سے نمٹوں گا اس کے بعد اصل قاتلوں کو موت کا سامنا کراؤں گا میں ثابت کردوں گا ماں کہ یوسف بن نعمان کے بیٹے بزدل نہیں ہیں۔

دمنہ بھی ان کے پاس آکر کھڑی ہوگئی تھی۔

خنیس نے پھر ماں سے پوچھا۔

''بھائی کس کس کو ساتھ لے کر گیا ہے امی۔''

''وہ خود تو دو ساتھیوں کے ساتھ شومان گیا ہوا ہے اور باقی تین بخارا گئے ہیں ان کو یہ شک ہوا تھا کہ قاتلوں میں سے ایک دو بخارا میں ٹھہرے ہوئے ہیں___''

''میں بھی کل خوارزم جاؤں گا امی___ میں پتہ کر آیا ہوں کہ ہمارے قافلے کو لوٹنے میں کس کا زیادہ تر ہاتھ تھا۔ اس نے ہی ہمارے پیچھے کرائے کے قاتل لگائے ہیں___ ایک خونی قاتل___!

جو کسی زمانے میں ڈکیت تھا___ انہوں نے مجھ اکیلے کے پیچھے لگایا ہے۔ وہ بدمعاش ان دنوں اکیلا کسی کام سے خوارزم گیا ہوا ہے___ میرا ارادہ ہے اس سے خوارزم جا کر ہی نمٹ لوں۔ اس طرح میرا کام کچھ ہلکا ہو جائے گا۔''

اتنے میں ایک جوان اندر آیا۔

اور خنیس سے کہا

''لوگ تمہیں باہر بلا رہے ہیں خنیس___ وہ تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔''

دمنہ فوراً بول پڑی۔

''ابھی تو آئے ہیں ___ کھانا کھالیں، پھر آتے ہیں۔''

خنیس نے پیار سے کہا۔''تم کھانا تیار کرو دمنہ! میں ابھی آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ اس جوان کے ساتھ باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

برف بڑے زور سے پڑ رہی تھی۔ شام کے دھندلکے پھیل چکے تھے۔ خنیس خوارزم میں داخل ہو رہا تھا سردی کی تیز لہر ہر چیز کو کاٹ رہی تھی اس کے دانت سے دانت بج رہے تھے اور وہ بہت جلد کسی سرائے میں پناہ لے لینا چاہتا تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد جس پہلی سرائے پر اس کی نظر پڑی وہ اس میں داخل ہو گیا۔ سرائے کے ایک ملازم نے آگے بڑھ کر اس سے گھوڑا لے لیا۔ گھوڑے کو جب وہ طویلے کی طرف لے جانے لگا تو زین پر بیٹھا ہوا شاہین اڑ کر خنیس کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ سرائے کا مالک اپنے سامنے پھیلے ہوئے کاغذات دیکھ رہا تھا۔

خنیس اس کے سامنے جا کھڑا ہوا سرائے کے مالک نے ایک بار سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا پھر اس کی نگاہیں شاہین پر جم گئیں۔

خنیس نے مسکرا کر پوچھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

اس نے اپنی پریشانی اور سراسیمگی چھپاتے ہوئے جواب دیا۔

''دیکھ رہا ہوں تمہاری اور اس شاہین کی آنکھوں میں کافی حد تک مشابہت ہے یہ میری طرف اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے ابھی مجھ پر جھپٹ پڑے گا ___ کیا یہ تمہارا سدھایا ہوا ہے۔''

خنیس اور زیادہ مسکرا دیا۔

''جی ہاں۔ میں جس کی طرف اشارہ کروں یہ اس پر جھپٹ پڑتا ہے۔''

''تمہیں کمرہ چاہئے۔''

''جی۔''

اس نے اسے ایک چابی تھما دی۔''نیچے کی منزل میں نواں کمرہ۔''

خنیس چابی لے کر چند قدم پیچھے ہٹا ___ پھر واپس لوٹتے ہوئے بولا۔

''سنو۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''اکتائی۔''

''چینی ہو۔''

''ہاں۔''

''تمہاری سرائے میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ٹھہرا ہوا جس کا نام باغر ہو۔''

اس نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

''نہیں۔''

''اچھا سنو۔ میرا گھوڑا لگاتار کئی گھڑیاں برف باری میں سفر کرتا رہا ہے اسے کسی اچھی جگہ بندھوانا اور اس کے لئے دانے چارے کا بھی اچھا انتظام کرنا۔ میں تھوڑی دیر تک خود آ کر اسے دیکھوں گا۔ زین اتروا دینا۔ خرجین میں تو براہے دانے سے بھر کر اسے چڑھا دینا اور ہاں میرے کمرے کے آتش دان میں آگ بھی جلنی چاہئے۔''

اکتائی قدرے سر جھکا کر بولا۔

''سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا۔''

خنیس اس پر گہری نگاہ ڈالتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا دوسرے روز بھی برف باری ہوتی رہی مگر اس کے باوجود اس نے شہر کی ایک ایک سرائے چھان ماری مگر باغر کا اسے کہیں سراغ نہ ملا۔

تیسرے روز وہ پھر اس کی تلاش میں نکلا۔ سارے بازار دیکھے۔ ایک ایک دوکان میں گیا مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

اسی روز جبکہ اندھیر پھیل رہا تھا اور وہ بازار سے گزرتا ہوا سرائے کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو سپاہی ایک عورت کو بری طرح زدوکوب کر رہے تھے۔ عورت زمین پر گر گئی تھی اور وہ سپاہی اسے پاؤں کی ٹھوکریں مار مار کر کچھ پوچھ رہے تھے عورت جو تیس کے سن کی ہوگی بڑی کربناکی سے کراہ رہی تھی۔

خنیس ایک بند دوکان کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا اور بائیں ہاتھ کی انگلی شاہین کے سر پر ماری اس نے پر پھڑ پھڑائے اور سامنے دیکھنے لگا جونہی خنیس نے انگلی کا اشارہ ان سپاہیوں کی طرف کیا شاہین فضا میں اڑ گیا۔ وہ اس قدر تیز رفتاری اور پھرتی سے حملہ آور ہوا کہ آن کی آن میں اس نے دونوں سپاہیوں کی آنکھیں نکال دیں اور دوبارہ خنیس کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا خنیس نے اسے اٹھا کر اپنے پیچھے زین پر بٹھا دیا۔

سپاہی چیختے چلاتے پیچھے ہٹے اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر زمین پر گر گئے اور آہ زاری کرنے لگے۔ خنیس نے بھاگ کر اس عورت کو اٹھایا اسے اپنے آگے زین پر بٹھایا اور گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا ___ شہر سے باہر نکل کر اس نے عورت کی طرف دیکھا تو وہ بڑی مشکل سے سانس لے رہی

تھی خنیس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''خاتون! تم کہاں جاؤ گی ___ اور تمہارا نام کیا ہے؟''

وہ خنیس کا اس طرح جائزہ لینے لگی جیسے وہ کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو پھر اس نے بڑی مشکل سے پوچھا۔

''تم کون ہو؟''

''میں تو اس شہر میں اجنبی ہوں۔''

''میرا نام ظلوم ہے۔''

''وہ سپاہی تمہیں کیوں مار رہے تھے؟''

''تم بھلے آدمی دکھائی دیتے ہو۔ میرا ایک کام کرو گے۔''

''ضرور کروں گا ___ تم کہو تو۔''

''سنو ___ خوارزم شاہ کو اس کے چھوٹے بھائی خرزاد نے تخت سے علیحدہ کر کے خود قبضہ جما لیا ہے وہ ایک جابر اور سنگدل وحشی ہے یہاں کسی کی عزت اب محفوظ نہیں پہلے بادشاہ کے سارے جرنیلوں کو اس نے قتل کرا دیا ہے۔ میں بھی ایک جرنیل کے ہاں ملازمہ تھی۔ اس بھیڑیئے اور بے رحم خرزاد نے اسے قتل کرا دیا اور اس کا مکان گرا دیا ___ اس کی بیوی بیٹی اور ایک غلام اپنی حویلی کے تہہ خانے میں چھپے ہوئے ہیں۔ خرزاد انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے مگر کسی کو ان کا نشان نہیں ملا۔ وہ تینوں کئی دن سے بھوکے ہیں آج میں ان کے لئے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدنے آئی تھی کہ سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا ___ انہوں نے مجھے خوب مار پیٹ کر ان کا پتہ پوچھنا چاہا۔ مگر میں نے نہیں بتایا ___ دیکھو میں مر رہی ہوں ___ وعدہ کرو کہ تم ان کی ضرور مدد کرو گے وہ بھاگ کر اپنی جان بچانا چاہتے ہیں ___ اور تم ان کی مدد کر سکتے ہو ___ تم ایک بہادر اور شجاع جوان ہو۔ شاید خدا نے تمہیں اسی لئے بھیجا ہے کہ تم انہیں یہاں سے نکال کر کسی اور محفوظ جگہ پہنچا دو۔''

''تمہارا گھر کہاں ہے؟''

''میں رومی ہوں ___ بچپن سے ان کے ہاں ملازمہ تھی۔''

''اور وہ کیا ہیں؟''

''وہ پارسی ہیں۔''

''سنو ___ میرے پاس وقت تھوڑا ہے شہر سے شمال کی جانب پانچ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے جس کا نام سرقوسہ ہے اس کے مشرقی جانب ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے جس پر کثرت سے

چنار کے درخت ہیں اس پر ان کی حویلی تھی ___ اس کی گری ہوئی دیواریں اب بھی دکھائی دیتی ہیں ___ اس کی صرف دو دیواریں ہی کھڑی ہیں جو دیوار شرقاً غرباً ہے۔ اس کے وسط میں باہر کی جانب دیوار سے تقریباً دس گز پیچھے ہٹ کر ایک گول رنگ کا سیاہی مائل پتھر ہے جو زمین کے برابر ہے اور دوسرے پتھروں میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ تہہ خانے کا راستہ ہے تم اس پر اگر دو بار ہاتھ مارو گے تو وہ اسے اندر سے اٹھا دیں گے باہر سے وہ پتھر نہیں ہلتا۔''

ظلوم سانس درست کرنے لگی۔

خنیس نے پھر پوچھا۔

''ان کے نام کیا ہیں؟''

جرنیل کی بیوی کا نام قراطیس، لڑکی کا نام ماروہ اور غلام کا نام طوانہ ہے۔''

''وہ پتھر برف میں دب نہ گیا ہو؟''

''نہیں وہاں گھنے درختوں کا سایہ ہے وہ کئی دنوں سے بھوکے ہیں اگر ان کی مدد نہ کی گئی تو وہ وہیں سسک سسک کر مر جائیں گے۔''

''کیا وہاں سپاہیوں کا پہرہ تو نہیں ہوتا۔''

ظلوم نے جب کوئی جواب نہ دیا تو خنیس نے اسے جھنجھوڑا مگر اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا ہوا تھا اس نے نبض دیکھی تو وہ مر چکی تھی خنیس نے وہیں برف میں گڑھا کھودا اور اسے دفن کر دیا۔

دوبارہ وہ بازار میں آیا ایک نانبائی کی دوکان سے کھانا خریدا اور ذرا آگے جا کر کافی مقدار میں خشک پھل خرید لئے۔ ساری چیزیں اس نے خرجین میں ڈال لیں سوار ہونے سے پہلے شاید اسے کسی اور چیز کا خیال آ گیا۔ دوبارہ وہ نانبائی کی دوکان میں آ گیا اور گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا مشکیزہ بھی پانی سے بھر لیا۔

شمال کی سمت وہ شہر سے باہر نکلا اور اندھیرے میں گھوڑا سرپٹ دوڑانے لگا آناً فاناً اس نے پانچ میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ اب سامنے بائیں ہاتھ ایک قصبہ آ گیا تھا وہ اس میں داخل ہو گیا۔ ایک اور شخص سے پتہ کرنے پر اس کی تسلی ہو گئی کہ قصبہ کا نام سرقوسہ ہی ہے مگر اسے یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ قصبہ میں کوئی سرائے نہیں ہے۔

ناچار وہ بستی سے باہر نکلا اور مشرق کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑی ہی دور جا کر اندھیرے میں اسے اپنے سامنے ایک ٹیلہ دکھائی دیا درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں وہ رک گیا گھوڑے کو اس نے ایک درخت سے باندھا اور زین سے بندھا ہوا اپنا بستر کھول کر اس نے اس کے اوپر ڈال دیا۔ خرجین اور پانی کا مشکیزہ اٹھائے وہ دبے قدموں سے پہاڑ کی طرف بڑھنے لگا شاہین بھی پر پھڑ

پھڑا کر اس کے کندھے پر ہو بیٹھا۔

ٹیلے پر کئی فٹ برف پڑی ہوئی تھی اور اب پھر ہلکی ہلکی برف گرنے لگی تھی وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا ہوا ٹیلے پر چڑھ گیا اوپر جا کر اس نے دیکھا جس طرح ظلوم نے بتایا تھا بالکل اسی طرح دو دیواریں کھڑی تھیں اس نے دیوار کے وسط میں آ کر اس پتھر کی طرف جب بڑھنا چاہا تو اسے کسی کے آپس میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تو وہ فوراً سنبھل گیا۔ تلوار کھینچ لی اور دیوار کی اوٹ میں ہو کر اس نے اس سمت دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی۔

اس نے دیکھا جہاں دونوں دیواریں ملتی تھیں وہاں چھت کا کچھ حصہ ابھی تک قائم تھا اور اس کے نیچے دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے اور کچھ ان کے آس پاس ہی سوئے ہوئے تھے۔ اندھیرے میں وہ اچھی طرح انہیں گن نہ سکا۔ تاہم اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ چھ سے کسی طرح کم نہ تھے۔

قدموں کی آہٹ پیدا کئے بغیر وہ پھر دیوار کے وسط میں آیا اور بغور دیکھتا ہوا وہ آگے بڑھنے لگا۔ جہاں درختوں کا جھنڈ زیادہ گھنا ہو گیا تھا ___ وہاں وہ رک گیا۔ اس کے سامنے وہی گول پتھر تھا جس کے دائیں جانب کچھ جھاڑیاں بھی تھیں۔ اس نے کچھ سوچا پھر وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوبار پتھر پر مکہ مارنے کے بعد وہ اس کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد پتھر آہستہ آہستہ بغیر کسی آواز کے اوپر اٹھ گیا خینس نے دیکھا ایک سانولے سے رنگ کے مرد نے پتھر اٹھایا تھا وہ مرد سیڑھیوں پر کھڑا تھا جو نیچے اترتی تھیں پتھر پیچھے ہٹتے ہی خینس اندر کود گیا۔ وہ مرد جس نے پتھر اٹھایا تھا۔ اپنی تلوار چلانا ہی چاہتا تھا کہ خینس نے دھکا دے کر اسے سیڑھیوں سے نیچے گرا دیا اور اس خیال سے کہ مبادا یہ شور نہ کرے پتھر فوراً نیچے گرا دیا۔

جوں ہی وہ مرد نیچے گرا دو عورتیں ایک طرف سے بھاگتی ہوئی آئیں دونوں کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں وہ خینس اور اس کے کندھے پر بیٹھے ہوئے شاہین کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئیں ان دونوں کی حالت یوں ہو گئی تھی جیسے ان کے سامنے موت آن کھڑی ہو خینس سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔

وہ مرد تلوار لہراتا ہوا پھر خینس کی طرف لپکا خینس نے بھی تلوار سیدھی کر لی اور بڑی نرمی سے کہا۔

''تلوار نیام میں کر لو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔''

مگر اسے اعتبار نہ آیا اسے شاید غصہ تھا کہ سیڑھیوں میں سے نیچے کیوں گرا دیا گیا ہے وہ آگے بڑھا اور خینس پر وار کر دیا۔ خینس نے مسکراتے ہوئے اپنی تلوار پر اس کے وار کو روکا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے اسے پھر دور پھینک دیا۔ وہ بڑی بے بسی سے پھر فرش پر گر گیا۔ خینس نے پھر نرمی سے کہا۔

''بیوقوف نہ بنو ___ پہلے میری بات سنو!''

اس کے ساتھ ہی اس نے ان عورتوں کی طرف دیکھا ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کی تھی اور دوسری سترہ اٹھارہ کے سن کی نازک سی ایک حسین ترین لڑکی تھی وہ سیب کی طرح سرخ تھی اور ہیرے کی طرح دمک رہی تھی ___ جسمانی تناسب اور خوبصورتی کے لحاظ سے اسے حسینہ عالم کہا جا سکتا تھا۔

وہ مرد تلوار ہلاتا ہوا جب دوبارہ خینس کی طرف بڑھا تو لڑکی کی کڑکتی ہوئی غصیلی آواز تہہ خانے میں ابھری۔

''ہوش میں آؤ طوانہ۔ پہلے سنو تو وہ کیا کہتا ہے۔''

طوانہ وہیں کھڑا رہا اور ندامت سے سر جھکا لیا ___ خینس نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جس طرح مجھے بتایا گیا ہے اس کے مطابق اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام ماروہ ہے دوسری خاتون تمہاری ماں ہے جس کا نام قراطیس ہے اور طوانہ تمہارا غلام ہے۔''

لڑکی نے تائید کر دی۔

''تم ٹھیک کہتے ہو ___ پر تم کس غرض سے یہاں آئے ہو۔''

''تمہاری ملازمہ ظلوم آج بازار گئی تھی نا۔''

''گئی تھی۔''

''میں جب بازار سے گزر رہا تھا تو سپاہیوں نے اسے زمین پر گرا رکھا تھا اور مار مار کر تمہارا پتہ پوچھ رہے تھے مگر وہ نہیں بتا رہی تھی میں نے ان دونوں سپاہیوں کو ختم کر دیا اور ظلوم کو اٹھا کر شہر سے باہر لے گیا اس نے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتلا دیا اور استدعا کی کہ میں تمہاری مدد کروں۔''

ماروہ نے بڑی بیتابی سے پوچھا۔

''ظلوم اب کہاں ہے۔''

''اسے سپاہیوں نے اس قدر مارا تھا کہ مجھ سے تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کے بعد وہ مر گئی تھی اور میں نے وہیں اسے برف میں دبا دیا تھا۔''

ماروہ نے اس بار بڑی نرمی سے خینس کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہاں کیوں کھڑے ہو، ادھر آ کر بستر پر بیٹھ جاؤ۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ شاید مشیت

ایزدی ہمارے ساتھ ہے اس اندھیرے تہہ خانے میں جہاں ہمارا کوئی پرسان حال نہ تھا تم ہمارے لئے رحمت بن کر نازل ہوئے ہو۔"

خنیس نے تہہ خانے کا جائزہ لیا۔ دو بستر ایک ساتھ لگے ہوئے تھے اور ایک بستر ذرا دور ہٹ کر لگا ہوا تھا۔

خنیس ان دو بستروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا قراطیس اور ماروہ بھی اس کے سامنے دوسرے بستر پر بیٹھ گئیں۔ طوانہ ان کے قریب ہی آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس بار قراطیس نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"خنیس۔"

"شہر میں کس جگہ رہتے ہو۔"

"میں اجنبی ہوں ___ اور دریائے جیحون کو عبور کر کے بخارا کی طرف جانے والی سڑک کے کنارے فربار نام کی بستی کا رہنے والا ہوں۔"

"خوارزم کیسے آئے ہو۔"

"میں تو یہاں اپنے ایک دشمن کی تلاش میں آیا تھا اور ایک سرائے میں ٹھہرا ہوا ہوں وہ تو نہیں ملا اس دوران ظلوم کا حادثہ پیش آ گیا۔

قراطیس خاموش ہو گئی۔ تو خنیس نے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں سے نکل کر کہاں جانا پسند کرو گے؟"

اس بار ماروہ نے جواب دیا۔

"میرا خالو دریائے جیحون کے کنارے جہاں دریائے نیل دریائے جیحون میں گرتا ہے ایک چھوٹے سے شہر ترمز میں رہتا ہے تم اگر ہمیں وہاں پہنچا دو تو ہم پوری زندگی تمہارا احسان نہ اتار سکیں گے۔"

خنیس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"میں نے وہ شہر دیکھا ہوا ہے میں ضرور تم لوگوں کو وہاں پہنچا دوں گا۔"

بچ نکلنے کی امید ہوتے ہی ماروہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"کیا یہاں سے نکلنا ممکن ہے؟"

"کیوں ممکن نہیں۔"

قراطیس پھر بولی۔

"تمہیں پتہ ہے باہر سپاہی پہرہ بھی دیتے ہیں۔"

"میں انہیں دیکھ چکا ہوں وہ تعداد میں چھ یا سات ہوں گے۔"

"پھر ان کا کیا بنے گا؟"

"جب میں تم لوگوں کو یہاں سے نکال لے جانے کی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں تو میں ان سپاہیوں سے بھی نمٹ لوں گا۔ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم لوگ کب تک یہاں سے نکل بھاگنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکتے ہو۔"

"ہم تو ابھی سے ہی تیار ہیں۔"

"میں آج یہاں سے واپس جا کر رات سرائے میں بسر کروں گا دوسرے روز میں تین گھوڑوں کا بندوبست کروں گا اور اگر کوئی بگھی سستے داموں مل گئی تو اسے خرید لوں گا۔"

"اتنی بڑی رقم تمہارے پاس ہو گی؟"

"میرے پاس کچھ نقدی ہے امید ہے اس میں کام ہو جائے گا۔"

ماروہ نے بڑی پراعتمادی سے کہا۔

"رقم ہمارے پاس بے شمار ہے تمہیں جتنی ضرورت ہو گی ہم مہیا کریں گے۔ تمہارے باتیں کرنے کا انداز بتاتا ہے کہ ہمیں جس ناخدا کی ضرورت تھی وہ تم ہی ہو۔"

"تم لوگوں نے کھانا کب سے نہیں کھایا؟"

قراطیس نے جواب دیا۔

"تین یوم ہو گئے ہیں۔"

خنیس نے اپنی خرجین اور پانی کا مشکیزہ ان دونوں کے سامنے رکھ دیا۔

"میں تمہارے لئے بہت کچھ لایا ہوں۔"

ماروہ نے ساری چیزیں خرجین سے باہر نکال کر رکھ دیں۔

"واقعی تم بہت کچھ لے آئے ہو۔ یہ تو ہمارے لئے ایک ہفتہ تک کے لئے کافی ہیں، پانی ہمارے پاس دو دن کے لئے پہلے ہی تھا۔ بہر حال دو دن یہ بھی چل جائے گا۔ ہم تمہارے بے حد مشکور ہیں۔"

"شکریہ کیسا ___ قدرت ہی مجھ سے یہ کام لینا چاہتی تھی ___ اب مجھے اجازت دیں۔ میں جاتا ہوں۔"

خنیس کھڑا ہو گیا۔ قراطیس نے بڑے پیار سے کہا۔

"کھانا کھا کر جاؤ بیٹا۔"

''نہیں۔ میں سرائے میں ہی جا کر کھاؤں گا۔''

قراطیس اور ماروہ بھی کھڑی ہوگئیں تینوں سیڑھیوں کے پاس آئے خنیس جب سیڑھیاں چڑھنے لگا تو ماروہ نے پوچھا۔

''پھر کب آؤ گے تم؟''

''میں سارا انتظام کر کے کل اس وقت پھر آؤں گا۔''

''ذرا ٹھہرو۔ ابھی پتھر نہ اٹھانا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی اس کے ہاتھ میں نقدی کی تھیلی تھی جو اس نے خنیس کو تھما دی۔

''اس میں تم سارا انتظام بڑی اچھی طرح کر سکو گے بگھی کا انتظام اگر ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے اس میں سفر سردی میں آرام دہ ہوگا۔''

خنیس نے اسے یقین دلایا۔

''میں بگھی کا انتظام ہی کروں گا۔ یہ اس تہہ خانے کا پتھر کیا اوپر سے نہیں کھل سکتا؟''

''کیوں نہیں کھل سکتا اس پتھر میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ ہمارے پاس لوہے کا ایک دستہ ہے جسے اس سوراخ میں پھنسا کر پتھر باہر سے بھی اٹھایا جا سکتا ہے تم اگر وہ دستہ ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو لے جاؤ۔''

''نہیں کوئی ضرورت نہیں ___ خنیس نے پتھر اوپر اٹھایا پہلے اطمینان کی خاطر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اچھل کر باہر نکلا اور پتھر بند کر کے وہ اسی طرح دبے قدموں سے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھنے لگا۔

☆.....☆.....☆

دوسرے روز سرِ شام ہی قراطیس، ماروہ اور طوانہ نے اپنے کوچ کی تیاری مکمل کر لی تھی انہوں نے سارے بستر باندھ رکھے تھے اور بڑی بیتابی سے خنیس کے آنے کا انتظار کر رہے تھے قراطیس بندھے ہوئے بستر پر بیٹھی تھی ماروہ پریشانی میں ادھر ادھر ٹہل رہی تھی طوانہ بھی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ جس وقت خنیس پتھر پر ہاتھ مارے تو وہ فوراً اسے کھول دے۔

قراطیس نے گھبرائی ہوئی آواز میں ماروہ سے پوچھا۔

''اگر وہ نہ آیا تو پھر؟''

ماروہ کی آواز میں ایک عزم تھا۔

''وہ ضرور آئے گا ماں ___ میرا دل کہتا ہے وہ ضرور آئے گا۔ وہ ہمیں دھوکہ نہیں دے گا اس کی باتوں کی پختگی اور عزم کی گہرائی میں شک کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اسے کسی خاص وجہ سے دیر

ہوگئی ہوگی ورنہ وہ ابھی تک آ چکا ہوتا۔''

''آج اگر وہ نہ آیا تو؟''

''تو ہم اس کا انتظار کریں گے اس کے بغیر اس تہہ خانے سے نکلنا خود اپنی ہی موت کو دعوت دینا ہے۔''

اسی لمحے پتھر پر دستک ہوئی۔ ماروہ مسکرا اٹھی اور خوش ہوتے ہوئے طوانہ سے کہا۔

''طوانہ ___ خنیس آ گیا ہے پتھر اٹھا دو ___ اور سنو اس کے ساتھ پہلی جیسی بدتمیزی سے پیش نہ آنا۔''

طوانہ مسکرا دیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے اب تو وہ اس گھر کا ایک فرد ہے۔''

طوانہ جب پتھر اٹھانے لگا تو ماروہ نے بڑی آہستگی کے ساتھ قراطیس سے کہا۔

''ماں! میں کہتی تھی نا وہ ضرور آئے گا۔''

قراطیس مسکرا دی۔

''ہاں بیٹی تم سچ کہتی تھیں۔''

ماروہ نے جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو خنیس سیڑھیوں پر کھڑا ان کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا اس کے کندھے پر اسی طرح شاہین بیٹھا تھا اور بوسیدہ پوستین پر جگہ جگہ برف کے گالے پڑے تھے اس کے دوسرے کندھے پر کمان لٹک رہی تھی اور پیٹھ پر تیروں سے بھرا ترکش بھی تھا۔

خنیس کو دیکھتے ہی ماروہ نے کہا۔

''ماں شک کر رہی تھی کہ تم نہیں آؤ گے ___ مگر میں کہہ رہی تھی کہ وہ ضرور آئے گا۔''

خنیس اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

''میں نے جب آنے کا وعدہ کیا تھا تو کیسے نہ آتا۔'' قراطیس بھی ان کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی طوانہ بھی سیڑھیاں اتر کر ان کے پاس آ گیا۔

خنیس نے پوچھا۔ ''تم لوگ تیار ہو؟''

''بالکل تیار ہیں ___'' ماروہ نے جلدی سے کہہ دیا ___ ''تم نے بگھی کا انتظام کیا ہے۔''

''ٹیلے کے بائیں جانب گھنے درختوں کا جو ایک جھنڈ ہے اس کے اندر بگھی کھڑی کر آیا ہوں۔''

''کتنے گھوڑوں کی ہے؟''

''دو گھوڑوں کی۔''

''پھر تو بہت ہی اچھی ہے۔ پر تم نے اتنی دیر کیوں لگادی؟''

''برف پڑی ہوئی ہے اس لئے گھوڑے آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ اب بھی باہر برف باری ہو رہی ہے۔''

قراطیس نے دخل اندازی کی۔

''اوپر سپاہی ہیں۔''

''میں انہیں دیکھ آیا ہوں وہ تعداد میں چھ ہیں۔ میں ایک بار پھر باہر جارہا ہوں تاکہ ان سے نمٹ کر یہاں سے بھاگ نکلنے کا راستہ صاف ہوجائے۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔''

طوانہ نے کہا۔

''وہ تعداد میں چھ ہیں ان کے سامنے اکیلے جانا خودکشی ہوگی۔''

ماروہ بھی بول اٹھی۔

''خنیس یہ طوانہ یوں ہی ہے اس سے بہتر تلوار تو میں چلا لیتی ہوں میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ یہاں تہہ خانے میں صرف ماں ہی رہے گی۔

خنیس نے انہیں منع کردیا___ ''تم دونوں یہیں رہو گے۔''

قراطیس جلدی سے بولی۔

''یہ بہت ضدی ہے خنیس جانے دو باہر___ بس تم ذرا اس کا خیال رکھنا ویسے یہ فنون حرب میں ماہر ہے۔ طوانہ سے یہ ہر حالت میں زیادہ تجربہ کار ہے۔''

خنیس سیڑھیاں چڑھا۔ پہلے پتھر اٹھا کر چاروں طرف دیکھا۔ ماحول بالکل پرسکون تھا اور برف باری ابھی تک جاری تھی۔

''اب کیا سوچ رہے ہو؟''

خنیس نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ کمان سنبھالتے ہوئے ترکش سے کئی تیر نکال کر اس نے اپنے سامنے رکھ لئے پھر ایک تیر چلا پر چڑھایا اور تاک کر مارا جو جاگتے ہوئے دو سپاہیوں میں سے ایک کا دل چاٹتا ہوا نکل گیا۔ اس نے چونکا دینے والی آواز حلق سے نکالی اور زمین پر لوٹنے لگا۔ دوسرا ساتھی ابھی اسے سنبھالنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ خنیس کی طرف سے ایک اور سنسناتا ہوا تیر آیا اور دوسرا ساتھی بھی زمین پر تڑپنے لگا۔

ماروہ نے خنیس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے نیچی سی آواز میں کہا۔

''مانتی ہوں تمہارے نشانے کو۔''

دونوں سپاہی آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے جوں ہی وہ تیر کھا کر الاؤ سے دور ہوئے وہ ساری جگہ آگ سے روشن ہوگئی دونوں سپاہیوں کے شور اور واویلا کرنے پر ان کے سوئے ہوئے چاروں ساتھی بھی گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے وہ بیحد پریشان دکھائی دے رہے تھے اپنے دونوں ساتھیوں کو خون میں لت پت دیکھ کر انہوں نے اپنی تلواریں سونت لیں اور چوکنے ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

اسی وقت خنیس نے ایک اور تیر مارا اور تیسرا سپاہی بھی ڈھیر ہوگیا ماروہ نے اس بار خنیس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے زور سے کہا۔

''بہت اچھے خنیس۔''

''آہستہ بولو۔''

خنیس نے اس کی اس ادا پر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب کاہے کی فکر ہے خنیس تین وہ ہیں اور تین ہم ہیں اب تو ہم انہیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔''

''یہ بات نہیں___ میں چاہتا ہوں۔ تم دونوں یہاں سے ہلو ہی نہیں اور یہ سب ختم بھی ہوجائیں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں ضرور تمہارا ساتھ دوں گی۔''

''ہر بات میں ضد نہیں کرتے جب تک میں نہ کہوں تم دیوار کی اوٹ سے باہر نہ آنا۔''

خنیس کھڑا ہوگیا___ اس نے دیکھا باقی کے تین سپاہی بے حد چوکنے ہوگئے تھے اور وہ گرے پڑے ستونوں اور دیواروں کی اوٹ لیتے ہوئے انہیں گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے خنیس دیوار کی اوٹ سے باہر آگیا اور ان تینوں کو للکارا۔

''ہمیں گھیرنے کی کوشش فضول ہوگی___ میرے سامنے آؤ میں تم تینوں کو مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔''

وہ تینوں سامنے نہ آئے اور اب وہ اکیلے خنیس کو گھیرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ خنیس نے ایک وحشی قہقہہ لگایا۔

''تم تینوں نادان ہو۔ میں تمہاری ایک ایک حرکت کا مطلب سمجھ رہا ہوں خوارزم میں وہ تلوار نہیں جو میرے خون کی پیاسی ہو۔ لو سنبھلو اب میں تمہیں بدترین اور ذلت آمیز موت ماروں گا۔ شاہین کو ٹھوکر مارتے ہوئے خنیس نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔ شاہین نے پر پھڑپھڑائے اور پھر تھوڑی دیر بعد ان تینوں میں سے ایک آہ زاری کر رہا تھا۔ شاہین اس کی آنکھیں نکال چکا تھا۔

خنیس کے کہنے پر شاہین جب دوسرے سپاہی پر جھپٹ رہا تھا تو تیسرے سپاہی نے تلوار لہراتے ہوئے شاہین کو مارنا چاہی مگر خنیس فوراً آگے بڑھا اور ایک ہی وار میں اسے خون میں نہلا دیا دوسری طرف شاہین بھی اپنا کام کر چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

تینوں جب واپس مڑتے ہوئے تہہ خانے کی جانب جانے لگے تو انہوں نے دیکھا قراطیس بھی تلوار سنبھالے ان کے قریب ہی کھڑی تھی۔ ماروہ بھاگ کر اس سے لپٹ گئی۔

''خنیس نے ہمیں تو موقعہ ہی نہیں دیا ماں ___ اس نے اکیلے ہی سب کو ختم کر دیا اور اس کا یہ شاہین اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔''

قراطیس مسکرا رہی تھی۔

''میں سب کچھ دیکھ چکی ہوں بیٹی۔''

خنیس نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

''ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں اب ہمارے لئے ہر لمحہ ایک نیا خطرہ جنم لے رہا ہے جتنی جلدی ہو سکے ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔''

قراطیس جلدی جلدی تہہ خانے کی طرف بڑھ گئی۔

''چلو جلدی کرو اپنا سامان لیں اور یہاں سے بھاگنے کی کریں۔''

چاروں تہہ خانے میں آئے تینوں بستروں کو ملا کر دو جگہ باندھ دیا گیا تھا خنیس نے وہ دونوں بستر اٹھا لئے اور ایک کونے میں پڑی ہوئی لکڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے طوانہ سے کہا۔

''طوانہ یہ ساری لکڑیاں رسی میں باندھ کر اٹھا لو۔ راستے میں کام آئیں گی۔''

طوانہ نے فوراً ساری لکڑیاں ایک رسی میں باندھ کر اٹھا لیں قراطیس اور ماروہ دونوں نے اپنی اپنی اُونی شالیں اوڑھ لی تھیں۔ ماروہ نے کھانے کا سامان اور خشک پھل بھی ایک رومال میں باندھ کر اٹھا لئے تھے جو ایک روز قبل خنیس لایا تھا۔

سب تہہ خانے سے باہر آئے اور پتھر بند کر دیا۔ خنیس کی راہنمائی میں بڑی تیزی سے چلتے ہوئے وہ درختوں کے جھنڈ میں آئے وہاں دو گھوڑوں کی ایک بگھی کھڑی تھی اور ایک طرف خنیس کا گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا۔

خنیس نے قراطیس اور ماروہ دونوں کو بگھی میں بٹھایا۔ بستر اور لکڑیاں بھی ان کے پاؤں کی جگہ رکھ دیں ___ پھر اپنے گھوڑے کے اوپر جو وہ اپنا بستر ڈال گیا تھا۔ وہ بھی اس نے تہہ کر کے

بگھی میں رکھ کر اس کے پردے اچھی طرح بند کر دیئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اس نے طوانہ سے کہا۔

''طوانہ ___ اوپر چڑھ جاؤ اور بگھی کو میرے پیچھے پیچھے لاؤ۔''

چار میل کا ایک چکر کاٹ کر وہ دریائے جیحون کی طرف جانے والی شاہراہ پر چڑھ گئے۔ ساری رات وہ سفر کرتے رہے گھوڑوں کی رفتار بہت سست تھی کیونکہ بگھی کے پہیئے برف میں دھنس رہے تھے۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب جبکہ دریائے جیحون کے کنارے کنارے کوہستانی علاقہ میں سے گزر رہے تھے ایک جگہ بگھی کے گھوڑے رک گئے۔ طوانہ نے بہتیرے ہانکے مگر زور لگانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے تھے طوانہ نے نیچے اتر کر دیکھا تو گاڑی کے پہیئے فٹ فٹ تک برف میں دھنس رہے تھے۔ ماروہ نے بگھی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا اور طوانہ سے پوچھا۔

''کیا بات ہوئی؟''

''بگھی برف میں دھنس گئی ہے۔''

وہ سخت گھبرایا ہوا تھا۔

''خنیس کہاں ہے؟''

''وہ آگے جا رہا ہے۔''

''تو اس کو آواز دو نا ___ تم بھی بس یوں ہی ہو۔''

طوانہ نے خنیس کو آواز دی اور وہ بگھی کے پاس آ کر گھوڑے سے اتر کر اس نئی مصیبت کا جائزہ لینے لگا۔ قراطیس اور ماروہ بھی باہر آ گئی تھیں۔

خنیس نے طوانہ سے کہا۔

''تم اوپر بیٹھ کر گھوڑوں کو ہانکو اور میں پہیہ نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' طوانہ نے گھوڑوں کو ہانکا۔

خنیس نے زور لگا کر پہیہ گھمایا تو جوں جوں بگھی آگے بڑھی پہیئے اور زیادہ نیچے دھنستے چلے گئے۔ خنیس مایوس ہو کر کھڑا ہو گیا ___ طوانہ بھی نیچے اتر آیا ___ ماروہ نے بڑی اداسی سے پوچھا۔

''اب کیا ہو گا خنیس؟''

خنیس نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''بگھی کو یہیں چھوڑتے ہیں اور گھوڑوں پر بیٹھ کر چلتے ہیں۔'' ساتھ ہی اس نے بگھی کے سارے پردوں کو اٹھا کر سامان باہر نکالنا شروع کر دیا۔ طوانہ بھی سامان نکال نکال کر باہر رکھنے لگا۔

طوانہ نے جب لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر زور سے برف پر پھینکا تو ایک قریبی چٹان کے پیچھے سے ایک لمبے بالوں والی پہاڑی بھیڑ اُٹھی اور ایک طرف بھاگ نکلی۔ اُسے دیکھتے ہی خنیس نے شاہین کو اس کی طرف اشارہ کیا اور وہ بڑی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

دونوں کا تماشہ دیکھنے کے لئے خنیس بھاگ کر جب ایک برف سے ڈھکی ہوئی چٹان پر چڑھنے لگا تو اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ لڑھکتا ہوا بری طرح ایک دوسری ذرا نیچی چٹان پر گرا۔ وہاں بھی وہ جمنے نہ پایا ___ اور گیند کی طرح لڑھکتا ہوا وہ دریائے جیحون کے کنارے پر جا رکا۔

ماروہ، قراطیس اور طوانہ اسے بڑی پریشانی سے دیکھ رہے تھے کپڑے جھاڑتا ہوا جب وہ کھڑا ہو گیا تو وہ تینوں مطمئن دکھائی دینے لگے۔

اٹھتے ہی خنیس ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ شاہین اور بھیڑ کہیں دکھائی نہ دے رہے تھے۔ خبر نہیں کہاں کھو گئے تھے۔ دور پہاڑی پر کھڑی ہوئی ماروہ نے اسے پکارا۔

''چھوڑو بھیڑ کو خنیس ___ واپس آجاؤ۔''

اسی لمحے خنیس کو شاہین دکھائی دیا۔ وہ ایک چھوٹی سی چٹان کے پیچھے سے نکلا تھا۔ خنیس بھاگتا ہوا ادھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ شاہین نے بھیڑ کی آنکھیں نکال دی ہیں اور وہ چٹان کے دامن میں کھڑی ہے۔ خنیس کے قدموں کی آہٹ پا کر وہ اندھا دھند بھاگ نکلی مگر ایک پتھر سے ٹھوکر کھائی اور دوہری ہو کر گر گئی۔ خنیس نے لپک کر اسے اٹھایا اور اپنے کندھے پر رکھ کر واپس چل دیا۔

بھیڑ اٹھائے وہ اوپر آیا اپنی پوستین کے اندر سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا اور اسے برف پر لٹا کر ذبح کر لیا۔ طوانہ اور اس نے مل کر اس کی چمڑی اتار دی اور وہ ماروہ سے ایک بڑا رومال لے کر اسے اس میں باندھ دیا۔ پھر انہوں نے بگھی کے گھوڑے علیحدہ کئے اور دونوں بستر کھول کر ان کے اوپر ڈال دیئے کھانے کا سامان خنیس نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈالا اور اپنا بستر بھی زین سے باندھنے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے پر ماروہ اور قراطیس کو بٹھا دیا۔ بگھی کے ایک گھوڑے پر طوانہ بیٹھ گیا اور اپنے آگے لکڑیوں کا گٹھا رکھ دیا۔ دوسرے گھوڑے پر خنیس بیٹھ گیا اور اس نے اپنے آگے رومال میں بندھا ہوا گوشت، گھوڑوں کا چارہ اور پانی کا مشکیزہ رکھ لیا۔

انہوں نے تھوڑی دیر ہی سفر کیا ہو گا کہ برف پھر گرنے لگی مگر انہوں نے سفر جاری رکھا شام سے ذرا پہلے وہ شاہراہ سے دائیں جانب ہٹ کر کسی پناہ گاہ کی تلاش کرنے لگے کیونکہ رات کے وقت برف باری میں سفر جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔

اندھیرا جب خوب پھیل گیا تھا تو وہ ایک غار تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے غار کا منہ بہت بڑا تھا اور وہ گھوڑوں سمیت ہی اس میں داخل ہو گئے سب نیچے اترے سارا سامان اتار کر ایک

جگہ ڈھیر کر دیا۔

ماروہ اور قراطیس نے فرش پر چار بستر لگا دیئے۔ خنیس نے تینوں گھوڑوں کو ایک کونے میں کھڑا کر کے ان کے سامنے چارے کے توبرے رکھ دیئے تھے اتنی دیر میں طوانہ نے آگ کا الاؤ روشن کر دیا تھا اور پھر ماروہ اور قراطیس طوانہ کی مدد سے گوشت بھوننے لگیں خنیس بھی ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور ہاتھ پھیلا کر اپنے آپ کو گرم کرنے لگا۔ آگ کے شعلے جب خوب بھڑک اٹھے تو خنیس ایک طرف دیکھتے ہوئے چونک اٹھا غار میں جگہ جگہ ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان میں کچھ انسانی پنجر اور کھوپڑیاں بھی تھیں۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔ وہ اٹھ کر ہڈیوں کی طرف بڑھنے لگا تو ایک بار وہ پھر چونکا اور جھک کر فرش پر دیکھنے لگا۔ وہاں جگہ جگہ کسی درندے کے پاؤں کے نشانات تھے۔

خنیس فکرمند ہو گیا۔ دوبارہ وہ آگ کے الاؤ کے پاس آیا جلتی ہوئی ایک لکڑی اٹھائی اور ساری غار کا جائزہ لینے لگا۔ غار میں اس بڑے دروازے کے علاوہ اور کوئی بھی چھوٹا سوراخ تک نہ تھا۔

ماروہ نے اس کی اس حرکت پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو خنیس؟''

وہ پھر الاؤ کے پاس آیا اور جلتی ہوئی لکڑی اس میں رکھنے کے بعد اُس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔

''ہم ایک نئی مصیبت میں آن پھنسے ہیں۔''

قراطیس نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''وہ کیا؟''

''یہ غار کسی درندے کی آماجگاہ ہے۔''

طوانہ، ماروہ اور قراطیس تینوں کے رنگ پیلے ہو گئے۔

طوانہ نے ہمت کر کے پوچھا۔

''تم نے کیسے جانا؟''

''وہ دیکھو ___ جگہ جگہ انسانی پنجر اور کھوپڑیاں پڑی ہیں اس کے علاوہ غار میں درندے کے پاؤں کے تازہ نشانات بھی ہیں۔''

ماروہ اور زیادہ گھبرا گئی اور روہانسی آواز میں کہا۔

''اب کیا ہو گا خنیس؟''

''تم فکر نہ کرو ___ میں اس کا بندوبست کرتا ہوں۔''

خنیس نے سب کی ڈھارس بندھائی۔

اس بار قراطیس نے پوچھا۔

''پنجے کس درندے کے ہیں؟''

''میرے خیال میں تو بھیڑیئے کے ہیں۔''

ماروہ نے مایوسی سے کہا۔

''کیا خبر شیر یا چیتے کے ہوں۔''

''نہیں نہیں۔ یہ چھوٹے کتے کی طرح کا پنجہ ہے ___ شیر کے پنجے تو بڑے ہوتے ہیں!''

ماروہ رو پڑی۔

''پھر اب کیا ہوگا؟''

خنیس ہنسی میں ٹال گیا۔

''تو تم روتی کیوں ہو۔ تم دونوں گوشت بھونتی رہو ___ طوانہ تم اٹھو اور تلوار لے کر ان کے سامنے بیٹھ جاؤ ___ اور ہاں ماروہ! تم اور ماں بھی دونوں اپنی تلواریں اپنے پاس رکھو اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کونے میں پڑا ہوا پتھر اٹھایا اور اسے غار کے منہ پر رکھنے کے بعد وہ تلوار اور ڈھال لے کر اس پر بیٹھ گیا اس کا شاہین بھی اس کے کندھے پر تھا۔

خنیس ایک بار غور سے غار کے باہر دیکھ کر ماروہ کی طرف رخ موڑتا ہوا بولا۔

''میرے شاہین کے لئے تھوڑا سا گوشت کاٹ کر ایک طرف رکھ دینا ماروہ! اور پھر میری بات بھی سننا۔''

ماروہ نے اسی وقت تھوڑا سا گوشت کاٹ کر ایک طرف رکھ دیا اور اٹھ کر اس کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا بات ہے؟''

''سنو ___ تمہاری ماں اور طوانہ دونوں ہی کم دل ہیں تم ایک باہمت اور حوصلہ مند لڑکی ہو میں تم سے ذکر کر رہا ہوں یہ غار کسی بھیڑیئے کی نہیں چیتے یا شیر کی ہے بلکہ چیتا بھی نہیں شیر ہے۔ کیونکہ جو پنجے میں نے دیکھے ہیں وہ تازہ اور کافی بڑے ہیں۔''

ماروہ خوف سے کانپ گئی۔

ہکلاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''پھر؟''

''میرے خیال میں ہم ابھی یہ غار چھوڑ دیں۔''

''تم تو کانپ رہی ہو ___ اس وقت غار چھوڑنا زیادہ خطرناک ہے۔ شیر یہیں کہیں ہوگا۔

راستے میں اس نے اگر ہم پر اچانک حملہ کر دیا تو ہمارے لئے زیادہ نقصان دہ ہوگا۔''

ہمت کر کے ماروہ نے جواب دیا۔

''میں تو یہ جانتی ہوں کہ تمہاری موجودگی میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔''

''اچھا تم جاؤ ___ اور آگ کے پاس جا کر بیٹھو! ___ اور ہاں اگر کوئی زیادہ ہی خطرہ آن پڑے تو تلوار کے بجائے جلتی ہوئی لکڑیوں سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔''

ماروہ جب ماں کے پاس دوبارہ جا کر بیٹھ گئی۔ تو اس نے فکر گیر لہجے میں پوچھا۔

''کیا کہتا ہے خنیس۔''

ماروہ ٹال گئی۔

''کچھ نہیں امی۔''

قراطیس نے اداس لہجے میں کہا۔

''میں سمجھ گئی ہوں بیٹی ___ کہ اس نے کیا کہا ہے۔ یہ غار کسی بھیڑیئے کی نہیں بلکہ کسی بڑے درندے کی ہے۔''

طوانہ نے بھی یہ بات سن لی تھی اور خوف کی ایک تیز لہر اس کے جسم میں بجلی کی طرح کوند گئی تھی۔

خنیس کی آواز پھر غار میں گونجی۔

''طوانہ ___ آگ کا ایک الاؤ غار کے باہر بھی روشن کر دو! اس سے ایک طرف تو غار کی طرف آنے والا راستہ روشن ہو جائے گا۔ دوسرے جو بھی درندہ اس غار میں رہتا ہے وہ اس قدر جلدی غار میں داخل نہ ہوگا کیونکہ الاؤ دیکھ کر وہ ضرور ٹھٹکے گا اور اس طرح مجھے موقعہ مل جائے گا کہ میں اُسے آسانی سے ٹھکانے لگا سکوں۔''

طوانہ نے عذر پیش کیا۔

''اگر میرے آگ جلاتے جلاتے ہی کوئی چیز باہر سے آ گئی تو پھر؟''

ماروہ نے اسے ڈانٹا۔

''بزدل! تم لکڑیاں غار کے باہر رکھو میں خود وہاں آگ کا الاؤ روشن کرتی ہوں۔''

طوانہ نے اٹھ کر کچھ لکڑیاں غار کے باہر رکھ دیں ماروہ نے بھی آگ کے آلاؤ میں سے چند جلتی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں اور باہر آ کر آگ جلانے لگی۔ طوانہ اس کے پاس ہی کھڑا رہا۔

ماروہ نے اسے خفگی میں کہا۔

''تم جاؤ امی کو گوشت بھوننے میں مدد دو۔''

طوانہ قراطیس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ ماروہ نے آگ کا الاؤ خوب روشن کر دیا اب غار کی طرف آگے والا راستہ اچھی طرح دکھائی دینے لگا تھا ہلکی ہلکی برف اب بھی گر رہی تھی۔ الاؤ روشن کر کے ماروہ مڑی اور خنیس کے پاس کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

''دروازے کے ایک طرف تم بیٹھے ہو تو دوسری طرف میں بیٹھ جاتی ہوں اس طرح ہم آنے والی ہر مصیبت کا آسانی سے مقابلہ کر سکیں گے۔''

''نہیں تم جاؤ ___ ادھر جا کر بیٹھ جاؤ ___ مجھے تمہاری جب ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔''

ماروہ پھر قراطیس کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور گوشت بھوننے میں مدد کرنے لگی۔

کافی دیر گزر گئی۔ گوشت بھون کر انہوں نے آگ کے پاس ہی رکھ دیا تھا۔ غار کے باہر جلتا ہوا الاؤ ایک بار خوب جل کر مدھم ہو گیا تھا اب اس میں اور لکڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور دوبارہ وہ خوب روشن ہو گیا تھا۔

اچانک باہر آہٹ سنائی دی ___ خنیس چوکنا ہو گیا پھر اس نے جب باہر دیکھا تو اُسے یوں دکھائی دیا جیسے چار چمکتے ہوئے ستارے غار کی طرف بڑھ رہے ہوں اس نے باہر دیکھتے ہی دیکھتے کہا۔

''تیار ہو جاؤ کوئی چیز آ رہی ہے۔''

ماروہ قراطیس اور طوانہ نے اپنی اپنی تلواریں سونت لیں۔ سب نے دم سادھ لئے تھے غار میں گہرا سکوت چھا گیا تھا۔ ہر کوئی اپنے دل کی دھڑکن تک سن سکتا تھا اس دوران ماروہ کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔

''کیا چیز ہے خنیس؟''

خنیس نے مدھم سی آواز میں کہا۔

''ابھی کچھ پتہ نہیں چل رہا ___ بہر حال دو ہیں اور ان کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی ہیں، الاؤ کی روشنی کے دائرے میں آئیں تو پھر پتہ چلے گا کیا ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد روشنی کے ہالے میں دو جوان اور تنومند شیر نمودار ہوئے وہ نر اور مادہ تھے۔ غار کی طرف بڑھتے ہوئے اب ان کی رفتار پہلے کی نسبت خاصی تیز ہو گئی تھی۔ شاید وہ انسانی بو پا گئے تھے۔

☆.....☆.....☆

خنیس نے شاہین کو ان کی طرف اشارہ کیا تو وہ فوراً فضا میں پرواز کر گیا۔

ساتھ ہی خنیس کی آواز بھی ابھری۔

''دو شیر ہیں۔''

سب کا خون خشک ہو کر رہ گیا تھا اور خنیس کھڑا ہو کر دروازے کی اوٹ لے کر باہر دیکھنے لگا تھا اس کے دیکھتے ہی دیکھتے شاہین نر شیر پر جھپٹا جب وہ اس کی ایک آنکھ نکال رہا تھا تو شیر بری طرح دھاڑنے لگا تھا غار کے اندر قراطیس ماروہ اور طوانہ بری طرح سہم گئے تھے اور گھوڑے بدک گئے تھے۔

نر کے دھاڑنے پر مادہ گھبرا گئی اور خوفزدہ ہو کر وہ غار کی طرف بھاگی گو غار کے سامنے آگ کا الاؤ روشن تھا۔ مگر وہ اس کی پرواہ کئے بغیر جب پھلانگتی ہوئی غار کے اندر داخل ہو رہی تھی تو عین اسی لمحے خنیس نے وقت ضائع کئے بغیر اس کی گردن پر تلوار ماری مادہ کی گردن کٹ کر علیحدہ ہو گئی اور وہ غار کے دہانے کے پاس ہی گر گئی۔

شاہین نر شیر کی ایک آنکھ نکال چکا تھا مگر مادہ جب غار کی طرف بھاگی تھی تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگ نکلا تھا اور خنیس نے جس وقت مادہ کی گردن کاٹی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے ہی شیر غار میں داخل ہو گیا تھا۔ غار میں داخل ہوتے ہی وہ ایک دیوار سے ٹکرایا اور زمین پر گر گیا۔

شاہین خنیس کے پاس واپس آ گیا تھا شاید وہ اس کی آنکھیں نکال چکا تھا۔

گھوڑے بری طرح بدک گئے شیر کی بو تو وہ پہلے ہی پا چکے تھے۔ اب جو شیر غار میں داخل ہوا تو وہ بے تحاشہ بھاگتے ہوئے غار سے باہر نکل گئے تھے۔ شیر کھڑا ہو گیا تھا اور اپنا منہ دیوار سے لگائے غرا رہا تھا۔

خنیس آہستہ آہستہ دبے دبے پاؤں چلتا ہوا آگ کے الاؤ کے پاس آیا اور تینوں سے سرگوشی کی۔

''تم تینوں باہر نکل جاؤ ___ ایک شیر کو تو میں ختم کر چکا ہوں دوسرا شاہین نے اندھا کر دیا ہے اب یہ ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ میں اس کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تمہاری موجودگی یہاں ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے وہ میرے قدموں کی چاپ سن لے اور غصے کے عالم میں غار کے اندر دھرا دھر بھاگے ایسی صورت میں وہ تم لوگوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ چلو جلدی کرو باہر چلے جاؤ۔''

ماروہ نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر خنیس نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

''ضد نہ کرنا۔''

ان کی بات چیت سے شیر اور زیادہ غرانے لگا تھا وہ تینوں جب باہر نکل گئے تو خنیس آہستہ

آہستہ شیر کی طرف بڑھا اس کے ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں تلوار تھی۔ شیر کی گردن پر وار نہ کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنا سر اور گردن غار کی دیوار کے ساتھ لگا رکھے تھے۔

قریب جا کر خنیس نے تلوار اٹھائی اور خوب طاقت کے ساتھ اس نے اپنی تلوار شیر کی کمر پر گرائی اس کا پچھلا دھڑ کٹ کر زمین پر گر گیا۔ وہ اس قدر بلند آواز میں دھاڑا کہ پوری غار کانپ اٹھی۔

خنیس بھاگ کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک سسک سسک کر وہ مر گیا۔ خنیس اس کے دھڑ کے دونوں حصے گھسیٹتا باہر لایا اور اسے غار کے دھانے پر باہر پھینک دیا۔ مادہ شیر کو بھی گھسیٹ کر اس نے غار سے باہر پھینک دیا۔

پھر وہ باہر نکلا۔ ماروہ اور قراطیس ایک برف سے ڈھکی ہوئی چٹان کے پیچھے کھڑی تھیں ان کے قریب ہی طوانہ بھی سہما ہوا کھڑا تھا۔ تینوں ہی سردی سے کانپ رہے تھے۔ خنیس کو دیکھتے ہی ماروہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''شیر ختم ہو گیا خنیس؟''

خنیس مسکرایا۔

''ہاں ختم ہو گیا۔''

طوانہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''دیکھ لینا کہیں زندہ ہی نہ ہوا بھی تک۔''

خنیس کھل کر ہنس دیا۔

''تم تو سایوں سے بھی ڈرتے ہو۔''

وہ تینوں اس کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ قراطیس نے فکرمندی سے کہا۔

''گھوڑے تو بھاگ گئے اب کیا کریں گے؟''

خنیس نے ایک چٹان پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا گھوڑے کہیں بھی نظر نہ آ رہے تھے اس نے منہ میں انگلیاں ڈالیں اور زور سے سیٹی بجائی۔ دور کہیں چٹانوں کی اوٹ میں اس کا گھوڑا ہنہنایا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک چٹان سے نکلا اور خنیس کے پاس آ کھڑا ہوا اس کے پیچھے پیچھے دوسرے دونوں گھوڑے بھی تھے۔

خنیس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی۔ منہ سہلایا پھر اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر وہ اسے غار میں لے آیا۔

دوسرے گھوڑے بھی اندر آ گئے اور دوبارہ وہ اپنے اپنے توبرے سے چارہ کھانے لگے خنیس

نے اپنے گھوڑوں کی زین سے لٹکتا ہوا کلہاڑا کھولا اور باہر چل دیا۔

''کدھر جا رہے ہو؟''

ماروہ نے پوچھا۔

''میں باہر دو درخت دیکھ کر آیا ہوں ___ انہیں کاٹ لاؤں ___ یہ لکڑی تو تھوڑی دیر تک ختم ہو جائے گی اور ہمیں صبح تک آگ روشن رکھنی چاہئے ___ آؤ طوانہ تم بھی میرے ساتھ تم لکڑیاں اٹھا اٹھا کر اندر لاتے جانا اور میں کاٹتا جاؤں گا۔'' دونوں باہر جانے لگے۔ تو ماروہ نے پوچھا۔

''میں بھی ساتھ چلوں؟''

غار سے باہر نکلتے ہوئے خنیس نے جواب دیا۔

''نہیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔''

خنیس نے دونوں درخت کاٹ دیئے اور طوانہ ساری لکڑیاں اٹھا کر اندر لے آیا اب ان کے پاس لکڑیوں کا خاصہ ڈھیر لگ گیا تھا۔ غار کے باہر جلتا ہوا الاؤ انہوں نے بجھا دیا اور اندر جلتی ہوئی آگ میں اور لکڑیاں ڈال دیں۔ جتنی دیر تک وہ لکڑیاں کاٹتے رہے ماروہ اور قراطیس نے بھنا ہوا گوشت کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان پر نمک مرچ ڈال دیا تھا۔

خنیس نے ماروہ سے بچایا ہوا گوشت کا ٹکڑا لے کر اسے مزید چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹا اور شاہین کے آگے ڈال دیا اور وہ چاروں بھی گول دائرے کی شکل میں آگ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے بعد ماروہ سارے بستر درست کرنے لگی۔

اس دوران خنیس نے طوانہ سے کہا۔

''رات کو جاگ کر پہرہ دے لو گے یا نہیں ___ اب تو رات بھی کافی ہو چکی ہے۔''

طوانہ سے پہلے ماروہ بول پڑی۔

''کیوں نہیں دے سکے گا ___ تم آرام کرو ___ خنیس رات کو طوانہ جاگے گا۔''

طوانہ نے اپنا عذر پیش کیا۔

''رات کو کوئی اور درندہ آن گھسا تو پھر؟''

خنیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''تم بھی بزدل ہی ہو اول تو کوئی درندہ آئے گا ہی نہیں کیونکہ یہ آماجگاہ ان دونوں نر مادہ شیر کی تھی اور کوئی دوسرا جانور ادھر رخ کرنے کی جرات ہی نہیں کر سکتا۔ خاص کر اس وقت جبکہ ان

دونوں درندوں کی لاشیں غار کے دھانے پر پڑی ہیں ویسے اگر تمہیں کوئی خطرہ محسوس ہو تو مجھے فوراً جگا لینا۔"

"جلدی اٹھ جاؤ گے نا۔"

"کیوں نہیں اٹھوں گا۔"

"اچھا پھر تم سب لوگ سو جاؤ میں جاگوں گا۔"

خنیس ماروہ اور قراطیس بستروں میں لیٹ گئے اور طوانہ اپنے بستر میں بیٹھ کر پہرہ دینے لگا۔

☆.....☆.....☆

برف باری تھم گئی تھی۔ سورج نکل آیا تھا۔ ماروہ جب جاگی تو اس نے دیکھا کہ قراطیس آگ کے آلاؤ کے پاس بیٹھی تھی اور طوانہ خنیس کے بستر پر سویا ہوا تھا۔

ماروہ نے قراطیس سے پوچھا۔

"خنیس کہاں ہے ماں؟"

قراطیس نے ایک اور لکڑی آگ کے آلاؤ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"تھوڑی دیر ہوئی اٹھ کر باہر گیا ہے۔"

"اور یہ طوانہ کب کا سو رہا ہے؟"

"رات کا آدھا حصہ خنیس سویا تھا۔ اس کے بعد وہ خود پہرہ دیتا رہا اور طوانہ کو سلا دیا۔"

ماروہ اٹھ کر باہر آئی۔ غار کے دہانے کے پاس اُن دونوں نر، مادہ شیر کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے دیکھا دھوپ خوب چڑھی ہوئی تھی خوراک کی تلاش میں فضاؤں کو چیرتے ہوئے اِدھر اُدھر تے طیور سرودِ سحر گا رہے تھے۔

پھر اس کے کانوں میں کسی کے گانے کی آواز سنائی دی یقیناً وہ خنیس ہی کی مسحور کن اور مدھ بھری آواز تھی وہ بھاگتی ہوئی ایک چٹان پر چڑھ گئی۔ دور ـــــ دریائے جیحون کی طرف سے خنیس اسے آتا دکھائی دیا اس کے ہاتھ میں کچھ شکار کئے ہوئے پرندے تھے وہ گاتا ہوا غار کی طرف آ رہا تھا۔

خنیس کی فسوں خیز آواز پھر ماروہ کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ گا رہا تھا۔

وَحَلِيلِ نَمانِيَةٍ تَرَكْتُ مُجَدَّلاً

نازنین عورتوں کے بہت سے شوہروں کو میں نے زمین پر پچھاڑ کر اس حال میں چھوڑا۔

تَمْكُوْ فَرِيْصَتَهُ لَشِدْقِ الْاَغْلَمِ

کہ ان کے شانے کا گوشت ہونٹ کٹے ہوئے شخص کی باچھ کی طرح آواز کرتا ہے۔

تُنْبِئُكَ مَنْ شَهِدَالْوَقَائِعَ اَنَّنِيْ

جو لوگ لڑائیوں میں موجود تھے تجھے بتائیں گے۔

اَغْشَى الْوَغٰى وَاَعِفُّ عِنْدَ الْمَغْنَمِ

کہ میں لڑائی پر چھا جاتا ہوں اور تقسیم غنیمت کے وقت دامن کشاں رہتا ہوں۔

اِذَابَلَغَ الْفِطَامَ لَنَاصَبِيٌّ

جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھڑانے کی مدت کو پہنچتا ہے۔

تَخِرُّلَهُ الْجَبَابِرُ سَاجِدِيْنَا

تو دوسری اقوام کے متکبر (سردار) اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔

چٹان کے قریب آ کر جب اس کی نظر ماروہ پر پڑی تو وہ خاموش ہو گیا ماروہ جلدی جلدی نیچے اتری اور خنیس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں چلے گئے تھے؟"

وہ مسکرا دیا۔

"ذرا دریا کی طرف گیا تھا۔"

"اور یہ پرندے کیسے شکار کر لئے؟"

"اپنے اس شاہین سے۔"

"پھر تو یہ تمہارے لئے بہت فائدہ مند ہے۔"

"کیوں نہیں ـــــ یہ میرا بہترین دوست ہے میرے دشمن پر خونخواری سے حملہ آور ہوتا ہے۔ شکار کرتا ہے اس کے علاوہ پیغام رسانی بھی کرتا ہے اس کو جہاں سے بھی فضا میں چھوڑ دوں یہ میرے گھر پہنچ جائے گا۔"

"کتنے عرصہ میں تم نے اسے یہ تربیت دی ہے۔"

"پانچ سال لگ گئے ہوں گے۔"

دونوں غار میں آئے۔ خنیس نے طوانہ کو جگایا اور دونوں کوچ کی تیاری کرنے لگے قراطیس اور ماروہ نے شکار کئے ہوئے پرندے بھون لئے اتنی دیر تک خنیس اور طوانہ گھوڑے تیار کر چکے تھے تھوڑی دیر بعد وہ غار سے نکل کر چٹانوں سے گھرے ہوئے راستہ کو عبور کر کے ایک بار پھر دریائے جیحون کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

شام ہو گئی تھی اور خنیس ماروہ، قراطیس اور طوانہ کے ساتھ اپنی بستی میں داخل ہو رہا تھا۔

بالکونیوں اور گھروں کی کھڑکیوں کے پردوں کی اوٹ میں سے عورتوں کی وہی سحر کر دینے والی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں وہ خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

اَھلاً و سھلاً و مَرحبا

مارہ اور قراطیس ایک دوسرے کی طرف حیرت زدہ سی ہو کر دیکھ رہی تھیں اتنے میں خنیس انہیں لے کر اپنی حویلی میں داخل ہو گیا۔ اس کی ماں سلامہ، بھائی احمد، خالہ مراجل اور خالہ زاد بہن دمنہ نے ان سب کا گرم جوشی سے استقبال کیا طوانہ کو احمد اپنے ساتھ لے گیا اور دمنہ سب کے گھوڑے باندھنے لگی۔ سلامہ اور مراجل، قراطیس اور مارہ کو اندر لے گئیں۔

خنیس نے گھوڑوں سے سامان علیحدہ کرتے ہوئے دمنہ سے پوچھا۔

"حرب بھائی آیا ہے؟"

دمنہ ایک گھوڑے کو باندھ رہی تھی۔

"کوئی بھی نہیں آئے۔"

"ان کا کوئی ساتھی آیا؟"

"نہیں۔"

خنیس نے گھوڑوں سے سامان علیحدہ کر دیا اور دمنہ نے ان کے توبرے دانے سے بھر کر انہیں چڑھا دیئے پھر اس نے خنیس کو کپڑے نکال کر دیئے اور وہ لباس تبدیل کر کے جب مارہ اور قراطیس کی طرف آیا تو اس نے دیکھا کہ مارہ اس کی ماں اور خالہ کو اپنی داستان سنا رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی سلامہ نے بڑے پیار سے کہا۔

"آجاؤ بیٹھے۔ میں بیحد خوش ہوں کہ تم نے ان کی مدد کی ہے۔"

"یہ تو انسانی فرض تھا ماں!"

خنیس اندر آ گیا۔ اتنے میں دمنہ بھی ادھر ہی آ گئی اور مارہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ سلامہ پھر بولی۔ وہ دمنہ سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تم اٹھ کر مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرو بیٹی۔"

دمنہ جب کھڑی ہوئی تو مارہ نے اپنی ماں سے کہا۔

"میں بھی اس کے ساتھ جاؤں ماں۔"

جواب میں قراطیس سلامہ کی طرف دیکھنے لگی تو اس نے مسکراتے ہوئے قراطیس سے پوچھا۔

"کیا کہتی ہے؟"

"دمنہ کے ساتھ جانے کو کہتی ہے۔"

"چلی جائے۔"

مارہ اور دمنہ دونوں مسکراتی ہوئیں اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ خنیس بھی اٹھا اور ایک دوسرے کمرے میں اپنے بڑے بھائی احمد اور طوانہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

قراطیس مارہ اور طوانہ نے دو دنوں تک خنیس کے گھر میں قیام کیا۔ اس دوران ان کی آرائش کا کچھ ایسا خیال رکھا گیا تھا کہ ان کے سفر کی ساری صعوبت جاتی رہی تھی سلامہ اور دمنہ تو انہیں زیادہ ٹھہرانے پر بضد تھیں مگر قراطیس نے منت سماجت کر کے کوچ کی اجازت لے لی تھی۔

ایک روز وہ دوپہر سے کافی دیر پہلے ہی ترمز شہر میں داخل ہوئے قراطیس اور مارہ کا گھوڑا آگے آگے تھا۔ خنیس اور طوانہ ان دونوں کی راہنمائی میں ایک نہایت خوبصورت اور وسیع حویلی میں داخل ہوئے جس کے اندر انجیر، سیب، انگور، بادام اور خوبانی کے پودوں کا خوبصورت باغ بھی تھا۔

حویلی کی عمارت سہ منزلہ تھی جس کے دائیں جانب باغ تھے اور اس سے آگے حویلی کی حدود میں ہی کچھ اور مکان بھی بنے ہوئے تھے پوری حویلی کے گرد قلعہ کی طرح دیوار کھچی ہوئی تھی۔

جب وہ اس حویلی میں داخل ہوئے تو دو غلام بھاگتے ہوئے آئے اور ان کے گھوڑے پکڑ لئے۔ وہ مارہ، قراطیس اور طوانہ کے ساتھ بڑے تپاک اور بے تکلف انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ شائد وہ پہلے ہی سے ان کو جانتے تھے خنیس گھوڑے سے اتر کر ایک طرف کھڑا ہو گیا ان میں سے ایک گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ دوسرا خنیس اور طوانہ کو حویلی کے ایک کمرہ کی طرف قراطیس اور مارہ حویلی کی دوسری جانب چلی گئی تھیں۔

وہ غلام انہیں کمرے میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ کافی دیر تک خنیس اور طوانہ چپ چاپ ہی بیٹھے رہے آخر تنگ آ کر اور وقت گزارنے کی خاطر خنیس نے طوانہ سے پوچھا۔

"یہ ان کے خالو کا گھر ہے۔"

طوانہ نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں۔"

"کیا نام ہے اس کا۔"

"اس کا نام توفیل ہے۔"

خنیس چونک پڑا۔

"توفیل؟"

''کیا تم جانتے ہو اُسے۔''

''نہیں۔''

''پھر تم نے اس کا نام کیوں دہرایا۔''

''بس یوں ہی۔ یہ میری عادت ہے اس توفیل کی اولاد کیا ہے۔''

''بس یوں ہی لڑکا ہے جس کا نام وصیف ہے۔''

خنیس کے ذہن میں شاہک کے الفاظ گونج اٹھے

''ترمز کا ایک امیر کبیر پارسی ہے اس کا نام توفیل ہے یہ سارا کام اس کا اور اس کے بیٹے وصیف کا ہے انہوں نے مسلمانوں کے قافلے کی ہر نقل وحرکت کی اطلاع دی اور قافلے سے جو زر وجواہرات اور دولت ہاتھ آئی تھی اس کا ایک حصہ توفیل کو بھی ملا تھا۔''

خنیس کا ہاتھ از خود تلوار کے دستے پر جا کر ٹھہر گیا اتنے میں باہر قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ سنبھل گیا۔ ایک خوب قد آور اور ڈھلتی ہوئی عمر کا مرد اندر آیا پہلے وہ طوانہ سے ملا پھر خنیس سے ملتے ہوئے اس نے کہا۔

''قراطیس اور ماروہ مجھے تمہارے متعلق بہت کچھ بتا چکی ہیں ہم سب ہی تمہارے مشکور ہیں۔''

''اسی وقت دو جوان اندر آئے ان میں سے ایک تو تناور سا بھرے ہوئے جسم کا کوئی سخت جان جوان تھا اور دوسرا کچھ دبلا تھا۔

وہ معمر مرد پھر بولا۔

''میرا نام توفیل ہے۔ پھر اس نے دبلے جوان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ میرا بیٹا وصیف اور اس نے اس تناور جوان کی طرف اشارہ کیا اس کا نام باغر ہے قراطیس اور ماروہ کو لانے کے لئے میں نے اسے خوارزم بھیجا تھا۔ مگر یہ انہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ قراطیس اور ماروہ نے مجھے تمہارے متعلق جو داستان سنائی ہے اس کی رو سے میں تمہاری بہادری اور شجاعت کی داد دیتا ہوں۔''

توفیل نے اس بار ذرا عیاری سے کہا۔

''ماروہ نے مجھے تمہارا نام بتایا تھا۔ میں بھول گیا ہوں۔ بھلا سا نام تھا۔ کیا نام ہے تمہارا اس کی بات چیت سے صاف ظاہر تھا کہ اس میں مصنوعی پن ہے۔

خنیس نے بلا جھجک کہہ دیا۔

''میرا نام خنیس بن یوسف ہے۔

باغر اور توصیف اس نام پر اس طرح چونک پڑے جیسے انہیں پہلے خبر نہ تھی۔ توفیل باغر اور وصیف کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے بولا۔

''میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔''

خنیس چوکنا ہو گیا۔ اسے خطرے کی بو آنے لگی تھی گو وہ دشمنوں کے اندر آن پھنسا تھا تاہم اس کے اوسان بحال تھے۔ توفیل باغر اور وصیف کو ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا اور بڑی رازداری سے کہا۔

''جس بھیڑیئے کی ہمیں تلاش تھی وہ خود ہی یہاں آ گیا ہے۔''

وصیف نے اپنا خدشہ پیش کیا۔

''بڑا بلا، دیو اور قوی جوان ہے کسی نے صحیح اسے بھیڑیا کہا ہے۔''

توفیل نے شائد اس کی تشفی کے لئے کہا۔

''اپنا باغر اس سے کم تر جوان تو نہیں۔ اب تم دونوں میری بات سنو! وہ ہمیں پہچان گیا ہے اسے یہاں ختم کرنا ٹھیک نہیں قراطیس اور ماروہ اسے ہاتھ نہیں لگانے دیں گی اسے ٹھکانے لگانے کی کوئی ترکیب سوچو ورنہ وہ آج ہی رات ہم سب کو ختم کر کے چلا جائے گا۔ تم نے دیکھا نہیں اس کی آنکھیں کس قدر خوفناک ہو گئی تھیں۔''

باغر پہلی بار بولا۔

''تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ وہ ہمیں پہچان چکا ہے۔''

''ماروہ کہہ رہی تھی کہ وہ اپنے کسی دشمن کی تلاش میں خوارزم گیا تھا یقیناً وہ تمہارے تعاقب ہی میں گیا تھا۔ تم اکیلے گئے تھے۔ شکر کرو خیریت سے آ گئے ہو اور اس سے سامنا نہیں ہوا۔

باغر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''اگر مل جاتا تو آج زندہ نہ ہوتا۔ میں تو کہتا ہوں اسے نکالو باہر اور میں اسے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اگر وہ میرے سامنے چند ثانئے بھی ٹھہر سکا تو باغر نہ کہنا۔

توفیل نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

''ایسا کرنا بیوقوفی ہے کوئی اور ترکیب سوچو۔''

''پھر ایک اور کام کرو۔''

''کیا۔؟''

''تم کسی طرح اس کے کان میں یہ بات ڈال دو کہ میں آج اکیلا اپنے گھر جا رہا ہوں۔ یقیناً وہ بھی کسی بہانے سے یہاں سے نکل کر میرا تعاقب کرے گا۔ میں اسے اپنے پیچھے لگا کر دریائے

زینم کے اس پار لے جاؤں گا۔ پہاڑ کے اوپر میں اپنا ایک آدمی پہلے ہی سے کھڑا کر دوں گا جو کمند پھینکنے میں ماہر ہے وہاں ہم اس پر کمند پھینک کر پھنسا لیں گے اور وہیں ختم کر دیں گے بولو کیسی ترکیب ہے۔"

توفیل خوش ہو گیا۔ "بس بالکل ٹھیک ہے۔"

☆.....☆.....☆

خنیس اسی طرح کمرے میں طوانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ماروہ اندر آئی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ خنیس۔"

خنیس کھڑا ہو گیا۔

"کہاں؟"

"تم آؤ تو سہی نا ___"

وہ اس کے ساتھ ہو لیا ماروہ اسے ایک کمرے میں لے گئی جس میں آرائش کا ہر قسم کا سامان تھا کمرے کے اندر ایک اور دروازہ تھا جو شائد ساتھ والے کمرہ میں کھلتا تھا ماروہ نے خنیس سے کہا۔

"تم اس کمرے میں رہو گے اور ساتھ والا کمرہ میرا اور امی کا ہے دونوں کمروں کے درمیان دروازہ بھی ہے اب تم درمیانی دروازہ سے نکل کر امی کے پاس جا کر بیٹھو میں ذرا طوانہ کو بازار بھیج آؤں۔"

"کیوں ___؟"

تمہارے لئے کپڑے لے آئے۔"

"کیا ضرورت ہے۔"

"بس تم چپ رہو ___ میں جو کچھ کروں گی اس میں میری اپنی خوشی شامل ہو گی۔"

ماروہ جب باہر جانے لگی تو خنیس پھر بولا۔

"سنو ماروہ!"

وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"میری امی نے تمہیں بتایا تھا نا کہ کس طرح ہمارا ایک تجارتی قافلہ لٹا تھا اور میرے پیچھے ایک شخص نے کرائے کے قاتل لگائے ہوئے ہیں؟"

"ہاں بتایا تھا۔"

"وہ شخص تمہارا خالو توفیل ہے اور میں نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ میں خوارزم میں اپنے ایک

ایسے دشمن کے پیچھے لگا تھا جسے مجھے قتل کرنے پر مامور کیا گیا تھا وہ جوان بھی وہی ہے جسے تمہارے ماموں نے تم دونوں ماں بیٹی کو لانے خوارزم بھیجا تھا اور وہ ناکام لوٹ آیا تھا اس کا نام باغر ہے اور وہ اب بھی اسی حویلی میں ہے میں خود اسے دیکھ بھی چکا ہوں۔"

ماروہ اداس ہو گئی اور عجیب طرح سے خنیس کی طرف دیکھنے لگی۔

"برا مان گئی ہو۔"

ماروہ چونک پڑی۔

"نہیں ہرگز نہیں ___ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں ___ اگر کہہ دوں تو برا تو نہ مانو گے۔"

"بیشک کہو۔ میں ہر قسم کی باتیں سننے کا عادی ہوں۔"

"تو پھر سنو ___ مجھے تم دنیا کی ہر چیز سے عزیز ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ خواہ وہ میرا خالو ہی کیوں نہ ہو۔ میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ تمہاری سلامتی اور خوشی مجھے اپنی جان پر بھی مقدم ہو گی۔ یقین کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ کھل کر کہوں۔"

خنیس نے آگے بڑھ کر ماروہ کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ میں تمہارے ان الفاظ کی قدر کرتا ہوں ___ میں بھی تمہارے لئے ایسا ہی جذبہ رکھتا ہوں آج سے تم میری عزت ہو۔ تمہیں خوش رکھنا اور تمہاری حفاظت آج سے مجھ پر فرض ہے۔

ماروہ نے بے اختیار ہو کر اپنا سر خنیس کے کشادہ سینے پر رکھ دیا اور خوشی سے ملے جلے جذبات میں کہا۔

"تمہارے یہ الفاظ میرے لئے سب سے بڑا انعام ہیں خنیس ___ میں محسوس کرتی ہوں کہ مجھے دنیا کی سب سے قیمتی متاع مل گئی ہے۔ اب تم جہاں بھی رہو مجھے اطمینان ہو گا کہ تم میرے ہو۔"

باہر قدموں کی چاپ سنائی دی اور دونوں فوراً علیحدہ ہو گئے ماروہ نکل گئی اور خنیس ساتھ والے کمرے میں قراطیس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر تک کھانا آ گیا۔ قراطیس، ماروہ اور خنیس تینوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا اور جب وہ کھانا کھا چکے تو توفیل کمرے میں آیا اور خنیس سے کہا۔

ہمارا ایک عزیز جس کا نام باغر ہے ہمارے پاس ٹھہرا ہوا ہے۔ واپس اپنے گھر جا رہا ہے۔ میں اسے الوداع کہہ آؤں پھر تمہارے پاس بیٹھ کر باتیں کروں گا۔"

توفیل جب چلا گیا تو خنیس بھی فوراً اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا ماروہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی اور پریشانی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں تم اس کا تعاقب کرو گے"

"ہاں۔ میں ضرور اس کا تعاقب کروں گا۔ میں آج ہی اس سے اپنا حساب بیباک کرلوں گا۔تم ذرا طوفانہ سے کہو میرا گھوڑا تیار کرے۔"

ماروہ کچھ کہنا چاہتی ہی تھی کہ خنیس پہلے ہی بول پڑا۔

"کوئی ضد نہ کرنا ماروہ ___ یہ میرا فرض ہے مجھے تم کتنی عزیز ہو یہ میں جانتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم میری خوشی کو اپنی خوشی سمجھو گی۔"

ماروہ کا سر جھک گیا اور وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔

☆.....☆.....☆

باغر سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار حویلی سے باہر نکلا دور باغ کے اندر توفیل اور وصیف کھڑے اسے دیکھ رہے تھے اس کے پیچھے ہی پیچھے خنیس بھی حویلی سے نکلا ماروہ کھڑکی میں کھڑی اسے جاتا دیکھ رہی تھی اور اس کی سلامتی کے لئے دعا مانگ رہی تھی خنیس جب حویلی سے باہر نکل رہا تھا۔

توفیل نے خوش ہوتے ہوئے اپنے بیٹے وصیف سے کہا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ یہ ضرور باغر کا تعاقب کرے گا۔"

"چلو یہ بلا خود بخود ہی سر سے اتر گئی ___ باغر اور اس کا ساتھی خود ہی اس سے نمٹ لیں گے۔"

شہر کے اندر دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر چلتے رہے..... خنیس بڑا چھپ چھپ کر اس کا تعاقب کر رہا تھا شہر سے باہر نکل کر باغر نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی اور اسے پوری رفتار کے ساتھ دوڑا دیا خنیس بھی اس کے پیچھے تھا اور اس کا گھوڑا بھی سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ وہ کش اور وہاں سے سمرقند جانے والی شاہراہ پر گھوڑے دوڑا رہے تھے۔

دونوں نے جب دریائے زنیل کے پل کو عبور کیا تو اب پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

باغر کا گھوڑا بڑی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا مگر خنیس کا گھوڑا اس کے پاؤں پر پاؤں رکھتا آ رہا تھا۔

پہاڑی سلسلہ میں آ کر خنیس نے زور سے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی۔

"لعنت ہے تیرے عربی ہونے پر اگر تو اس سفدی ٹٹو کو نہ پکڑ سکے۔"

گھوڑا ہنہنایا۔ اور پہلے کی نسبت اپنی رفتار تیز کر دی اب اس کے سموں سے چھوٹے چھوٹے کنکر پیچھے کی سمت اُڑ رہے تھے۔

خنیس نے پھر گھوڑے سے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم تھکے ہوئے ہو دوست ___ پر دشمن آج اگر نکل گیا تو تیری اور میری دونوں کی بے عزتی ہے۔"

گھوڑا اب بار بار نتھنے پھڑ پھڑا رہا تھا اور لحہ بہ لحہ فاصلہ کم کرتا جا رہا تھا وہ اس قدر تیزی سے بھاگ رہا تھا کہ زین پر بیٹھا ہوا شاہین بار بار اپنے پر پھڑ پھڑا رہا تھا۔

دونوں گھوڑے جب ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے تو ایک چٹان کے اوپر سے باغر کے آدمی نے کمند پھینکی جو خنیس کے گلے میں پھنس گئی۔ وہ گھوڑے سے بری طرح پتھریلی زمین پر گیا گیا اور گھوڑا تھوڑی دور آگے جا کر رک گیا اور پھر واپس مڑ آیا۔ خنیس پشت کے بل زمین پر گرا تھا اور چونکہ اس کی پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش تھا لہٰذا اسے کوئی چوٹ نہ آئی تھی۔

خنیس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ایک لحہ ضائع کئے بغیر اس نے گلے میں پھنسی ہوئی کمند پکڑی اور ایک زوردار جھٹکا دے کر اپنی طرف کھینچا چٹان پر کھڑا جوان نیچے آ رہا۔ اور ایک پتھر گرتے ہوئے دلدوز چیخ کے ساتھ ختم ہو گیا اس وقت تک باغر بھی اس کے قریب آ گیا تھا اور اپنا نیزہ سیدھا کرتے ہوئے پہلے اس نے قہقہہ لگایا۔

پھر غصہ میں کہا۔

"لو سنبھلو ___ دیکھتا ہوں تم کیسے بچتے ہو میرے وار سے۔"

اس نے اپنا گھوڑا دوڑا دیا۔

اور پھر نیزے کا بھرپور وار کیا ___ خنیس جست مار کر دوسری طرف گر گیا اور بچ گیا۔

فوراً وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اب اس نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال لی تھی۔ باغر پھر حملہ آور ہو چکا تھا۔

خنیس نے گھوڑے کو ہلکی سی ایڑھ لگائی۔ اُس نے فوراً گھٹنے دہرے کر لئے اور زمین پر جھک گیا۔ باغر کا دوسرا وار بھی خالی نکل گیا۔

خنیس نے گھوڑے کی باگیں کھینچیں تو وہ اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھا کر زور سے ہنہنایا۔

شائد یہ اس کی فتح مندی کا اعلان تھا۔

خنیس نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"شاباس۔ چلو اب تمہاری باری ہے"

ساتھ ہی وہ زور سے چلایا۔

''سنبھلو سفدی کتے۔''

گھوڑا تیزی سے مڑا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

باغر جب مڑ رہا تھا تو خنیس کا گھوڑا اس کے پاس پہنچ کر اور پھر اپنی ٹانگیں اٹھا کر ہنہنایا۔____!

اور عین اسی لمحہ خنیس حملہ آور ہو چکا تھا۔

باغر نے بچنا چاہا____ اور ناکام رہا۔

خنیس نے تکبیر بلند کی۔

''اللہ اکبر۔''

اور اس کی گردن کاٹ کر علیحدہ کر دی۔

وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور جس جوان نے اس پر کمند پھینکی تھی اس کا بھی سر کاٹ لیا۔

دونوں سر اس نے خوب پونچھ کر اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈالے اور واپس شہر کی طرف چل دیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس شہر میں داخل ہوا۔ بازار سے گزرتے ہوئے وہ ایک سبزی فروش کے پاس آ کر رک گیا جو ضعیف العمر تھا اور داڑھی ساری کی ساری سفید تھی۔ خنیس اس کے پاس گھوڑے سے اترا تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بڑی رازداری سے پوچھا۔

''کیا تم مجھے شاہک کے گھر کا پتہ نہ بتا سکو گے۔''

اس بوڑھے نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا پھر استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

''کیا تمہارا نام خنیس بن یوسف ہے؟''

''ہاں۔ مگر تم نے کیسے جانا۔''

''شاہک نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھ سے اس کے متعلق پوچھو گے۔''

بوڑھا کھڑا ہو گیا۔

''آؤ میرے ساتھ۔''

خنیس اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک گلی میں گھس کر وہ تھوڑا سا آگے بڑھا پھر ایک مکان کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد شاہک نے دروازہ کھولا اور خنیس کو دیکھتے ہی باہر نکلا اور اس سے لپٹ گیا۔

بوڑھا واپس لوٹ گیا اور شاہک نے خنیس کو اندر لے جا کر ایک کمرے میں لا بٹھایا۔ وہ بڑا خوش نظر آ رہا تھا۔!

''مجھے اُمید تھی تم ضرور آؤ گے۔ میں نے اس سبزی والے کو پہلے ہی کہہ دیا تھا اور تمہارا نام بھی اسے بتا دیا تھا۔ تم ذرا بیٹھو میں کھانے کا کہہ آؤں پھر بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔''

خنیس نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

''تم بیٹھو____ میں کھانا کھا چکا ہوں۔''

''کہاں سے۔''

''اسی پارسی توفیل کے ہاں سے''

''توفیل کے ہاں سے۔''

شاہک چونک پڑا۔

''سنو۔ میں تمہیں پوری بات سناتا ہوں توفیل کی جو بیوی ہے نا اس کی بہن خوارزم میں رہتی تھی شاہ خوارزم کو معزول کر کے اس کا بھائی خرزاد اقتدار پر قابض ہو گیا ہے اور اس نے بادشاہ کے وفادار سب جرنیلوں کو قتل کر کے ان کے مکانوں کو آگ لگا دی ہے توفیل کی زوجہ کی خواہر بھی اس ظلم کا شکار ہوئی اس کا شوہر بھی جرنیل تھا جسے قتل کر دیا گیا اور وہ خود اور اس کی ایک لڑکی اپنے ایک غلام اور لونڈی کے ساتھ ایک تہہ خانے میں پناہ گزین ہو گئی تھیں۔ توفیل نے باغر کو خوارزم ان کو ہی لانے کے لئے بھیجا تھا مگر وہ ناکام لوٹ آیا۔

اتفاقاً میری ملاقات ان کی لونڈی سے ہو گئی جو بازار سے چوری چھپے سودا سلف خریدنے آئی تھی اس نے مجھے تہہ خانے کا پتہ بتا دیا اور میں خیریت کے ساتھ ان کو یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں اب میں ان کے ہاں ہی ٹھہرا ہوا ہوں وہاں میں نے باغر کو بھی دیکھ لیا تھا اور پھر جب وہ اپنے گھر جا رہا تھا تو میں نے دریائے زنیل کے اس پار اسے قتل کر دیا۔ میرے خیال میں یہ ایک سوچی سمجھی سکیم تھی جس کے تحت وہ اپنے گھر جا رہا تھا کیونکہ راستے میں انہوں نے ایک چٹان پر ایک جوان کھڑا کر رکھا تھا جس نے مجھ پر کمند پھینک کر مجھے بے بس کرنا چاہا مگر وہ ناکام ہوئے اور میں نے دونوں کو قتل کر دیا۔

شاہک نے ایک بار پھر اٹھ کر اسے چمٹا لیا۔

''اب تمہارے ذمہ ایک کام ہے۔''

شاہک دوبارہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''کہو میں ہر وقت تیار ہوں۔''

''میں باغر اور اس کے دوسرے ساتھی کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے آیا ہوں آج رات تم ایسا کرنا کہ وہ دونوں سر تمہیں اس وقت توفیل کے کمرے میں پھینکنا ہوں گے جب وہ ابھی پوری طرح سویا نہ ہوگا اور یہ سر تمہیں اس کے بستر کے اوپر پھینکنا ہوں گے۔''

شاہک نے فکرمندی سے کہا۔

''مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ وہ سو گیا ہے۔''

''اس کا بندوبست میں کروں گا۔ اندھیرا جب خوب پھیل جائے تو تم اس کی حویلی سے دور ہٹ کر بیٹھ جانا اور یہ خیال رکھنا کہ تم حویلی کے شمالی جانب بیٹھو۔ اس طرف بیرونی دیوار کے وسط میں چنار کا ایک درخت ہے میں اس درخت سے ایک رسی باندھ کر باہر پھینک دوں گا اور تم اس کے ذریعہ اندر داخل ہو جانا۔ میں توفیل کے کمرے کی جو پشت کی کھڑکی ہے وہ کھول دوں گا۔ تم اس کھڑکی میں سے دونوں سر اندر پھینک کر فوراً اسی رسی کے ذریعہ باہر پھلانگ جانا اور جاتی دفعہ رسی لہرا کر درخت کے اوپر پھینک جانا تاکہ کسی کو دکھائی نہ دے۔''

''مجھے اس خاص وقت کا کیسے پتہ چلے گا۔ جب مجھے وہ دونوں سر اندر پھینکنا ہوں گے''

خنیس مسکرا دیا۔

''تم فکر کیوں کرتے ہو تم شمالی دیوار کی طرف آ کر بیٹھ جانا اور فضا کی طرف دھیان رکھنا میں اس جانب سے جلتے ہوئے پروں والا ایک تیر ماروں گا۔ بس جس وقت تمہیں وہ جلتا ہوا تیر دکھائی دے تم فوراً رسی کے ذریعے اندر آ جانا۔''

''بس اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔''

خنیس کھڑا ہو گیا۔

نقدی کی ایک تھیلی نکال کر شاہک کی گود میں پھینک دی اور باہر چل دیا۔

''میں اب چلتا ہوں ___ تم آؤ وہ دونوں سر مجھ سے لے لو۔''

شاہک اس کے ساتھ ہو لیا۔ خنیس نے اپنے گھوڑے کی خرجین کھول کر اسے تھما دی۔

''یہ ہیں دونوں سر ___ تم انہیں خرجین سمیت ہی رکھ لو میں خرجین بعد میں تم سے لے لوں گا اور ہاں اُسے اچھی طرح دھلا بھی دینا۔''

شاہک نے خرجین تھام لی اور خنیس باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

دوبارہ وہ توفیل کی حویلی میں داخل ہوا۔ ماروہ اسی کھڑکی کے پاس کھڑی ابھی تک بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ خنیس کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

کھیل گئی تھی توفیل اور وصیف نے بھی خنیس کو اصطبل کی طرف جاتے دیکھ لیا تھا وہ دونوں پریشان ہو گئے تھے خنیس کا زندہ لوٹ آنا ان کی سازش کے ناکام ہو جانے کی دلیل تھی ان دونوں نے اس سے کوئی بات نہ کی اور آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے وہ ایک کمرے میں چلے گئے۔

خنیس جوں ہی کمرے میں داخل ہوا اس کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا اس کا ہاتھ فوراً تلوار کے دستے پر چلا گیا اور جب اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو ماروہ دروازہ بند کر رہی تھی وہ شائد دروازے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔

خنیس مسکرا دیا۔

ماروہ اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ میں تو اس قدر بیتابی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی امی بار بار کمرے میں آنے کو کہتی رہیں مگر میں یہیں کھڑکی میں کھڑی ہو کر تمہارا انتظار کرتی رہی شکر ہے تم خیریت سے لوٹ آئے ہو۔ باغر کا کیا بنا؟''

''انہوں نے میرے ساتھ ایک سازش تیار کر رکھی تھی تاہم میں نے اسے اور اس کے ساتھی دونوں ہی کو قتل کر دیا ہے۔

ماروہ فکرمند ہو گئی۔

''کیسی سازش؟''

''راستے کے ایک جانب ایک چٹان پر ان لوگوں نے کمند پھینکنے کا ماہر ایک جوان کھڑا کر رکھا تھا باغر کا تعاقب کرتا ہوا جب میں اس جگہ پہنچا تو اس نے مجھ پر کمند پھینک دی۔

ماروہ نے بیتابی سے پوچھا۔

''پھر کیا ہوا؟''

''کمند میرے گلے میں پھنس گئی۔ میں چکرا کر زمین پر گر گیا مگر میں نے وقت ضائع نہ کیا زور سے کمند جب اپنی طرف کھینچی تو وہ ایک پتھر پر گر کر مر گیا اور باغر میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔ اب تم ایسا کرنا چھپ کر اپنے خالو کے کمرے میں جانا اور اس کی شمالی کھڑکی کی چٹخنی اندر سے کھول دینا۔''

ماروہ گھبرا گئی۔

''کیا تم ان کو بھی؟''

''تم گھبراؤ نہیں ___ میں اسے قتل نہیں کروں گا۔ جب وہ سو رہا ہوگا۔ تو صرف اس کے کمرے میں باغر اور اس کے ساتھی کا سر پھینکواؤں گا۔ اس طرح شائد اسے عبرت ہو کہ برے کاموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔''

''سر کہاں ہیں اور پھینکے گا کون؟''

''میں ان دونوں کے سر کاٹ کر اپنے ایک دوست کو دے آیا ہوں میری طرف سے اشارہ پاتے ہی وہ کھڑکی کے راستے دونوں سر اندر پھینک دے گا۔''

''اشارہ کیسے دو گے۔''

''اس کمرے کی کھڑکی ہی سے شمال کی طرف جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر پھینکوں گا۔''

ماروہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بستر تک لے گئی۔

''دیکھو۔ میں تمہارے لئے کیا لائی ہوں۔''

''کیا لائی ہو۔''

''یہ دیکھو۔''

اس نے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

''میں تمہارے لئے ایک پوستین، تمہارے، دمنہ تمہاری امی اور خالہ کے کپڑے لائی ہوں۔''

خنیس نے دیکھا وہ ایک قیمتی پوستین تھی اس کے علاوہ دوسرے کپڑے بھی بہت ہی اچھے تھے۔

''کیوں لائی ہو''

خنیس نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس میری مرضی ـــــ جب تم یہاں سے جاؤ گے تو جاتی دفعہ انہیں اپنے ساتھ لیتے جانا۔''

''میں یہاں سے سیدھا گھر تھوڑا ہی جاؤں گا۔''

''تو کہاں جاؤ گے۔''

''حرب بھائی کا پتہ کرنے شومان جاؤں گا۔''

''پھر تو اور زیادہ اچھا ہے وہاں سے واپسی پر مجھے ملتے جانا اور ہاں امی کو پتہ چل گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے۔''

''پھر تو سارا کام ہی آسان ہو گیا ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے ـــــ چلو ساتھ والے کمرے میں امی اور خالہ بیٹھی ہیں ان کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں اور وہاں میں کھڑکی کی چٹخنی کھول دوں گی تم فکر نہ کرنا۔

دونوں ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے اندر قراطیس اور اس کی بڑی بہن نتیان بیٹھی باتیں کر رہی تھیں وہ بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔

☆.....☆.....☆

رات خوب بھیگ چکی تھی۔ توفیل اپنی خواب گاہ میں جا چکا تھا۔ نتیان بھی سونے کے لئے جا

چکی تھی خنیس اور ماروہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور ان کی وجہ سے قراطیس بھی ان کے پاس بیٹھی جاگ رہی تھی۔

ماروہ تھوڑی دیر کے لئے باہر گئی اور پھر واپس آ کر سر کے ایک ہلکے سے اشارے سے خنیس کو باہر جانے کے لئے کہا۔

خنیس اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا کمرے میں جلتی ہوئی شمع سے اس نے ایک تیر کے پروں کو آگ دکھائی اور وہ فوراً بھڑک اٹھی۔

خنیس نے اسے چلہ پر چڑھایا اور کھڑکی سے شمال کی طرف چلا دیا تیر روشنی دیتا ہوا دور تک فضا میں تیرتا چلا گیا۔ خنیس دوبارہ ماروہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور پہلے کی طرح باتیں کرنے لگے۔

شاہک حویلی سے دور درختوں کے ایک جھنڈ میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اس نے جب فضاؤں میں تیرتا ہوا تیر دیکھا تو وہ اٹھا اور حویلی کی طرف بھاگنے لگا۔ اس نے وہ خرجین جس میں کٹے ہوئے سر تھے اپنے گلے میں باندھ رکھی تھی۔ بھاگتا ہوا وہ حویلی کی دیوار کے پاس آیا اور اس کے وسط میں خنیس کے بتائے ہوئے چنار کے درخت کے پاس وہ دیوار ٹٹولنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ رسی تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اس نے رسی کو کھینچا وہ خوب مضبوط تھی اس کی مدد سے وہ دیوار پر چڑھ گیا رسی اس نے باہر ہی رہنے دی اور درخت کے سہارے وہ نیچے اتر گیا۔ اندھیرے میں قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہوئے وہ توفیل کے کمرے کی کھڑکی کے پاس آیا شیشے میں اس نے اندر جھانکا۔ توفیل سویا ہوا تھا اور اس کا چہرہ جو نگا تھا وہ مخالف سمت کو تھا۔

اس نے ہلکے سے کھڑکی کو پیچھے دبایا تو وہ بغیر کسی آواز کے کھل گئی۔ شاہک نے خرجین سے دونوں سر نکالے اور ایک ساتھ توفیل کے بستر پر پھینکنے کے بعد وہ واپس اسی چنار کے درخت کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ توفیل تڑپ کر اٹھا باغر اور اس کے ساتھی کا خون آلود کٹا ہوا سر دیکھ کر اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ بری طرح واویلا کرتا ہوا برآمدے میں آیا اور مدد کے لئے پکارنے لگا۔

توفیل کی بیوی بھی اٹھ گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ وصیف، طوانہ اور دوسرے غلام بھی بھاگتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ خنیس ماروہ اور قراطیس بھی تیزی سے نکل کر برآمدے میں آ گئے توفیل سب کے ساتھ پھر کمرے میں آیا اور ان کو وہ دونوں سر دکھانے لگا۔

خنیس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''یہ کیا ہوا؟''

ہکلاتے ہوئے توفیل نے کہا۔

''یہ ـــــ یہ دیکھو کسی نے باغ اور اس کے دوست کا سر کاٹ کر میرے کمرے میں پھینک دیا ہے۔''

اس نے ایک بار پھر غائر نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

''تم کہاں تھے؟''

خنیس سے پہلے ہی ماروہ نے جواب دیا۔

''یہ تو میرے اور امی کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔''

توفیل زور سے چلایا۔

''پھر یہ کٹے ہوئے خون آلود سر کس نے پھینکے ہیں ـــــ وہ ـــــ ادھر دیکھو میرے کمرے کی کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہے۔ یقیناً میرا کوئی دشمن ہمارے گھر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ابھی تو یہ اس کا پہلا قدم ہے رات ابھی شروع ہی ہوئی ہے اس کے بعد جانے وہ کیا کر گزرے۔''

خنیس نے اس سے قریب ہوتے ہوئے ہمدردی سے کہا۔''رات میں تمہاری خواب گاہ کے باہر پہرہ دوں گا ـــــ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔''

توفیل نے ایک جھرجھری لی۔

اور خوف و دہشت کے ملے جلے جذبات میں کہا۔

''تم ـــــ تم میری خواب گاہ کے باہر پہرہ دو گے ـــــ نہیں نہیں ـــــ میرے اپنے ملازم میری حفاظت کریں گے۔''

اس نے چلا چلا کر اپنے ملازموں کو آواز دینا شروع کر دی اور وہ سب اس کے گرد آ جمع ہوئے۔

توفیل نے وصیف کی سرکردگی میں انہیں اپنی خواب گاہ کے باہر حفاظت کے لئے مامور کیا اور وہ خود اندر جا کر پھر سو گیا۔ خنیس بھی ماروہ کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا گیا گھر کے ماحول پر تپتے صحرا کا سا سکوت چھا گیا تھا۔ ماروہ اور قراطیس کے علاوہ ہر کوئی خنیس کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

رات کا کچھ حصہ خنیس نے جاگتے ہوئے گزارا۔ ماروہ بھی اس کے ساتھ جاگ رہی تھی رات کے پچھلے پہر وہ توفیل کو بتائے بغیر ماروہ اور قراطیس سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

رات کی تاریکی میں وہ شہر سے نکلا اور دریائے زنیل کے کنارے کنارے اپنا گھوڑا دوڑانے لگا۔ برف کی طرح ٹھٹھرتی اور سرد رات میں اس کا رخ اب شومان کی طرف تھا۔

☆.....☆.....☆

برف میں دبی ہواؤں سے کانپتی رات میں تین مسافر شومان شہر سے ایک میل باہر دریائے زنیل کے کنارے اپنے گھوڑوں سے اترے۔ ان کے چہروں پر تھکاوٹ کے باوجود جستجو کشمکش اور عمل صمیم کے گہرے سائے نمایاں تھے ان میں سے ایک خنیس کا بڑا بھائی حرب بن یوسف تھا اور دوسرے دو اس کے ساتھی تھے۔

گھوڑوں کو پانی پلانے کے بعد وہ پیچھے ہٹے اپنی تلواروں اور خنجروں سے خشک گھاس اور جھاڑیاں کاٹ کر انہوں نے آگ کا الاؤ روشن کیا گھوڑوں کو خوراک کے توبرے چڑھانے کے بعد وہ خود بھی کھانا کھانے لگے۔

تاریکی رات کی لامحدود وسعتوں میں پھیل چکی تھی۔ برف کی سی خنک اور تیز ہوا چل رہی تھی دریائے زنیل کی موجیں سکون سے یکسر محروم تھیں برہنہ رات میں ریگزار اڑ اڑ کر کہیں سے کہیں جا رہے تھے۔ رات کے اندھیرے میں دریا کے کنارے اکے دکے خشک اور اجڑی ہوئی شاخوں والے درخت یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے حنوط شدہ لاشیں۔

وہ کھانا کھا چکے تو آگ کا الاؤ بھی بجھ گیا۔ حرب نے اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اب کیا کرنا چاہئے۔ یہاں اس سردی میں تو رات بسر نہ ہو سکے گی۔''

اس کے ایک ساتھی نے اپنے سامنے اشارہ کیا۔

''وہ دریا کے اس پار روشنی دکھائی دے رہی ہے شائد کوئی بستی ہے اس سردی میں ہمیں وہاں پناہ لینی چاہئے۔ اس دریا پر ضرور کوئی پل ہو گا پہلے نیچے کی سمت چلتے ہیں۔''

تینوں اٹھ کھڑے ہوئے ان کے بائیں جانب شومان شہر کے دروازوں پر اور فصیل پر جلتی ہوئی مشعلیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

دریا کے ساتھ ساتھ وہ تھوڑی ہی دور نیچے کی سمت گئے تھے کہ سامنے ایک چوبی پل آ گیا جس سے وہ تینوں دریا عبور کر گئے۔ اب وہ بڑی تیزی سے اس بستی کی سمت بڑھ رہے تھے۔

جوں ہی وہ اس بستی میں داخل ہونے لگے چند مسلح جوانوں نے انہیں گھیر لیا اور گھوڑوں سے نیچے اترنے کو کہا۔

تینوں چپ چاپ نیچے اتر گئے ـــــ بستی کا ایک جوان ان سے قریب ہوا اور کھنکتی مگر کسی قدر نرم آواز میں پوچھا۔

''کون ہو تم لوگ؟''

حرب نے جواب دیا۔

''اجنبی ہیں اور اس سردی میں رات بسر کرنا چاہتے ہیں۔''

اس جوان نے اپنے ایک ساتھی کے کان میں کچھ کہا اور وہ واپس چلا گیا اب وہ پھر حرب سے مخاطب ہوا۔

''میں نے سردار کو اطلاع دی ہے ایسے فیصلے وہ خود کرتا ہے۔''

ماحول پر تھوڑی دیر کے لئے سکوت چھا گیا۔ حرب ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کوئی بستی نہ تھی بلکہ ترک خانہ بدوشوں کا کوئی قبیلہ تھا اور رات کی تاریکی میں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی اس کے خیمے نصب تھے جو اونٹ اور دوسرے جانوروں کی کھالوں کے بنے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ لکڑی کے ستون گڑے تھے جن سے بندھی ہوئی مشعلیں روشن تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ صورت بوڑھا باہر آیا اور حرب جو سب سے آگے تھا اس سے پوچھا۔

''تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟''

حرب نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

''کیا میں یہ سمجھوں کہ میں اس قبیلے کے سردار سے مخاطب ہوں؟''

''ہاں۔''

جواب میں خاصی شفقت تھی۔

''ہم اجنبی ہیں سردار ___ عربوں کے قبیلہ بنی تمیم سے ہیں۔ دریائے جیحون کو عبور کر کے جو سڑک بخارا کی طرف جاتی ہے اس کے کنارے ایک بستی ہے فربار ہم وہاں سے آئے ہیں۔''

''منزل؟''

''منزل کا بھی تعین نہیں کر سکے سردار ___ تاہم فی الحال ہمارا رخ شومان شہر کی طرف ہی ہے۔''

''کوئی مقصد بھی تو ہوگا۔''

''ہاں۔ ہمارا ایک تجارتی قافلہ بطام کی پہاڑیوں کی طرف سے تجارت کر کے لوٹ رہا تھا کہ شومان سے ایک فرسنگ صفانیاں کی طرف شومان شہر کے کچھ بدمعاشوں نے اسے لوٹ لیا۔ جن لوگوں نے ہتھیار اٹھائے انہیں قتل کر دیا اور جو باقی بچے ان کو قید کر لیا۔ ہم اپنے ان ساتھیوں کی تلاش میں ہی ادھر آئے ہیں۔''

سردار نے خوشی کے اظہار میں کہا۔

''میں تم جیسے جوانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو اپنے چند ساتھیوں کا انتقام لینے کی خاطر اس

قدر لمبی مسافت کو خاطر میں نہ لائے ہوں۔ آؤ میرے ساتھ ___ تم لوگ ہمارے مہمان ہو جب تک چاہو۔ یہاں قیام کرو ___ میرا نام ارطبون ہے۔ ہم ترک ہیں۔''

حرب اور اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ارطبون اپنے خیمے میں آیا جو اس قدر وسیع تھا کہ اس کے اندر تین بڑے بڑے کمرے بنے ہوئے تھے سامنے والا کمرہ جس میں وہ داخل ہوئے تھے بالکل سادہ قسم کا تھا۔ زمین کو ہموار کر کے اس کی لپائی کر دی گئی ہوئی تھی وسط میں زمین کے اندر ایک گڑھا کھودا گیا ہوا تھا اور اس میں آگ روشن تھی، شائد وہ آتش دان تھا اور اس کے گھرد لکڑی کی کئی چوکیاں بھی پڑی تھیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ شائد وہ مہمان خانہ ہے۔

ارطبون ان کے ساتھ ان چوکیوں پر بیٹھ گیا اور قریب ہی ایک نوکیلی لکڑی اٹھاتے ہوئے اس نے آواز دی۔

''قطونہ او قطونہ!''

ساتھ والے کمرے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر ایک نوخیز لڑکی اس کمرے میں داخل ہوئی جو صبح کی طرح نرم دلکش اور خوبصورت تھی اس کا رنگ کف سمندر کی سفیدی یا صیقل شدہ تلواروں کی طرح چمک دار تھا۔

قریب آ کر اس نے ارطبون سے پوچھا۔

''مجھے بلایا ہے بابا۔''

ارطبون نے بڑے پیار سے کہا۔

''ہاں بیٹی ___ دیکھو مہمان آگئے ہیں ان کے کھانے کا بندوبست کرو۔''

قطونہ جب واپس چلی گئی تو ارطبون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ میری بیٹی ہے ___ میری بیوی مر چکی ہے ___ میری اولاد صرف ایک بیٹی ہی ہے۔''

کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے سکوت چھا گیا آخر ارطبون نے اس نوکیلی لکڑی سے جو اس کے ہاتھ میں تھی آتشدان کی آگ کو کریدتے ہوئے کہا۔

''تمہارے قبیلہ میں کوئی اور ایسا جنگجو نڈر اور جری جوان نہ تھا جو اس خطرناک مہم میں تمہارا ساتھ دیتا۔ تم تین اس مہم کے لئے یقیناً کم اور کمزور ہو۔''

حرب نے پھر جواب دیا۔

''ہمارے تین ساتھی بخارا گئے ہوئے ہیں ان کی مہم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے وہ بھی عنقریب ہم سے آملیں گے۔ اس کے علاوہ اس مہم کا سردار جو ترمز کی طرف گیا ہوا ہے ہوسکتا ہے وہ بھی ادھر ہی آنکلے۔''

بوڑھے نے پہلے کی نسبت زیادہ شوق سے پوچھا۔

''کیا نام ہے اس کا؟''

''اس کا نام عنیس بن یوسف ہے اور وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔''

ارطبون نے حیرت کا اظہار کیا۔

''تمہارا چھوٹا بھائی اور مہم کا سردار!''

''ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ وہ شیر کی طرح جری اور چیتے کی طرح پھرتیلا ہے وہ طوفان کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور سراب کی طرح اپنا آپ بچا کر روپوش ہو جاتا ہے اس نے آج تک کسی سے شکست نہیں کھائی۔ وہ ایک چٹان ہے جس سے ہر حملہ آور ٹکرا کر نامراد لوٹ جاتا ہے اس نے ایک شاہین پال رکھا ہے جو اس کا اشارہ پا کر اس کے دشمن پر جھپٹتا ہے اور اس کی آنکھیں نکال دیتا ہے اس شاہین سے وہ پیغام رسانی کرتا ہے اور پرندوں کا شکار کرتا ہے اور اپنے دشمن کو پچھاڑ دیتا ہے۔

ارطبون نے بڑی بے تابی سے کہا۔

''جو نقشہ تم نے اس کا کھینچا ہے اگر یہ درست ہے تو میں اس سے ملنا پسند کروں گا میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں۔''

اس بار حرب کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔

''جو کچھ اس کے متعلق کہا گیا ہے وہ اس سے بھی بالا اور عظیم ہے سردار! وہ ہمارے قبیل کا چاند ہے۔ پورا قبیلہ اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور عورتیں اس کی شجاعت کے گیت گاتی ہیں ہمارے لئے وہ مشرق سے طلوع ہونے والے اس روشن ستارے کی مانند ہے جو اندھیری اور تاریک رات کے مسافروں کے لئے رہبری کا کام دیتا ہے۔''

ارطبون نے پھر نوکیلی لکڑی سے آتش دان کی آگ کو کریدا۔

''خدا کرے وہ ضرور ادھر آئے اور میں اسے دیکھ سکوں ___ کیا تم لوگ اس کے آنے تک یہاں انتظار کرو گے؟''

حرب نے جواب دیا۔

''تم اگر ہمیں اپنے آپ پر بوجھ تصور نہ کرو تو یقیناً ہم یہاں ان سب کا انتظار کریں گے۔ اس دوران ہم بیکار نہیں بیٹھیں گے بلکہ شومان جا کر اپنے دشمنوں کا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔''

''نہیں تم ہم پر بوجھ نہ ہو گے۔''

''کیا تم لوگ مستقل یہاں آباد ہو؟''

''نہیں۔ ہم خانہ بدوش ہیں ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں گھوڑے خچر اور بکریاں پالتے ہیں اور نئی نئی چراگاہوں کی تلاش میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کی سمت بھٹکتے رہتے ہیں یہ جانور ان کی اون اور کھالیں ہماری آمدنی کا ذریعہ ہیں۔''

حرب شائد کچھ اور بھی کہتا مگر قطونہ کھانا لے کر آ گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

کچھ دن تک تینوں نے ارطبون کے ہاں قیام کیا پھر ایک روز وہ شام سے ذرا پہلے ترک سوداگروں کے بھیس میں شومان شہر میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا کہ شہر کے گرد مضبوط اور وسیع فصیل تھی اس کے علاوہ دریائے زنیل شہر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ شہر میں ادھر ادھر گھومتے رہے ان کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ کس سے ان لوگوں کا پتہ پوچھیں جن کی انہیں تلاش تھی۔ اتنے میں انہیں ضعیف سا شخص دکھائی دیا۔ اس کے گلے میں چوبی کشکول تھا اور وہ ایک لمبے اعصا کے سہارے بازار میں ایک سمت جا رہا تھا۔

حرب اپنے گھوڑے سے اترا اور اس بوڑھے کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

''میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو تم شہر کے معمر ترین اور تجربہ کار انسان ہو میں ان لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں جنہوں نے کچھ عرصہ ہوا عربوں کا ایک قافلہ لوٹ کر کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا تھا۔ یقیناً تم میری رہنمائی کر سکو گے۔ میں ان لوگوں کے لئے ایسا پیغام لایا ہوں جس میں ان کی بہتری اور خوشی پنہاں ہے۔''

بوڑھا شائد بھکاری تھا۔

پہلے اپنے دائیں بائیں اطمینان کی خاطر دیکھا پھر ہلکے سے مسکرایا اور سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''بات کو بدل کر کہہ دینا آسان ہے مگر دل سے اٹھتے ہوئے جذبات کو جو چہرے پہ آ کر اپنے عکس چھوڑ جاتے ہیں چھپانا اتنا آسان نہیں.....سنو.....تم ان کے لئے کوئی خوشی کا پیغام نہیں لائے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم اس طوفان کے ہراول ہو جو عربوں کی طرف سے اٹھے گا اور پورے خراسان میں پھیل جائے گا۔ تم اس تباہی کا پیش خیمہ ہو جو عنقریب اس شہر پر ٹوٹے گی۔ مگر ایسا ہونا چاہئے جو لوگ کمزوروں اور بے ضرر لوگوں کے لئے ظلم کی چکی چلاتے ہیں انہیں ان کے گناہوں کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔''

حرب کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''تو کیا میں یہ سمجھوں کہ جس شخص کے سامنے میں کھڑا ہوں وہ اس شہر میں میرا سب سے

بہتر راہنما ہے۔"

"یقیناً مجھ سے بہتر انہیں کوئی نہیں جانتا ___ میں بھکاری ہوں، گلی گلی اور محلے محلے کی خبر رکھتا ہوں تم اگر اپنے انتقام کی ابتداء کرنا چاہتے ہو تو سامنے والے چوک پر چلے جاؤ۔ دائیں ہاتھ کو جواہرات کی ایک بہت بڑی دکان ہے اس کے مالک کا نام اشناس ہے وہی ان بدمعاشوں کا سرغنہ ہے جس کی تمہیں تلاش ہے دکان کے پیچھے ہی اس کا گھر بھی ہے اگر وہ دکان پر نہ ہو تو گھر پر مل سکتا ہے اس سے پتہ چل جائے گا کہ تمہارے آدمی کہاں ہیں؟"

حرب جب واپس مڑنے لگا تو بوڑھے نے پھر کہا۔

"ٹھہرو ___ وہ ایک دیو قامت اور شبہ کی حد تک طاقت ور انسان ہے تم اکیلے اس کا سامنا نہیں کر سکتے۔ وہ سامنے گھوڑوں کے پاس کھڑے دو جوان بھی اگر تمہارے ہی ساتھی ہیں تم پھر بیشک قسمت آزما لو مگر احتیاط ___ اس کے ساتھی بھی ہر وقت اس کے گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ جاؤ اگر اس شہر کی مٹی سے تمہارے جسم کا خمیر نہیں اُٹھا اور یہیں کہیں موت چھپ کر تمہارا انتظار نہیں کر رہی تو تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔"

حرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس چوک پر آیا گھوڑے انہوں نے ایک طرف باندھے اور اس جوہری کی دکان میں داخل ہوئے اندر چار مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک قد و قامت اور جسامت میں خاصا نمایاں تھا۔ حرب نے اندازہ کر لیا کہ وہ ہی اشناس ہے! لہٰذا وہ اسی سے مخاطب ہوا۔

"مجھے معلوم نہیں کہ تم کون ہو ___ تاہم یہاں اگر کوئی اشناس ہے تو میرے پاس اس کے لئے ایک پیغام ہے۔"

وہی دیو قامت کھڑا ہو گیا۔

"کہو۔ میرا نام ہی اشناس ہے۔"

"میں علیحدگی چاہتا ہوں۔"

اشناس نے دوسرے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ دکان کے پیچھے دروازے سے باہر چلے گئے۔!

حرب نے کہنا شروع کیا۔

"میں صفانیان سے آیا ہوں ہمارا آبائی پیشہ لوٹ مار اور راہزنی ہے اس سلسلے میں ہم تمہارا تعاون چاہتے ہیں۔"

"کیسا تعاون؟"

"سنو ___ عربوں کا ایک تجارتی قافلہ، مرو سے تجارت کی غرض سے بدخشاں گیا ہوا ہے۔

وہ وہاں سے جواہرات کی بھاری مقدار خرید کر لوٹیں گے۔ ہم اس قافلہ کو لوٹنا چاہتے ہیں مگر اس قافلے میں اتنے مسلح جوان ہیں کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے ہم تمہارا تعاون چاہتے ہیں۔ ہم نے تمہاری بہت تعریف سنی ہے اور اس میدان میں تمہارا تجربہ بھی بہت وسیع ہے۔"

"قافلہ کہاں سے گزرے گا۔"

"دریائے جیحوں کے کنارے کنارے اور وہاں اسے لوٹا جائے گا۔ ہمارے جاسوس اس قافلے کے پیچھے پیچھے ہیں۔ انہوں نے آج ہی خبر دی ہے کہ قافلہ ایک ماہ بعد دریا کے کنارے کنارے ترمز کے پاس سے گزرے گا۔ لوٹ مار کا سامان تمہاری مرضی سے دونوں گروہوں میں تقسیم ہوگا۔"

"تم لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو۔"

"شہر سے باہر کچھ خانہ بدوش ترک ٹھہرے ہوئے ہیں ان کا سردار ہمارا پرانا دوست ہے ہم اسی کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں ہمارا اپنا سردار بھی وہیں ٹھہرا ہوا ہے اگر تم تعاون پر آمادہ ہو اور تمہاری کوئی شرائط بھی ہوں تو اپنے سردار سے جا کر میں بات کروں۔"

"مجھے منظور ہے۔ مگر لوٹے ہوئے مال کے دو حصے میں لوں گا اور ایک حصہ تم لوگ۔"

"اس معاملے میں میں کوئی وعدہ نہیں کرتا میں صرف ایک قاصد کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں میں جا کر اپنے سردار سے بات کروں گا۔ پھر میں تمہیں بھی اس کے پاس لے جاؤں گا تاکہ تم دونوں آمنے سامنے بیٹھ کر کوئی معاہدہ طے کر سکو ___ کیا تمہیں یہ سب منظور ہے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

حرب نے ہلکے سے کہا۔

"میں تمہارا مشکور ہوں اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دکان سے باہر نکل گیا جب وہ بازار سے گزر رہے تھے تو انہیں پھر وہی بوڑھا بھکاری مل گیا ___ اس نے پھر حرب سے پوچھا۔

"یقیناً تم ناکام اور مایوس لوٹ رہے ہو۔ ہر کوئی اشناس سے نہیں ٹکرا سکتا۔

حرب مسکرا دیا۔

"میں ناکام نہیں جا رہا میں ایک شہ بنا کر آیا ہوں جس پر کھڑے ہو کر ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا ایک سردار ہے جو ہمارے قبیلے کا شاہین ہے وہ ان کرکسوں سے بہتر طور پر نپٹ سکتا ہے عنقریب وہ یہاں پہنچنے والا ہے پھر تم دیکھ سکو گے کہ اس کے بازوؤں میں کتنی قوت ہے اور وہ اپنے شکار پر کس طرح جھپٹتا ہے وہ ایک طوفان ہے جس کے سامنے بند نہیں باندھا جا سکتا۔"

بوڑھے نے بڑے شوق سے پوچھا۔

''میں اس کا نام جان سکتا ہوں۔''

''اس کا نام خنیس بن یوسف ہے اور وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔''

بوڑھا مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اور وہ تینوں شہر کے دروازے کی طرف چل دیئے۔

☆.....☆.....☆

حرب جب واپس ترک خانہ بدوشوں میں آیا تو ارطبون اپنے خیمے کے باہر کھڑا تھا حرب کو دیکھتے ہی اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہارے تین ساتھی جو بخارا سے آئے تھے وہ دریا عبور کر کے شہر کی طرف جا رہے تھے کہ میرے آدمیوں نے انہیں روک لیا اور یہاں لے آئے۔

حرب مسکراتا ہوا جب اندر داخل ہوا تو آتش دان کے پاس اس کے ساتھی بیٹھے تھے سب اٹھ کر ایک دوسرے سے ملے ارطبون بھی ان کے پاس بیٹھ گیا اور لکڑی سے آگ کریدتے ہوئے حرب سے پوچھا۔

''کچھ پتہ چلا دشمن کا۔''

''میں ان کے سرغنہ کا پتہ چلا آیا ہوں وہ اکیلا نہیں۔ یہ ایک منظم گروہ ہے ہم اس وقت تک نہیں ان سے نمٹ سکتے جب تک خنیس یہاں نہ آجائے ہم یہیں ٹھہر کر اس کا انتظار کریں گے اس کے آنے پر ہی ہم کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں۔

ارطبون کے آواز دینے پر قطونہ کھانا لے آئی اور سب مل کر کھانے لگے۔

☆.....☆.....☆

ایک روز صبح ہی صبح دریائے زنیل کے کنارے کنارے خنیس شومان شہر سے دو میل کے فاصلہ پر آپہنچا۔ اس کا گھوڑا میانہ روی سے جا رہا تھا اور وہ دھیمی آواز میں اپنا وہی گانا گا رہا تھا۔

یُخبرُکَ مَنْ شَهِدَ الْوَقائِعَ اَنَّنِیْ

اَغشَی الوَغٰی وَاَعُفَ عِندَالْمغنم

دریائے زنیل کا چوبی پل عبور کر کے جب وہ شومان شہر کی طرف جانے لگا تو پل کے پاس ہی سے کسی نے آواز دی۔

''ٹھہرو اجنبی!''

خنیس رک گیا اور اس کا ہاتھ اپنی تلوار پر چلا گیا تھا۔ پکارنے والا جب قریب آیا تو خنیس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔

آنے والے نے بڑی نرمی سے کہا۔

''کیا تمہارا نام خنیس بن یوسف ہے۔''

خنیس گھوڑے سے کود گیا۔

''تم نے کیسے جانا؟''

''تمہارا بڑا بھائی حرب بن یوسف اور اس کے چھ ساتھی ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور وہ تمہارا ہی انتظار کر رہے ہیں ہم ترک خانہ بدوش ہیں وہ سامنے دیکھو ___ خیمے نظر آرہے ہیں۔ ہمارا سردار بھی تمہیں دیکھنے کو بیتاب ہے تمہارے ساتھیوں نے اس کے سامنے تمہاری شجاعت کی تعریف کی تھی۔ تب سے وہ تمہارا معتقد ہو گیا ہوا ہے ہمارے قبیلے کے جوان باری باری اس پل پر دن رات پہرہ دیتے رہے ہیں تاکہ جب تم آؤ تو تمہیں یہیں روک لیا جائے۔''

اس نے خنیس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔

''آؤ میرے ساتھ۔''

وہ چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

ارطبون کے خیمے کے پاس آکر وہ ترک زور سے پکارا۔

"خنیس بن یوسف آگیا ہے۔"

حرب اور اس کے ساتھ بھاگتے ہوئے باہر آئے اور باری باری خنیس سے گلے ملے بعد میں ارطبون اور اس کی لڑکی قطونہ خیمے سے نکلے۔ خنیس کا نام سن کر اور بہت سے لوگ بھی وہاں جمع ہوگئے تھے ارطبون پہلے سر سے پاؤں تک خنیس کو دیکھتا رہا پھر اس کی نگاہیں اس کے کندھے پر بیٹھے ہوئے شاہین پر جم کر رہ گئیں۔

دونوں کی آنکھیں ایک جیسی تھیں۔

"بالکل سرخ۔ جیسے ابھی آگ برسانا شروع کر دیں گی۔ اور ہر چیز کو خاکستر بنا دیں گی۔"

ارطبون سہما سہما سا آگے بڑھا اور اس سے مصافحہ کیا۔

"میرا نام ارطبون ہے۔ میں اس خانہ بدوش ترک قبیلے کا سردار ہوں۔ تمہارے بڑے بھائی اور تمہارے ان ساتھیوں نے جو تمہاری تعریف کی تھی تمہیں دیکھ کر وہ بہت ہلکی اور کم محسوس ہوتی ہے۔"

حرب نے آگے بڑھ کر خنیس کا ہاتھ تھام لیا۔

"شائد تم تھکے ہوئے ہو آؤ آرام کرو۔"

خنیس نے تلوار نیام میں کر لی۔

"نہیں اخی۔ میں تازہ دم ہوں مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ دشمن کا کوئی سراغ ملا۔"

"ہاں ___ میں ان کے سرغنہ کا پتہ چلا آیا ہوں۔ میں اس کے پاس گیا تھا اور اسے کہا تھا کہ ہم رہزن اور لٹیرے ہیں۔ عربوں کا ایک تجارتی قافلہ بدخشاں سے ہیروں کی تجارت کر کے مرو کی طرف جانے والا ہے۔ تم اسے لوٹنے میں ہماری مدد کرو۔ کیونکہ ہمارے ساتھیوں کی تعداد کم ہے اور اس قافلے میں مسلح جوان زیادہ ہیں اس نے اس شرط پر آمادگی ظاہر کی تھی کہ لوٹے ہوئے مال سے دو حصے وہ لے گا اور ایک حصہ ہمیں ملے گا۔ میں نے اسے اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ یہ معاملہ طے کرنے کے لئے ہمارے سردار کے پاس آئے گا۔ جو شہر سے باہر خانہ بدوش ترکوں میں ٹھہرا ہوا ہے۔

خنیس کا ہاتھ اپنی تلوار پر چلا گیا۔

"تو ابھی جاؤ اسے لے آؤ!

"آج نہیں ___ تم تھکے ہوئے ہو کل اسے بلاؤں گا۔ چلو کھانا کھا لو۔"

"میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک اس سے بات نہ کر لوں۔"

"اگر تمہاری یہ ہی مرضی ہے تو میں ابھی جاتا ہوں۔"

حرب نے اپنے انہی دونوں ساتھیوں کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف چل دیا۔ ارطبون نے خنیس

کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اندر لے گیا۔

ان کے پیچھے پیچھے قطونہ بھی تھی۔

☆.....☆.....☆

حرب اشناس اور اس کے چار ساتھیوں کے ساتھ ارطبون کے خیمے میں داخل ہوا اور سب لکڑی کی ان بھدی چوکیوں پر بیٹھ گئے۔

اشناس نے حرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس وقت نہیں میں جلدی واپس لوٹنا چاہتا ہوں تمہارا سردار کون ہے؟"

حرب نے خنیس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

اشناس نے اب خنیس سے پوچھا

"تم اس گروہ کے سردار ہو"

خنیس نے بڑی بے توجہی سے کہا

"ہاں ___"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

خنیس نے اس بار ذرا تلخی سے جواب دیا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے ویسے عموماً مجھے لوگ بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہیں۔"

اشناس نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"تم جو کچھ بھی ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تم مطلب کی بات کرو جس کے لئے مجھے بلایا ہے۔"

"لوٹ کے مال کے دو حصے تم نے کیسے مانگے ہیں جبکہ کام دونوں گروہوں کا ایک جیسا ہی ہوگا ___"

"میرے اور تمہارے گروہ میں فرق ہے"

"کیسا فرق؟"

"یہی کہ میں نے تمہارا نام ہی آج سنا ہے جبکہ ہمیں بلخ سے لے کر بطام کی پہاڑیوں تک سب ہی لوگ جانتے ہیں۔"

خنیس نے غصہ میں کہا۔

"تم جھوٹ کہتے ہو ___ میں آج تک تم جیسے کئی جوانوں کو پچھاڑ کر اپنی فتح کا اعلان کر چکا ہوں۔"

اشناس کھڑا ہو گیا۔

''تم بکتے ہو۔''

''خنیس نے اٹھ کر اس کے چمڑے کی پیٹی پکڑ لی اشناس نے بھی اپنے دونوں ہاتھ اس کی پیٹی کے اندر ڈال دیئے اور خنیس کو اٹھا کر پٹخنے کی کوشش کرنے لگا مگر کامیاب نہ ہوا۔

سب لوگ اٹھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ قطونہ بھاگ کر ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی تھی اشناس کے آدمیوں نے تلواریں کھینچنا چاہیں مگر حرب کی کڑکتی ہوئی آواز آئی۔

''کسی کی بھی تلوار نیام سے باہر آئی تو ذبح کر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اشناس کے ساتھیوں کے پیچھے خنیس کے آدمی کھڑے ہو چکے تھے تاکہ وقت پر ان سے نمٹا جا سکے۔''

اشناس کو جھٹکا دیتے ہوئے خنیس نے چلا کر کہا۔

''مجھے اٹھانے کے لئے پورا زور لگا لو۔ ورنہ میں تمہیں اٹھانے لگا ہوں۔''

اشناس دوہرا ہو گیا مگر خنیس کو اٹھا نہ سکا اور جب وہ کمر سیدھی کر رہا تھا تو خنیس نے اسے ایک زوردار جھٹکا دیا اشناس کے پاؤں زمین چھوڑ گئے تھے۔''

خنیس اسے اٹھا کر باہر لایا۔ اشناس کے ساتھ اور ان کے پیچھے حرب اور دوسرے لوگ بھی باہر آ گئے ارطبون اور قطونہ بھی باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھے اس کے علاوہ ترک مرد اور عورتوں کے جم غفیر سا وہاں ہو گیا تھا۔

خنیس نے اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اسے لگاتار پاؤں کی کئی ٹھوکریں پیٹ اور پشت پر ماریں۔

اشناس کراہ اٹھا۔

خنیس نے اپنا گھٹنا اس کی چھاتی پر رکھا اور اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

''مجھے پہچانو ___ میں بنی تمیم کا خنیس بن یوسف ہوں ہمارے قافلے کے جن آدمیوں کو لوٹ کر تم نے قید کر رکھا ہے بولو وہ کہاں ہیں ___ یاد رکھو اگر تم نے پس و پیش سے کام لیا تو میں یہیں لیٹے لیٹے تمہارا گلا کاٹ دوں گا۔''

اشناس پیلا ہو گیا ___ اسی لمحے اس کا ایک ساتھی بھاگ کھڑا ہوا ایک لمبی جست لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسے شہر کی جانب سرپٹ چھوڑ دیا۔ حرب بھی اس کے پیچھے لپکا مگر اتنی دیر تک خنیس اپنے شاہین کو اس کی طرف اشارہ کر چکا تھا شاہین نے تھوڑی دیر تک فضا میں پرواز کی اور پھر وہ بھاگنے والے اور اس کے گھوڑے دونوں کی آنکھیں نکال چکا تھا۔

خنیس نے اپنا گھٹنا زور سے اشناس کی چھاتی پر دے مارا۔

''بولو ___ ہمارے آدمی کہاں ہیں۔''

اشناس نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ بڑی حیرت سے خنیس کو گھورے جا رہا تھا ___ جس نے اسے بالکل بچوں کی طرح دبوچ رکھا تھا۔

خنیس نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

''ایسے نہیں تم بولو گے۔''

اس نے اپنا خنجر نکالا اور اس کا آدھا پھل اشناس کے پیٹ میں پیوست کر دیا خون کا ایک فوارہ پھوٹ نکلا۔

خنیس نے غصہ میں کہا۔

''دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں بولتے ہو۔ بک دو جو میں پوچھتا ہوں ورنہ بڑی بری موت ماروں گا۔''

اشناس کے آدمیوں نے اس موقعہ پر آگے بڑھنا چاہا مگر حرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہیں گھیر کر بے بس کر چکا تھا۔

اشناس نے کہنا شروع کیا۔

شہر کے وسط میں دریا کے کنارے۔ سفید رنگ کی ایک دو منزلہ عمارت ہے جس کا بیرونی دروازہ عام دروازوں سے چھوٹا ہے۔ بظاہر یہ ایک سکونتی مکان دکھائی دیتا ہے مگر اصل میں یہ ہماری آماجگاہ ہے میرے سب ساتھی وہیں رہتے ہیں تمہارے قبیلے کے لوگ بھی وہیں قید ہیں لیکن سارے نہیں تمہارے لوگوں کا ایک بڑا حصہ باغیس کے حکمران نیزک کی قید میں ہے۔ کیونکہ ہمارے جیسے گروہوں کو اس کی حمایت حاصل ہے۔

خنیس نے اس سے آگے اسے کچھ نہ کہنے دیا اور تلوار کھینچ کر اس کی گردن کاٹ دی پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے اشناس کے آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ سب کی لاشیں انہوں نے اٹھائیں اور دریائے زنیل میں پھینک دیں۔

خنیس اٹھ کر پیچھے ہٹا اور ارطبون کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''سردار تم ہمارا ایک کام کرو۔''

ارطبون نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''آؤ اندر بیٹھتے ہیں اور آرام سے باتیں کرتے ہیں۔''

سب ان ہی بھدی چوکیوں پر جا کر بیٹھ گئے۔ قطونہ اپنے باپ کی پشت پر اس کے کندھوں

پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

وہ خنیس سے بے حد متاثر دکھائی دے رہی تھی۔

ارطبون نے پھر پوچھا۔

''اب کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''مجھے لکڑی کے آٹھ ایسے صندوق بنوا دو جو باہر سے بالکل بند نظر آئیں اور ان کی کنڈیاں اندر کی طرف ہوں اور چار خچریں بھی مہیا کردو ہر صندوق میں چاروں طرف ایک ایک چھوٹا سا سوراخ بھی ہو۔''

''کیا کرو گے صندوق۔''

''ہر صندوق میں اپنے ایک ایک ساتھی کو بند کر کے میں سوداگروں کے بھیس میں آج شام کے وقت اشناس کی آماجگاہ میں داخل ہوں گا اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو قید سے چھڑاؤں گا۔ اگر ہو سکے تو رسیوں سے بنی ہوئی ایک سیڑھی بھی تیار کرا دو جو دوسری منزل سے دریا تک پہنچ جائے میں ایک کشتی والے سے بات کرلوں گا۔ ہمارے سب آدمی رہا ہونے کے بعد اس کشتی میں بیٹھ کر یہاں پہنچ جائیں گے اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان ہی خچروں پر بیٹھ کر شہر سے باہر آجاؤں گا۔''

ارطبون مسکرا اٹھا۔

''بہت اچھی ترکیب ہے۔ تم واقعی خطرناک سے خطرناک مہم سر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو تمہیں کسی قبیلے کا سردار کسی فوج کا سپہ سالار، کسی ہراول دستے کا جرنیل ہونا چاہئے تھا۔ کاش تم میرے قبیلہ میں پیدا ہوئے ہوتے تو ترک ہمیشہ تم پر فخر کرتے میں تمہیں اپنے قبیلے میں آباد ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔''

خنیس مسکرایا۔ اور اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارا مشکور ہوں۔ یہ منجمد اور ساکت سی زندگی ہے میں ایسی زندگی پسند کرتا ہوں جس میں مہم جوئی کشمکش اور جدوجہد ہو۔ اس سے میرے خون کی گردش ٹھیک رہتی ہے اور اسی میں مجھے سکون ملتا ہے۔

ارطبون ہنس دیا۔

''اب تو تم کھانا کھاؤ گے نا''

''ہاں اب تو ضرور کھاؤں گا۔''

ارطبون نے قطونہ سے کہا اور وہ سب کے سامنے کھانا جمانے لگی!

☆.....☆.....☆

شام کے دھندلکے میں خنیس سوداگروں کے بھیس میں شہر میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے چار خچریں تھیں اور ہر ایک پر لکڑی کے دو صندوق لدے ہوئے تھے سب سے اگلی خچر کی اس نے لگام پکڑ رکھی تھی اور باقی خچروں کی لگامیں ایک دوسری کی کاٹھی سے بندھی ہوئی تھیں۔

منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکالتا ہوا وہ اسی عمارت کے سامنے آکھڑا ہوا جس کی اسے اشناس نے نشاندہی کی تھی۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا بھدا سا سیاہ رنگ کا کرخت قسم کا ایک شخص سامنے آکھڑا ہوا۔ کسی قدر سخت آواز میں اس نے پوچھا۔

''کون ہو تم۔ کس سے ملنا چاہتے ہو؟''

خنیس نے تعظیم کے انداز میں جھکتے ہوئے کہا۔

''میں ترمز سے آیا ہوں کیا تم توفیل کو جانتے ہو؟''

''ضرور جانتا ہوں۔''

''اس نے تم لوگوں کے لئے کچھ سامان بھیجا ہے۔''

اس نے خچروں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا

''تو باہر کیوں کھڑے ہو اندر آجاؤ نا۔''

خنیس اپنی خچروں سمیت اندر چلا گیا اور دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا گیا۔

خچریں ایک طرف کھڑی کرنے کے بعد خنیس نے دروازہ کھولنے والے سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام اغوس ہے۔''

''یہاں تمہارے پاس کتنے آدمی ہوں گے؟''

''آٹھ ہیں۔''

''کل آٹھ۔ میں تو سمجھا زیادہ ہوں گے خیر بلاؤ انہیں ___ خچروں پر سے یہ صندوق تو اتاریں یہ کافی بھاری ہیں مشکل سے دو دو جوان مل کر اتاریں گے۔''

اغوس اندر چلا گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ آٹھ اور جوان بھی تھے سب نے مل کر صندوق نیچے اتار کر رکھ دیئے۔

اغوس نے کچھ بیتابی سے پوچھا۔

''ان میں کیا ہے؟''

''یہ تو مجھے بھی خبر نہیں جس طرح بند مجھے ملے تھے اسی طرح میں نے پہنچا دیئے ہیں ویسے

توفیل نے مجھے زبانی کہا تھا کہ تم لوگ بڑی احتیاط سے ان عربوں کا خیال رکھنا جو تمہاری قید میں ہیں کیونکہ ان کے عرب ساتھی انہیں چھڑانے کے لئے اس طرح منڈلاتے پھر رہے ہیں جس طرح لاش کے اوپر کرگس۔''

اغوس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

''یہاں سے انہیں ان کا خدا بھی نہیں چھڑا سکتا۔''

''کیا خبر ان کے ساتھی کسی طرح انہیں چھڑانے یہاں پہنچ جائیں۔''

''تم چھوڑو اس خشک موضوع کو۔ کوئی اور بات کرو!''

''تو آؤ پھر یہ صندوق کھولتے ہیں۔''

''ہاں ضرور، مگر یہ کھلیں گے کیسے یہ تو بڑی مضبوطی سے بند کئے گئے ہیں۔''

''توفیل نے تو مجھے بتایا تھا کہ جو شخص ان صندوقوں کے پاس کھڑے ہو کر تین بار کہے گا کھل جاؤ، تو یہ خود بخود کھل جائیں گے۔''

اغوس نے حقارت سے کہا۔

''کیا جاہلیت اور ضعیف الاعتقادی کی باتیں کرتے ہو۔''

''اس نے تو مجھے ایسے ہی کہا تھا آزما لو۔ آخر حرج بھی کیا ہے۔''

تھوڑی دیر تک غور سے خنیس کی طرف دیکھنے کے بعد اغوس نے تین بار جب صندوقوں کو کھلنے کو کہا تو پلک جھپکنے میں سارے صندوق کھلے اور حرب اپنے پانچ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا تلواریں اور ڈھالیں لہراتے ہوئے وہ صندوقوں سے باہر نکل آئے۔ سب ایک دوسرے پر پل پڑے۔ عربوں نے زیادہ وقت نہ لیا اور اپنے سارے دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ خنیس اکیلے نے اغوس سمیت تین آدمی قتل کر دیئے تھے۔

خنیس اور حرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمارت کے کمروں کا جائزہ لینے لگے ایک کونے کے بڑے اور تاریک کمرے میں ان کے قبیلے کے لوگ بند تھے۔ لوہے کی سلاخوں کے اندر سے ہاتھ بڑھا کر سب ایک دوسرے سے ملے۔ اتنے میں ایک قیدی نے آواز دی۔

''چابیاں اغوس کی کمر کے ساتھ بندھی ہوئی ہوں گی۔''

حرب بھاگتا ہوا باہر گیا اور چابیاں لے آیا سب قیدیوں کو نکال کر وہ چھت پر لے گئے۔ رسیوں کی ایک سیڑھی انہوں نے نیچے گرائی سب سے پہلے حرب نیچے اترا اور پھر سارے قیدی سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر گئے۔ ایک کشتی پہلے ہی وہاں کھڑی تھی حرب سب کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ خنیس نے سیڑھی سمیٹی اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ وہ نیچے آیا اور خچروں پر سوار ہو کر وہ شہر

سے باہر نکل گئے۔

جب واپس آئے تو ارطبون کے خیمہ کے باہر میدان میں چھ ساتھ مشعلیں جل رہی تھیں اور ان کے قبیلہ کے لوگ حرب کے ساتھ پہلے ہی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور بیشمار ترک مرد اور عورتیں ان کے گرد جمع تھے وہاں پہنچ کر خنیس جب اپنی خچر سے اترا تو ارطبون نے اسے گلے لگا لیا اور مبارکباد دی۔ قطونہ بھی جھجکتی جھجکتی سی خنیس کے قریب آ گئی اور اسے مبارکباد دی ارطبون نے شائد سب کے کھانے کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا سب کو کھانا کھلایا گیا پھر کچھ خیمے خالی کرائے گئے جن میں رہا ہونے والے عربوں کو سلایا گیا۔

☆.....☆.....☆

رات بھیگ چکی تھی۔ سرد ہواؤں کے جھکڑ چل نکلے تھے خیمے پھڑ پھڑانے لگے تھے ارطبون خنیس حرب اور قطونہ آتش دان کے گرد بیٹھے تھے ہوا کی تیز سرسراہٹ میں ارطبون کی آواز ابھری۔

وہ خنیس سے مخاطب ہوا تھا۔

''میری خواہش ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کچھ دن میرے ہاں قیام کرو۔''

''میں ضرور ٹھہرتا سردار۔ مگر میں اپنے قبیلے میں یہ خبر بہت جلد پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے کچھ ساتھیوں کو رہا کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں میرے ایک ساتھی کی راہنمائی میں رہا ہونے والے کل صبح سویرے ہی اپنی بستی کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ میں حرب بھائی اور دوسرے چار ساتھی ترمز کے راستے گھر جائیں گے میرے کچھ جان پہچان کے لوگ وہاں ہیں۔ ان سے بھی ایک بہت ضروری کام ہے۔

ارطبون سنجیدہ ہو گیا۔

''ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو تو؟''

''کہو میں کڑوی باتیں سننے کا عادی ہوں۔''

''تمہارا تجارتی قافلہ جب لوٹ لیا گیا تھا تو تم نے اس کی شکایت خراسان کے اپنے مسلمان والی یزید بن مہلب سے کیوں نہ کی۔

''جو کام ہم خود کر سکتے ہیں اسے والی کے سامنے پیش کرنے کا فائدہ؟''

''میں نے یزید بن مہلب کے متعلق بہت کچھ سن رکھا ہے۔''

''کیا سنا ہے تم نے؟''

''سنا ہے وہ خازن ہے اور ہر وقت شراب پیتا رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پورے خراسان میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلتی جا رہی ہے جگہ جگہ لوگ سرکش و باغی ہوئے جا رہے

ہیں۔ بخارا اور سمرقند کے نواح میں شورش و سرکشی کی چنگاریاں بھڑک اٹھی ہیں حالات اگر ایسے ہی رہے تو وہ دن دور نہیں جب خراسان سے مسلمانوں کی بساط ہی الٹ جائے گی۔

خنیس افسردہ ہوگیا۔

ارطبون نے بڑے پیار سے کہا۔

''برا مان گئے ہو۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ایک شخص نے پہلے بھی مجھے اس قسم کی باتیں کہی تھیں مگر میں یقین نہ کرتا تھا۔ آج تم نے بھی ایسی ہی باتیں کی ہیں۔''

''میں کوئی بھی ایسی بات نہیں کرتا جس کی بنیاد نہ ہو۔''

''میں تمہاری باتوں کا یقین کر چکا ہوں۔ یہاں سے لوٹنے کے بعد میں سیدھا بصرہ جاؤں گا اور حجاج سے یزید بن مہلب کی شکایت کروں گا۔''

''اگر یزید یا اس کے حواریوں کو تمہارے ارادوں کا علم ہوگیا تو پھر؟''

''میں اس کی دشمنی کی ہرگز پرواہ نہ کروں گا۔ میں حجاج کو ضرور بتاؤں گا کہ خراسان میں حالات کہاں تک ابتر ہو چکے ہیں وہ ضرور اس کے خلاف کوئی کارروائی کرے گا۔ اگر اس نے بھی میری باتوں پر کان نہ دھرا تو میں خلیفہ عبدالملک تک جا پہنچوں گا۔''

ارطبون نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا ہم دوبارہ بھی آپس میں مل سکیں گے تمہیں الوداع کہتے ہوئے میرے دل میں ایک پھانس رہے گی کہ کب ہم دوبارہ آپس میں ملیں گے۔''

''تم اگر کبھی ہماری بستی کی طرف آؤ تو میں اپنے لئے سعادت سمجھوں گا۔''

''میں ضرور آؤں گا۔''

''یہاں سے کوچ کرنے کے بعد تمہارا کس طرف کو رخ ہوگا؟''

''سردیوں میں جبکہ پہاڑ برف سے ڈھک جاتے ہیں ہم عموماً بدخشاں اور پامیر کی طرف نکل جاتے ہیں پھر جوں جوں موسم کھلتا چلا جاتا ہے ہم شمال کی جانب بڑھ جاتے ہیں سمرقند سے ہوتے ہوئے ہم تاشقند اور پھر اشبیجان تک چلے جاتے ہیں یہ دریائے سیحوں کے کنارے ایک خوبصورت شہر ہے اور شمال کی جانب ہماری آخری حد ہے اس سے آگے ہم نہیں جاتے مگر اس بار ہم سمرقند سے ہوتے ہوئے بخارا اور پھر وہاں سے تمہاری بستی کی طرف آئیں گے وہاں کچھ دن قیام کریں گے اس کے بعد ہمارا رخ پھر اشبیجان کی طرف ہوگا۔''

''میں تمہارا بڑی بیتابی سے انتظار کروں گا۔''

''یہ نہ ہو ہم وہاں پہنچیں اور تم بصرہ میں ہو۔''

''اگر ایسا ہوا تو پھر میری واپسی تک انتظار کرنا۔''

ارطبون نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ قطونہ اپنا منہ اس کے کان کے پاس لے گئی اور بڑی رازداری سے کھسر پھسر کرنے لگی۔

ارطبون مسکرا دیا تھا! آخر اس نے خنیس سے پوچھا۔

''خنیس! قطونہ پوچھتی ہے تم لوگ گھر کے کتنے افراد ہو۔''

''اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''یہ شائد ان کے لئے کچھ تحفے تیار کرے گی۔''

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''

قطونہ پہلی بار خنیس سے خود مخاطب ہوئی۔

''آخر بتا دینے میں حرج ہی کیا ہے؟''

''ہم تین بھائی ہیں بڑے کا نام احمد بن یوسف، اس سے چھوٹے کا حرب بن یوسف اور سب سے چھوٹا میں ہوں میرا باپ قتل ہو چکا ہے ماں کا نام سلامہ ہے اور وہ زندہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے گھر میں ہماری خالہ جس کا نام مراجل ہے اور اس کی لڑکی دمنہ بھی رہتی ہے دمنہ میرے بڑے بھائی احمد کی منگیتر ہے اور عنقریب ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے اتنی ہی تفصیل کافی ہے یا کچھ اور بھی کہوں۔''

قطونہ خنیس کے پاس بیٹھ کر پہلی بار کھل کر مسکرا دی جیسے بیشمار سفید موتی سرخ مرمر کے فرش پر چھن سے پھینک دیئے گئے ہوں ساتھ ہی اس کی نقرئی برتنوں کی طرح کھنکتی ہوئی آواز آئی۔

''بس اس سے زیادہ اور کیا تفصیل ہو سکتی ہے ہمارے قبیلے میں رواج ہے کہ جب کسی کے ہاں جاتے ہیں تو خالی ہاتھ نہیں جاتے ہمارا قبیلہ جب تمہاری بستی کی طرف آئے گا تو میں تم سب کے لئے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے تحفے لے کر آؤں گی۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''رات کافی جا چکی ہے اب سونا چاہئے۔ صبح ہمیں کوچ بھی کرنا ہے۔'' سب اٹھے اور دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

دوسرے روز صبح ہی صبح انہوں نے کوچ کی تیاریاں کر لیں خنیس نے اپنا ایک ساتھی رہا ہونے والے قیدیوں کے ساتھ کر دیا اور وہ بستی کی طرف کوچ کر گئے۔ خود وہ اپنے دوسرے پانچ ساتھیوں کے ساتھ دریائے زنیل کے کنارے کنارے ترمز کی طرف بڑھنے لگا۔

قطونہ اپنے خیمے سے باہر کسی ٹوٹے ہوئے مزار کے ستون کی طرح اداس کھڑی خنیس کو جاتا دیکھ رہی تھی اس کی حالت یہ تھی جیسے اس کی روح ہی سلب کر لی گئی ہو۔ وجہ کیا تھی یہ تو کوئی حکیم اور دانا ہی بتا سکتا تھا!

☆.....☆.....☆

اپنے ساتھیوں کو سرائے میں ٹھہرانے کے بعد خنیس توفیل کی حویلی میں داخل ہوا۔ اصطبل کے پاس کھڑے طوانہ نے اسے دیکھ لیا۔ وہ بھاگتا ہوا حویلی کے اندر چلا گیا اور شور کرنے لگا خنیس آ گیا۔

مارودہ بھاگتی ہوئی باہر آئی اس کے پیچھے پیچھے اس کی ماں قراطیس بھی تھی خنیس اس وقت اپنا گھوڑا باندھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر مارودہ نے مسکراتے ہوئے اسے پکارا۔

''تم آ گئے خنیس۔''

خنیس اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ___ ''میں وعدہ تو کر کے گیا تھا کہ ضرور واپس آؤں گا۔''

مارودہ بیحد جذباتی ہو گئی تھی۔

''میں ہر روز تمہارا انتظار کیا کرتی تھی میرا دل کہتا تھا تم ضرور لوٹ کر آؤ گے۔''

قراطیس نے بھی آگے بڑھ کر بڑی خندہ پیشانی سے خنیس کا استقبال کیا دونوں ماں بیٹی کی حالت ایسی تھی گویا کوئی ان کا بچھڑا ہوا عزیز اچانک لوٹ آیا ہو۔ ماں کی پرواہ کئے بغیر مارودہ نے خنیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے اندر لے گئی۔

خنیس کو اپنے کمرے میں بٹھانے کے بعد مارودہ باہر جانے لگی۔

''میں کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔''

''خنیس نے اسے منع کر دیا۔''

''کھانا میں سرائے سے کھا آیا ہوں۔''

مارودہ نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا۔

''کون سی سرائے سے؟''

''اسی شہر کی ایک سرائے سے۔''

''کیوں کھایا تم نے ___ کیا تم اسے اپنا گھر نہیں سمجھتے۔''

''اس بار میرے ہمراہ میرے کچھ ساتھی بھی ہیں ___ ان کے ساتھ مجبوراً مجھے کھانا پڑا تھا۔''

مارودہ پھر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

''شومان گئے تھے۔''

''ہاں۔''

''اپنے دشمنوں کا کچھ پتہ چلا۔''

''میں سب کو قتل کر آیا ہوں۔''

مارودہ خوشی سے کھل گئی۔

''بہت اچھے۔ میرا دل پہلے ہی کہتا تھا تم ان سے نمٹنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہو ___ حرب بھائی سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔''

''ہاں ہوئی تھی ___ میرے ساتھ ہی آئے ہوئے ہیں اور سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

''انہیں یہاں کیوں نہیں لائے۔''

''میں نے اسے تم لوگوں کے متعلق تفصیل سے بتا دیا تھا وہ کہہ رہا تھا تم اکیلے ہی ہو آؤ۔ لہٰذا میں چلا آیا۔''

''کتنے دن یہاں رہو گے۔''

''آج ہی واپس جانے کا ارادہ ہے۔''

مارودہ کے بولنے سے پہلے ہی طوانہ کمرے میں داخل ہوا اس کا رنگ اڑا ہوا تھا وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ مگر کہہ نہ پا رہا تھا۔ مارودہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کیا بات ہے طوانہ!''

اس نے رک رک کر کہا۔

''میں خنیس سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

مارودہ کا رنگ اڑ گیا۔

''ہمارے سامنے ہی کہو کیا کہنا ہے۔''

''توفیل کے کہنے پر وصیف کچھ بدمعاشوں کو اطلاع دینے گیا ہے کہ خنیس پھر یہاں آ گیا ہے لہٰذا جوں ہی وہ شہر سے نکل کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو اسے قتل کر دیا جائے وہ اس کے پیچھے کم از کم دس بارہ بدمعاش لگائیں گے۔''

مارودہ کھڑی ہو گئی اور قراطیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے امید بھی نہ تھی ماں ___ خالو اس قدر پستی میں گر جائیں گے۔ میں ابھی جا کر خالہ

اوران سے بات کرتی ہوں۔"

خنیس نے اس کا بازو پکڑ کر پھر اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

"تم بالکل خاموش رہو۔ میں ایسے لوگوں سے نمٹنا جانتا ہوں جب تک میرے بازوؤں میں دم ہے جب تک میری تلوار کی دھار باقی ہے جب تک میرے اس شاہین کی پرواز لامتناہی ہے جب تک میری موت میرا سایہ بن کر میرے سامنے نہیں آن کھڑی ہوتی اور ___ اور جب تک میرا خدا میرے ساتھ ہے میں ایسے سینکڑوں بدمعاشوں کو کاٹتا رہوں گا۔ میں انہیں بتا دونگا خنیس بن یوسف اتنا نادان اور کمزور نہیں کہ کھلے میدان میں اسے شکست دے دی جائے۔"

ماروہ نے خنیس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں خنیس۔ تم حرب بھائی کو بھی بلالو۔ اس وقت تک تم لوگ اپنے گھر نہیں جاؤ گے جب تک میں خالہ اور خالو سے بات نہ کرلوں۔"

"تم تو یوں ہی فکرمند ہو رہی ہو ___ میں تو خود چاہ رہا تھا کہ مجھے تمہارے خالو کے ان ساتھیوں کا کسی طرح پتہ چل جائے اور میں ان سے بھی نمٹتا جاؤں اب جبکہ وہ اپنے آدمی خود ہی میرے پیچھے لگا رہا ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔

ماروہ کی آواز ڈوبنے لگی!

"مگر تم صرف دو بھائی ہو خنیس! اور وہ تم لوگوں کے پیچھے بارہ کے قریب آدمی لگا رہا ہے۔"

"ہم دو نہیں۔ ہمارے ساتھ چار ساتھی اور بھی ہیں۔"

"تمہارے قبیلے کے جو لوگ قید کرلئے گئے تھے کیا ان کا کوئی سراغ ملا۔"

"ان میں سے آدھے تو میں رہا کرا چکا اور دوسرے باذغیس کے حکمران نیزک کی قید میں ہیں۔"

"میں عنقریب اپنے مشرقی صوبوں کے گورنر حجاج بن یوسف کے پاس جاؤں گا میں اس سے جا کر شکایت کروں گا کہ خراسان میں ہم عربوں پر کیا گزری جبکہ خراسان کا ہمارا والی یزید بن مہلب خاموشی سے دیکھتا رہا وہ ایک جری جرنیل اور زیرک گورنر ہے۔ وہ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ وہ یا تو اس یزید بن مہلب کو معزول کرے گا یا اسے ایسی سیدھیاں سنائے گا کہ اسے اپنی غفلت سے جاگنا پڑے گا۔"

"تم واپس کب جانا چاہو گے۔"

"آج ہی شام کو ___ میں کچھ دن یہاں ضرور رکتا ___ مگر میرا ایک ساتھی شومان سے سیدھا بستی کی طرف جا چکا ہے۔ اس کے ساتھ وہ قیدی بھی ہیں جو میں نے شومان سے رہا کرائے ہیں۔ قبیلے میں خوشیاں منائی جارہی ہوں گی اور میرا بڑی بیتابی سے انتظار کیا جارہا ہوگا۔"

ماروہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

"اٹھو پھر ساتھ والے کمرے میں جا کر آرام کرلو ___ اتنی دیر تک میں وہ سامان نکال کر ٹھیک کرلیتی ہوں جو تمہیں ساتھ لے جانا ہے۔" ماروہ خنیس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے گئی۔"

☆.....☆.....☆

ترمز سے جب وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا نکلا تو اس نے دیکھا دس بارہ سوار اس کے تعاقب میں تھے۔ وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ اس نے شاہین کو اپنے پیچھے زین پر بیٹھا رکھا تھا۔

گھوڑے کے سموں سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین ہل رہی ہو۔

شہر سے پانچ میل باہر اس نے جب مڑ کر پیچھے دیکھا تو اسے فضا میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر تیرتا ہوا نظر آیا۔ اُس نے گھوڑے کو روکا، پھر اسے واپس موڑا اور اسے ایڑ لگاتے ہوئے وہ تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوگیا۔

جب وہ ان کے ساتھ آ کر ٹکرایا تھا تو اس وقت تک پیچھے سے حرب اور دیگر ان کے پانچ ساتھی بھی حملہ کر چکے تھے۔ رات کے سناٹے میں تلواروں کی دل خراش آوازوں اور گھوڑوں کے ہنہنانے سے خاموش فضاؤں میں تلاطم بپا ہوگیا تھا۔

زندگی اور موت کا یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہ رہا۔ عرب اپنے دشمنوں کو اس طرح کاٹ چکے تھے جس طرح مالی پودوں کی بیکار شاخوں کو کاٹ کر علیحدہ کر دیتا ہے انہوں نے ایک آدمی زندہ پکڑ لیا تھا جسے انہوں نے رسیوں سے جکڑ دیا۔ لڑائی میں جتنے بدمعاش مارے گئے سب کے سر کاٹ کر اُنہوں نے خنیس کے گھوڑے کی خرجین میں بھر دیئے اور واپس ترمذ کی طرف چل پڑے۔

سب توفیل کی حویلی میں داخل ہوئے خنیس گھوڑے سمیت سیڑھیاں چڑھ کر اندر چلا گیا اور دوسرے ساتھی حویلی کا محاصرہ کر رہے تھے۔ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے خنیس توفیل کی خواب گاہ پر آیا۔

دروازہ اندر سے بند تھا ___ اس نے کھٹکھٹایا مگر کسی نے نہ کھولا پیچھے ہٹ کر اس نے دروازے کو زور سے کندھا مارا۔ دروازے کے دونوں پٹ ٹوٹ کر فرش پر گر گئے سب لوگ جاگ گئے۔ توفیل اور اس کی بیوی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔

دوسری طرف سے وصیف، طوانہ، ماروہ، قراطیس اور دوسرے ملازم بھی بھاگتے ہوئے ادھر آ گئے تھے۔ خنیس اس وقت تک کمرے میں داخل ہو چکا تھا اپنی آنکھیں ملتے ہوئے توفیل نے

گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''تم ـــــ تم یہاں۔''

''ہاں میں ابھی زندہ ہوں۔''

رات کے اس وقت خنیس کو وہاں دیکھ کر سب لوگ پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ وصیف کی حالت ایسی تھی جیسے ابھی اس کی آنکھیں ہی پھٹ جائیں گی خنیس نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے باری باری کٹے ہوئے گیارہ سر نکال کر توفیل کی طرف پھینکنے کے بعد تلخ لہجے میں کہا۔

''کیا یہی وہ لوگ ہیں جو تم نے میرے تعاقب میں لگائے تھے۔ یاد رکھو یہ دوسری بار تم میرے ساتھ دھوکہ کر رہے ہو۔ پہلے تم نے باغر کو میرے پیچھے لگایا مگر میں نے اس کا اور اس کے ساتھی کا سر کاٹ کر تمہارے کمرے پھینک دیئے مگر تمہاری آنکھیں پھر بھی نہ کھلیں اور تم نے یہ دوسری حماقت کر ڈالی۔ جس کا انجام تمہارے سامنے ہے یاد رکھو توفیل میرا نام خنیس بن یوسف ہے میں ان لوگوں میں سے نہیں جو جھکنا جانتے ہیں تم میرا اندازہ غلط لگاتے رہے ہو میں شر کو اس کے صحیح مقام پر رکھتا ہوں اور اس کا پورا صلہ بھی دیتا ہوں۔''

''تم ہمارے تجارتی قافلے کو لوٹنے کے ذمہ دار ہو یہ نہ سمجھنا کہ مجھے علم نہیں میں سب کچھ جانتا ہوں میں شومان میں اشناس اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے وہاں سے اپنے قبیلے کے آدمی رہا کرا چکا ہوں تم خواہ مخواہ ہی میرے راستے میں ریت کی دیواریں کھڑی کرتے جا رہے ہو مگر امنڈتے ہوئے طوفانوں کے سامنے ریت کی دیوار زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی۔ میں تمہیں ایک اور موقعہ دیتا ہوں اس کے بعد بھی اگر تم نے میرے ساتھ کوئی فریب کیا تو یاد رکھو تم دنیا کے کسی بھی کونے میں اپنے آپ کو مجھ سے چھپا کر محفوظ نہ سمجھ سکو گے۔''

''اگر ـــــ اگر تم ماروہ کے خالو نہ ہوتے تو یاد رکھو میں ابھی تک تمہارا بھی سر کاٹ چکا ہوتا۔ یہ بات اپنے ذہن میں رکھو کہ بنی تمیم نے مجھے اپنے قبیلے کا سب سے کڑا اور مضبوط تیر سمجھ کر تم پر چلایا تھا۔ سو یاد رکھو میں وہ زہریلا تیر ہوں جو ہر جگہ اپنے نشانے پر ٹھیک ضرب لگاتا ہے۔''

خنیس نے زور سے تالی بجائی اور حرب اس آدمی کو لئے اندر داخل ہوا جسے انہوں نے زندہ پکڑ لیا تھا۔

حرب کو دیکھتے ہی ماروہ نے سرگوشی کے انداز میں خنیس سے پوچھا۔

''یہ حرب بھائی ہے خنیس۔''

''ہاں۔''

ماروہ نے اسے سلام کیا

خنیس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''اخی ـــــ! یہ ماروہ ہے۔''

ماروہ کی طرف دیکھتے ہوئے حرب مسکرایا اور رسیوں میں جکڑے ہوئے اس آدمی کو کمرے کی سامنے والی دیوار کے ساتھ لا کھڑا کیا اور خود بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ خنیس کی چبھتی ہوئی آواز پھر گونجی۔

وہ توفیل سے مخاطب ہوا تھا۔

''کیا یہی شخص ان لوگوں کا سرکردہ ہے جو آج تم نے میرے پیچھے لگائے تھے اور اس کے ساتھ جو دوسرا جوان کھڑا ہے۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دشمنوں سے کیسا بھیانک انتقام لیتے ہیں ادھر میری طرف دیکھو۔

خنیس نے اپنے سامنے ہاتھ سے حرب اور اس دوسرے جوان کی طرف اشارہ کیا۔ شاہین نے پرواز کی اور حرب کے ساتھ کھڑے اس جوان کی آنکھیں نکال کر واپس لوٹ آیا حرب کو اس نے کوئی گزند نہ پہنچایا تھا۔

خنیس پھر بولا۔

''دیکھا تم نے۔ جس طرح یہ شاہین دوست دشمن کی پہچان رکھتا ہے اس طرح ہم بھی دونوں کو علیحدہ علیحدہ مقام پر رکھتے ہیں مگر جب دوست آستین کے سانپ بننے لگیں تو ان کا حشر اور انجام بھی ایسا ہی ہوتا ہے جس طرح تمہارے سامنے اس نوجوان کا ہوا ہے۔ میں دوبارہ تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ ایسی ہی کوئی غلطی جو میری ذات کے لئے نقصان دہ ہو تم نے تیسری بار دہرائی تو یاد رکھنا میری تلوار کا پھل ہوگا اور تمہاری گردن ہوگی۔''

حرب باہر نکل گیا۔

خنیس نے سب پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی آخر میں اس کی نظریں ماروہ پر آ کر جم گئیں پھر وہ بھی کمرے سے باہر نکل گیا ماروہ بھی اس کے پیچھے لپکی اور صحن میں آ کر اس نے خنیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اداس لہجے میں کہا۔

''پھر کب آؤ گے خنیس۔''

خنیس اس کا ہاتھ سہلانے لگا۔

''بصرہ سے لوٹ کر میں سیدھا یہاں آؤں گا اور پھر ہمیشہ کے لئے تمہیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔''

ماروہ مسکرا دی۔

''میں دن رات تمہارا انتظار کیا کروں گی۔''

ماروہ نے خنیس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ رات کے گھپ اندھیرے میں توفیل کی حویلی سے باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب اپنے قبیلے کی چراگاہوں میں داخل ہوا تو بنوتمیم کے کچھ بچے جو وہاں کھیل رہے تھے انہیں دیکھتے ہی بستی کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے شائد وہ بستی والوں کو خنیس کے آنے کی اطلاع دینا چاہتے تھے بنوتمیم کے چرواہوں نے انہیں چراگاہ کے وسط میں روک لیا اور طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔

جب وہ اپنی بستی کے پاس آئے تو ان کے قبیلہ کے سردار وکیع بن لاسور تمیمی اور ہریم نے ان کا استقبال کیا۔ سردار کے پاس آکر سب تعظیماً اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ وکیع نے آگے بڑھ کر خنیس کو گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی پھر دونوں سردار باری باری سب سے گلے ملے۔

وکیع نے خنیس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''مجھے پختہ یقین تھا ہمارے قبیلے کا شاہین ناکام واپس نہ لوٹے گا۔ تم نے ایسا بھرپور انتقام لیا ہے کہ پورے قبیلہ کو تم پر فخر ہے بستی میں لوگ تمہارا استقبال کرنے کو بیتاب ہیں۔''

خنیس نے غور سے وکیع کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سردار میں کچھ دنوں تک بصرہ جانا چاہتا ہوں۔''

وکیع فکرمند ہوگیا۔

''کس سلسلے میں؟''

''شومان شہر میں مجھے کچھ لوگوں نے بتایا تھا کہ سمرقند اور بخارا میں ہم مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی چنگاریاں بھڑک اٹھنے والی ہیں وہ لوگ یزید بن مہلب کو خازن اور شرابی سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت کر کے پورے خراساں میں ہمارے خلاف نفرت کی آگ بھڑکا دینا چاہتے ہیں میں بصرہ جا کر حجاج بن یوسف سے یزید بن مہلب کی شکایت بھی کروں گا اور اس سے استدعا کروں گا کہ وہ خراسان کی طرف خاص توجہ دے اس کے علاوہ میں اسے یہ بھی کہوں گا کہ ہمارے قبیلے کے جو لوگ باغیس کے حاکم کی قید میں ہیں وہ انہیں رہا کرا دے۔''

وکیع نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

''بیشک چلے جانا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو دفعتاً ہر طرف عود، دف، چنگ، رباب، سنگھ اور دوسرے آلات طرب بج اٹھے جیسے صرف اس کے بستی میں داخل ہونے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔!

مکان کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے ان پر پھول پتیاں نچھاور ہونے لگی تھیں ساتھ ہی ساتھ گانے کی آوازیں بھی آنے لگی تھیں۔ قبیلے کی عورتیں اپنی شیریں آواز میں گا رہی تھیں۔ ایسے گیت جو صبح کی پریاں گاتی ہیں۔

ایسے نغمے جنہیں آج تک کسی کان نے نہ سنا ہو۔

ہاں ایسے ہی سادی گیت، جن کی بازگشت سورج کی روشنی میں طواف کرتی ہے، سمندروں کی سطح پر تیرتی ہے اور چاندنی راتوں میں دوڑتی پھرتی ہے۔

فَشَكَلْتَ بِالْوَمْحِ الْاَصَهِرِّ ثِيَابَهُمْ
تو نے ٹھوس تیرے سے ان کا دل چھید ڈالا
لَيْسَ الْكَرِيمُ عَلَى الْقَنَا بِمُحَرَّمٍ!
شریف آدمی (سردار) نیزے پر حرام تو نہیں
نُسَمِّيَ الظَّالِمِينَ وَمَا ظُلِمْنَا
ہم ظالم کہلاتے ہیں حالانکہ ہم نے ظلم نہیں کیا،
وَلَيْنَا بِنِيَةُ الظَّاطِينَا!
ہم ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں ہلاک کر دیتے ہیں
اَلَا لَا يَعْلَمُ الْاَقْوَامِ اَنَّا
سن لو۔ قومیں یہ ہرگز گمان نہ کریں
تَصَنَّعْنَا وَاَنَّا قَدْ وَنِينَا
کہ ہم ذلیل ہوگئے ہیں بلکہ ہم میں وہی سابق عزت باقی ہے
اَلَا لَا يَجْهَلَنْ اَحَدٌ عَلَيْنَا
خبردار ہم سے کوئی جہالت کا معاملہ نہ کرے
فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَا!
ورنہ ہم جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کا سلوک کریں گے

جب وہ دوسرے محلے میں داخل ہوئے تو وہاں بھی بالکونیوں میں کھڑی عورتیں پھول نچھاور کرتے ہوئے گا رہی تھیں۔

ان کے گیتوں کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

اندھیری اور اندھی رات کا تاریک سفر ختم ہوا
آسمان سے نور کے چشمے پھوٹ نکلے ہیں!
استعبداد و آمریت اندھیروں میں کھو گئے ہیں
اور صبح روشنی افق تا افق پھیل گئی ہے!

وہ کچھ اور آگے بڑھے تو گانے کی صدائیں کچھ اس طرح تھیں۔

''اے خنیس ___ اے ہمارا انتقام لینے والے ___ اے ہمارے نفوس کے وکیل اور محافظ ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

نوخیز حسینائیں اور شیریں کلام محبوبائیں تجھے دیکھنے کو ترستی ہیں تو نیزے کی انی اور تلوار کے فولاد سے فضا کا سینہ چیر دیتا ہے۔ تو جہاں کہیں بھی جائے ہمارے گیتوں کی آہنگ اپنی صدائے بازگشت کے ساتھ فضائے بسیط میں تحلیل ہو کر تیرا تعاقب کرتی رہے گی۔

خوبصورت کنواریاں تیرے سامنے اپنا دامن بچھاتی ہیں اور چٹانوں کی اونچی اونچی چوٹیاں تجھ پر سایہ فگن ہوتی ہیں۔

جب تو ہم سے جدا ہو جائے گا تو تیری روح ہمیشہ باغیانہ انداز میں دشمن کی فطرت کے برے پہلوؤں کے خلاف جنگ کرتی رہے گی اور تیرے باطن کا طوفان ہمارے لئے ہمیشہ دشواریوں کی زنجیروں کو کاٹتا رہے گا۔

اے زمین پر بسنے اور رہنے والی قومو اور نسلو! سنو! جب تک سمندر کی موجیں حرکت میں ہیں دن روشن اور تاباں ہیں اور تاریک رات کی سیاہی لامحدود وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے کوئی بھی ہمارے اس شاہین کو پچھاڑ نہیں سکتا۔

ان سب کے پیچھے بنی تمیم کے لوگوں کا ایک انبوہ کثیر چل رہا تھا۔ گلی کوچے انسانی بھیڑ سے کھچا کھچ بھر گئے تھے ان میں وہ قیدی بھی تھے جو شومان سے رہا ہو کر آئے تھے بازار سے گزرنے کے بعد سب لوگ گلی میں ہی کھڑے ہو گئے۔ خنیس اور حرب اپنے گھر داخل ہوئے انہوں نے دیکھا دمنہ ان کی خالہ زاد بہن صحن میں بیٹھی دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔

والفی بصحرام الغبیط لعبالمہ
دشت غبیط میں اس نے اپنا تمام بوجھ ڈالا
نزول ایمانی دالعیاب المحمل
جس طرح یمنی تاجر بھاری گٹھڑیوں والا اترتا ہے

احمد بھاگ کر ان کی طرف بڑھا پہلے دونوں سے گلے ملا پھر ان کے گھوڑوں کی باگیں

پکڑ لیں سلامہ اور مراجل نے بھی آگے بڑھ کر دونوں کی پیشانیاں چوم لیں دمنہ ابھی تک بیٹھی گا رہی تھی۔ خنیس اور حرب اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے باہر گلی میں سردار وکیع لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں ابھی وہ تھکے ہوئے ہیں کل جب وہ تازہ دم ہو جائیں گے تو ہر ایک کو ان سے ان کی داستان سننے کی اجازت ہوگی۔

خنیس اور حرب اپنی ماں اور خالہ کے ساتھ سامنے والے کمرے میں داخل ہوئے دمنہ بھی دف بجاتی ہوئی ان کے پیچھے پیچھے تھی اور احمد باہر صحن میں ان کے گھوڑے باندھنے کے بعد ان کی زینیں اتار رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

فرہار سے مرو وہاں سے طوس اور پھر رے اور مخاوند کے راستے منزل پر منزل مارتا ہوا خنیس ایک روز بصرہ میں داخل ہو رہا تھا۔ طوس کے مقام پر اسے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے مرنے اور اس کی جگہ اس کے بڑے بیٹے ولید بن عبدالملک کے تخت نشین ہونے کی اطلاع ملی تھی۔

بازار سے گزرتے ہوئے اس نے ایک شخص سے حجاج بن یوسف کی رہائش گاہ کا پتہ پوچھا جب وہ اس کا جواب دے کر آگے بڑھنے لگا تو خنیس نے اسے روکتے ہوئے پھر پوچھا۔

''اخی۔ کیا تم مجھے حجاج کے متعلق کچھ بتا سکو گے۔''

اس نے رک کر اس کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا

''ضرور وہ ایک عمدہ اور نڈر جرنیل ہے مگر اونٹ کی طرح کینہ پرور اور بھیڑیئے کی طرح خون آشام ہے اور اس کے مابہ امتیاز وہ ایک بے بدل سپہ سالار اور فصیح البیان خطیب بھی ہے۔

خنیس کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ حجاج بن یوسف کے پاس کھڑا تھا اس کی آنکھیں کچھ اس طرح سرخ تھیں جیسے دو چشمے ہوں اور ان سے خون ابل رہا ہو اس کے چہرے پر دبدبہ تھا اس کے خدوخال میں ایسا رعب اور ہیبت تھی جس کا دباؤ ہر کوئی محسوس نہ کر سکتا تھا۔ اپنا عمامہ درست کرتے ہوئے حجاج بھاری آواز میں بولا۔

''کس بات نے تمہیں خراسان سے میرے پاس بصرہ آنے پر مجبور کیا۔''

''میں وہاں کے والی کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں۔''

حجاج دھیرے سے مسکرا دیا۔

''تم یہی کہنا چاہو گے کہ وہ خازن ہے اور شراب پیتا ہے۔''

''ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔''

''سنو۔ میرا نام حجاج ہے میں اپنے فرائض سے غافل نہیں عراق اور خراسان دونوں میرے سامنے ایسے ہی ہیں جس طرح چرواہے کے سامنے اس کا ریوڑ۔ تم ابھی بصرہ میں داخل ہی نہ ہوئے تھے کہ میرے جاسوس مجھے تمہارے متعلق مطلع کر چکے تھے اور سنو۔ تمہارا نام خنیس بن یوسف ہے تم بنو تمیم سے ہو اور تمہارے کچھ آدمی بادغیس کے حکمران نیزک کی قید میں ہیں۔

خنیس اس کے اس انکشاف پر ششدر رہ گیا۔

جرات سے اس نے کہا۔

''ہاں میں ایک شکایت یہ بھی لے کر آیا تھا۔''

''تم نے یزید بن مہلب سے مدد کی درخواست کی تھی۔''

''والی ایک گلہ بان کی مانند ہوتا ہے اس کو خود اپنے گلہ کی سلامتی کا احساس ہونا چاہئے۔''

حجاج نے ذرا سخت لہجہ میں کہا۔

''تمہارے آنے سے قبل ہی میں یزید بن مہلب کو معزول کر چکا ہوں اس کی جگہ اب قتیبہ بن مسلم وہاں کا والی ہوگا۔ وہ ایک عمدہ جرنیل اور بے لوث سپاہی ہے اس کی تلوار کی دھار تیز اور حوصلہ بلند ہے اہل خراسان اسے اپنے لئے یقیناً ایک دردمند حاکم اور بے بدل جرنیل پائیں گے وہ میرے ترکش کا سب سے کڑا اور زہریلا تیر ہے۔''

''اس کے علاوہ بھی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''

''کہو۔''

''سمرقند اور بخارا کی طرف سے ہمارے خلاف بغاوت اور شورش کی گھٹائیں چھانے لگی ہیں۔''

''تم فکر نہ کرو قتیبہ بن مسلم ان سب کا علاج ہے تم کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو۔''

''کچھ نہیں۔''

''کیا یہاں تمہاری رہائش کا کوئی بندوبست ہے۔''

''میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔''

''تو پھر تمہارا قیام سرکاری مہمان خانے میں ہوگا۔ قتیبہ بن مسلم بھی اس وقت مہمان خانے میں ہے کیا تم اسے ملنا پسند کرو گے۔''

خنیس مسکرا دیا۔

''میں ایسے جرنیل سے ملنا ضرور پسند کروں گا جسے حجاج بن یوسف جیسا نڈر جرنیل اپنے ترکش کا سب سے کڑا تیر سمجھتا ہے۔''

حجاج کے کہنے پر ایک غلام خنیس کو مہمان خانے کی طرف لے گیا۔

☆.....☆.....☆

غلام نے اسے ایک ایسے جوان کے سامنے لا کھڑا کیا جو دراز قامت، بھرے ہوئے جسم اور اپنے چہرے پر سمندر کی سی گہرائی رکھتا تھا اس کی آنکھوں سے پھوٹتی ہوئی شعاعیں اس بات کی گواہ تھیں کہ اسے کسی بہت بڑے مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

غلام اس کے کان میں کچھ کہتا رہا اور خنیس خاموش کھڑا سمندر جیسے اس جوان کو دیکھتا رہا۔ جو بظاہر پرسکون نظر آتا تھا مگر اپنے اندر امنڈتے ہوئے طوفان چھپائے ہوئے تھا۔ غلام جب پیچھے ہٹ گیا تو اس جوان نے پہلے غور سے خنیس کو دیکھا پھر اس کے کندھے پر بیٹھے ہوئے شاہین پر نظریں ٹھہراتے ہوئے اس نے ہلکے سے کہا۔

''تم دونوں کی آنکھیں ایک جیسی ہیں یقیناً تم خراسان کے شاہین ہو۔''

خنیس نے بڑی جستجو سے کہا

''مجھے معلوم نہیں تم کون ہو ___ تاہم اگر تم قتیبہ بن مسلم ہو تو میں تم جیسے جرنیل کو سلام کرتا ہوں۔''

وہ جوان مسکرا دیا۔

''ہاں میرا ہی نام قتیبہ بن مسلم ہے۔ پھر اس نے اپنے دائیں جانب خالی جگہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔''

''ادھر میرے پاس آ کر بیٹھو میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

خنیس اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

قتیبہ پھر بولا۔

''تم بنی تمیم سے ہو۔''

''ہاں۔''

''تم لوگ کہاں آباد ہو۔''

''دریائے جیحون کے اس پار بخارا کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے فربار نام کی بستی میں۔

''کتنا عرصہ ہوا؟''

''میں پیدا ہی وہاں ہوا تھا۔''

''میں کچھ دنوں تک یہاں سے روانہ ہونے والا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ ہی جانا پسند کرو گے میں کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا میں جا کر لوگوں کو خوشخبری دوں گا کہ یزید بن مہلب کی بساط الٹ چکی ہے اور اس کی جگہ قتیبہ بن مسلم آ رہا ہے تمہارے ساتھ سفر کرتے ہوئے یقیناً میں فخر محسوس کرتا مگر میں کچھ اور کاموں کے سلسلہ میں بہت جلد واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں۔''

میں جب خراسان پہنچوں گا تو تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔''

خنیس کی آواز بھرا گئی۔

''سیدی! زندگی کے جس میدان میں بھی تم مجھے پکارو گے میں لبیک کہوں گا۔ میں اس وقت تک تمہارے حق میں سینہ سپر رہوں گا جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہوگا۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو مشکلات میں پیٹھ دکھا جاتے ہیں تم دیکھو گے کہ خنیس بن یوسف بزدل نہیں۔ تم میری کمان ہو گے اور میں تمہارا تیر تم جس پر مجھے چلاؤ گے میں اس پر تمہاری خواہش کے مطابق ضرب لگاؤں گا میں ہر اس گروہ سے نپٹنا جانتا ہوں جس سے بغاوت کی بو آئے۔''

قتیبہ مسکرا دیا۔

''مجھے تم جیسے جوان ہی کی ضرورت تھی ابھی میں تمہیں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں تم اٹھ کر نہاؤ پھر کھانا کھا کر آرام کرو۔ رات کو میں تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو کروں گا۔''

خنیس اٹھا اور اس غلام کے پیچھے پیچھے عمارت کے دوسرے حصے کی طرف چل دیا۔

☆.....☆.....☆

شام سے ذرا پہلے خنیس ایک روز اپنے گھر داخل ہوا۔ احمد اور حرب گھر پر نہ تھے دمنہ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تم آ گئے اخی۔!''

وہ کوئی جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ سلامہ اور مراجل نے باری باری اسے لپٹا لیا اپنے سر پر عمامہ درست کرتے ہوئے خنیس نے پوچھا۔

''احمد اور حرب بھائی کہاں ہیں ماں۔''

سلامہ نے اس کے گھوڑے کی گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

''بازار گئے ہیں بیٹا ___ ترک خانہ بدوش قبیلے کا سردار تمہارا کوئی جان پہچان والا ہے نا وہ یہاں کئی دنوں سے آیا ہوا ہے اس کے لئے کچھ سامان خریدنے گئے ہیں۔''

خوشی سے خنیس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''وہی ترک سردار جس کا نام ارطبون ہے۔''

''ہاں بیٹے وہی آیا ہوا ہے۔ وہ ہمارے گھر آیا تھا اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی ہے جس کا نام قطونہ ہے۔ وہ ہم سب کے لئے کپڑے اور دوسرا بہت سا قیمتی سامان لے کر آئی ہے اس کے پاس تمہارے لئے سب سے عمدہ اور قیمتی تحفے ہیں جنہیں وہ اپنے ساتھ واپس لے گئی ہے وہ کہہ رہی تھی خنیس آئے گا تو میں خود اسے دوں گی۔''

''ابھی وہ کہاں ہیں؟''

''ان کا قبیلہ شمالی پہاڑوں کے دامن میں اترا ہوا ہے بستی سے باہر نکل کر دیکھیں تو جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے ان کے خیمے ہی خیمے ہیں۔''

خنیس نے دمنہ سے اپنے گھوڑے کی باگ لے لی۔

''میں ابھی جاتا ہوں ان کے پاس۔''

پھر قبل اس کے کہ سلامہ یا مراجل یا دمنہ میں سے کوئی اسے روکتا وہ بڑی تیزی سے باہر نکل گیا۔

اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ ترکوں کے خیمہ میں داخل ہوا بچے عورتیں اور مرد سب شور کرنے لگے۔ خنیس آ گیا۔!

ارطبون کے خیمے میں جب وہ داخل ہوا تو قطونہ خیمے کے وسط میں کھڑی تھی اسے خنیس کی آمد کا پتہ چل گیا تھا جب ہی تو وہ بری طرح بثر مار رہی تھی اس کے گال اس طرح سرخ ہو گئے تھے جیسے سارے پھولوں کا رنگ چرا کر ان میں سمو دیا گیا ہو وہ اپنے جذبات کو چھپانے کی پوری کوشش کئے ہوئے تھی مگر دل میں جلتی ہوئی شمع محبت کی لو اس کے رخساروں پر عیاں تھی۔

وہ خبر نہیں کہاں کھوئی ہوئی تھی کہ خنیس نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''سردار کہاں ہے؟''

وہ چونک گئی اور بدحواسی میں کہا ___ وہ ___ وہ تو تمہاری بستی کی طرف ہی گئے ہیں۔''

خنیس واپس مڑ گیا۔

''میں پھر اسے وہیں جا کر ملتا ہوں''

قطونہ ماند پڑ گئی۔ کانپتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

''بیٹھ جاؤ۔ میں اپنا کوئی آدمی بھیج کر اسے بلواتی ہوں۔''

ساتھ ہی اس نے ایک چوکی اس کی طرف بڑھا دی۔

خنیس نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اس چوکی پر بیٹھ گیا قطونہ جو کچھ دیر پہلے اس کے آنے کی خوشی میں عشرت و مسرت کا سامنا کر رہی تھی اب یاس و نومیدی کا مجسمہ بنی کسی خشک و بے برگ و بار درخت کی طرح اداس کھڑی تھی وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی بہت کچھ۔

اپنے اور خنیس کے متعلق اس کا دل بار بار اسے کچوکے لگا رہا تھا۔

خنیس نے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ اتنے عرصہ بعد ہم دونوں کا سامنا ہوا ہے مگر اس نے تو یہ بھی نہیں پوچھا کہ قطونہ کیسی ہو___؟ میں نے جو محبت کی شمع روشن کی ہے آخر وہ کس امید میں ہے؟

اس کے کان خنیس سے اپنے متعلق کچھ سننے کو بیتاب تھے اس کا ذہن خنیس کی خاموشی اور سکوت کے سامنے اُلجھا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک تو وہ اسے خاموش کھڑی دیکھتی رہی بالکل ایسی حسرت کے ساتھ جس طرح کوئی پیاسا سراب کی طرف دیکھتا ہے خنیس جب پھر بھی کچھ نہ بولا تو وہ بے چاری خود ہی ٹوٹتی ہوئی آواز میں بولی۔

''کب آئے ہو؟''

اس کی آواز بالکل ویسی ہی تھی جیسی کسی مجروح ہستی کی گہرائیوں سے نکلتی ہے۔

خنیس نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی۔

''ابھی آیا ہوں___ تم لوگوں کا سنا تو سیدھا ادھر چلا آیا___ تم بیٹھو نا___ کھڑی کیوں ہو؟''

وہ خنیس کے قریب ہی دوسری چوکی پر بیٹھ گئی خنیس نے محسوس کیا اس کے گلرنگ جسم سے ہلکی ہلکی اور دھیمی دھیمی خوشبو آ رہی تھی۔

قطونہ بیٹھتے ہی غصہ میں بولی

''میرے بابا تو ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ عرب بڑے مہمان نواز اور ملنسار ہوتے ہیں___ مگر___ مگر تم۔!''

خنیس فکرمند ہو گیا اور اس کی بات کاٹ دی۔

''کیا ہوا۔ کیا یہاں ہماری بستی میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے۔''

بجھی ہوئی آواز میں قطونہ نے کہا

''ہاں۔''

خنیس نے بڑی بے تابی سے پوچھا

''زیادتی کرنے والا کون ہے مرد یا عورت۔''

قطونہ کی آواز اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی بڑی مشکل سے بولی۔

''مرد۔''

خنیس کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا فوراً وہ کھڑا ہو گیا___ اور غصے میں پوچھا۔

''کون تھا وہ بدبخت میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔''

قطونہ ہلکا سا مسکرا دی۔

''اتنا غصہ نہ کرو___ بیٹھ جاؤ میں بتلاتی ہوں۔''

خنیس بیٹھ گیا۔

''جلد بتاؤ___ وہ جو بھی ہے جہاں کہیں بھی ہے میرے انتقام سے نہیں بچ سکے گا۔''

قطونہ کھل کر ہنس دینے والی تھی مگر ضبط کر گئی۔

''وعدہ کرتے ہو تم اس سے انتقام لو گے۔''

''تمہاری معصومیت کی قسم میں اس سے ضرور انتقام لوں گا۔''

''تو پھر وہ تم ہو۔''

خنیس پریشان ہو گیا۔

''میں۔''

''ہاں تم۔''

''میں نے تمہارے ساتھ کون سی زیادتی کی ہے۔''

''ہم دونوں کتنے عرصہ بعد ملے ہیں۔''

''کئی ماہ بعد۔''

''کیا تمہارے ہاں یہ رواج نہیں کہ جب کسی سے اتنے عرصہ بعد ملا جائے تو اس کا حال پوچھ لیا جائے۔''

''کیوں نہیں___ ہم لوگ جب بچھڑے ہوؤں سے ملتے ہیں تو اسے دل کی گہرائیوں سے مرحبا کہتے ہیں۔''

''مجھے تو تم نے کوئی نہیں مرحبا کہا۔''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے میں اتنا عرصہ بعد تم سے ملی ہوں! تم نے دل سے نہ سہی رسماً بھی نہیں پوچھا قطونہ تم کیسی ہو___ کب آئی ہو۔؟''

خنیس شرمندہ سا ہو گیا۔

''ہاں یہ تو واقعی غلطی ہوئی۔''

''ہر غلطی کی سزا بھی ہوتی ہے۔''

''ہوتی تو ہے جو جی میں آئے دے لو۔ اس کے علاوہ میں تم سے اپنے رویے کی معافی بھی مانگتا ہوں آئندہ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔''

''بس اتنی ہی سزا تمہارے لئے کافی ہے تم کھانا کھاؤ گے۔''

''بھوک تو لگی ہے کھلا دو تو مہربانی ہوگی۔''

قطونہ اٹھی اور ساتھ والے کمرے سے جا کر دودھ سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ اور مٹی کا پیالہ لے آئی۔ دودھ پیالے میں انڈیلتے ہوئے اس نے خنیس سے کہا۔

''لو پیو۔ دیکھتی ہوں آج کتنا دودھ پیتے ہو۔''

''شرط ہے کیا؟''

''ہاں۔''

خنیس نے پیالہ لے کر پی لیا اور خالی کر کے اس کی طرف بڑھا دیا۔

''تو پھر ڈالتی جاؤ۔''

قطونہ پیالہ بھر بھر کے دیتی رہی اور خنیس پیتا رہا۔ آخر مشکیزہ خالی ہو گیا اپنے عمامے کے پلو سے منہ پونچھتے ہوئے خنیس نے کہا۔

''اور لاؤ۔''

قطونہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''اور تو نہیں ہے۔''

''ابھی تو مجھے بھوک لگی ہے۔''

''اچھا ٹھہرو ___ میں کسی کو بھیجتی ہوں وہ تازہ دودھ دوہ لائے۔''

''نہیں رہنے دو۔ میں گھر جا کر کھا لوں گا۔''

''میں تمہیں بھوکا نہیں رہنے دوں گی ___ تم گوشت کھاؤ گے نا''

''لے آؤ۔''

قطونہ ایک بار پھر دوسرے کمرے میں گئی اور مٹی کے دو برتنوں میں بھنے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے سجا کر لے آئی اور خنیس کے سامنے رکھ دیئے۔

''لو کھاؤ۔ دیکھتی ہوں تم کتنا کھاتے ہو اس کی بھی شرط لگاتے ہو''

خنیس ہنس دیا۔

''اوں ہوں ___ یہ تو تم لوگوں کے ہاں ہر وقت منوں کے حساب سے رہتا ہے''

خنیس جب کھا چکا تو قطونہ نے برتن سمیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا

''میں تمہارے لئے بہت سا سامان لائی ہوں۔''

''کیا لائی ہو۔؟''

قطونہ بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف گئی اور ریشمی کپڑے کے دو بڑے سے تھیلے اٹھا لائی۔ ایک تھیلے کا منہ اس نے کھولا اور سارا سامان نکال کر خنیس کے سامنے رکھ دیا۔

خنیس اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔

سر پر باندھنے کے دو سفید رنگ کے ریشمی رومال تھے جن پر سنہری کام کیا ہوا تھا۔ اور چاروں طرف سفید رنگ کے کپڑے کے پھول تھے سفید رنگ کے ہی دو قیمتی عمامے تھے اور ایک سیاہ رنگ کے چمڑے کا دوہرا چغہ تھا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی اس کے علاوہ مختلف رنگوں میں اس کے لئے پہننے کے تین جوڑے کپڑے تھے

قطونہ نے بڑی آس سے پوچھا۔

''کیسے ہیں؟''

''بہت ہی اچھے ہیں۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں تاہم میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم نے یہ تکلیف کیوں کی ورنہ تم پھر اپنا فیصلہ صادر کر دو گی کہ ہم لوگ مہمان نواز اور ملنسار نہیں ہوتے بہر حال میں تمہارا مشکور ہوں۔''

''قطونہ نے دوسرا تھیلا کھولا اس میں تمہارے گھوڑے اور شاہین کا سامان ہے۔''

اس نے تھیلا اس کے سامنے الٹ دیا۔

شاہین کے لئے دو سنہری اور خوبصورت جھانجریں تھیں جو اس نے اسی وقت شاہین کے پاؤں میں پہنا دیں گھوڑے کے لئے ہلکے سے گلابی رنگ کی چادر تھی جس کے چاروں طرف سفید رنگ کے پھول ٹانکے گئے تھے دوسرخ رنگ کی چمڑے کی باگیں تھیں۔ چمڑے کی ایک خرجین تھی جس پر پھولوں کا کام تھا اور چمڑے ہی کی دو چھاگلیں تھیں۔

قطونہ نے سارا سامان اٹھا لیا اور خنیس سے کہا۔

''چلو اٹھو ___ میں یہ ساری چیزیں اپنے ہاتھ سے تمہارے گھوڑے پر سجانا چاہتی ہوں۔''

دونوں اٹھ کر باہر آئے۔

خنیس نے زین اتاری۔ قطونہ نے گھوڑے پر چادر ڈالی۔ پہلی باگیں اتار کر نئی باندھ دیں خنیس جب دوبارہ زین ڈال چکا تو اس نے چھاگلیں اور خرجین بھی زین سے باندھ دیں ابھی وہ

وہیں کھڑے تھے کہ ارطبون آ گیا اور خنیس کو گلے لگاتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔

''قطونہ یقیناً تمہیں وہ چیزیں دکھاتی رہی ہوگی جو اس نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے بنائی ہیں۔ یہ بے چاری بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کرتی رہی ہے۔''

قطونہ بری طرح شرما رہی تھی۔

تینوں اندر آ کر بیٹھ گئے۔

ارطبون نے بڑے شوق سے پوچھا۔

''حجاج بن یوسف سے ملاقات ہوئی۔''

''ہاں ہوئی تھی۔''

''کیا کہتا تھا۔''

''اس نے یزید بن مہلب کو معزول کر کے اس کی جگہ قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا والی مقرر کر دیا ہے مجھے اس کے وطن اور اصل نسل کے بارے میں علم نہیں تاہم اگر وہ اس علاقے کی شیرازہ بندی کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ دنیا کا کامیاب ترین جرنیل ہوگا۔''

''وہ باہلی ہے حجاج کی بارگاہ میں اس کا نیر عروج بہت بلند ہے وہ ابن مہلب کی طرح عیاش، ظالم اور ناکندہ تراش نہیں، وہ عاقل و فرزانہ بہادر اور مدبر جرنیل ہے۔ وہ عالم اسلام کی ایک ایسی چٹان ہے جس پر حوادث کے طوفان اور آفات کی آندھیاں اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ حجاج کی کوس جہاد کا وہ سب سے سخت تیر ہے اور اس کی فرد عمل بھی طویل ہے وہ ایک زیرک و فہیم جرنیل اور ایک ہمدرد و غمگسار حاکم ثابت ہوگا۔''

''کیا تم قتیبہ سے مل کر آئے ہو؟''

''ہاں وہ میرے ساتھ ایک ہمہ رو بھائی کی طرح پیش آیا تھا وہ عنقریب یہاں پر آنے والا ہے اس نے مجھے کہا تھا کہ میں خراسان پہنچتے ہی تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔''

''اس نے ٹھیک کہا تھا تم جیسا شاہین اس کے لئے بیحد سود مند ہو سکتا ہے۔''

خنیس کھڑا ہو گیا۔

''تم دونوں تیار ہو جاؤ اور چلو میرے ساتھ۔''

ارطبون نے حیرت سے پوچھا۔

''کہاں؟''

''جتنے دن تم یہاں ہو تم دونوں کا قیام میرے ہاں ہوگا۔''

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''یہ میری خواہش ہے۔''

''میں تمہاری خواہش کا احترام کرتا ہوں مگر میں قبیلے کا سردار ہوں اور یہاں ہر لحہ میری ضرورت محسوس کی جاتی ہے ویسے میں وعدہ کرتا ہوں یہاں قیام کے دوران میرا زیادہ وقت تمہاری صحبت میں ہی گزرے گا۔ اگر تم بضد ہی ہو تو قطونہ کو ساتھ لے جاؤ یہ تمہاری ماں خالہ اور بہن دمنہ کی صحبت میں کچھ دن خوشی سے گزار لے گی۔ یہ مجھے پہلے بھی کئی بار کہہ چکی ہے کہ خنیس کے ہاں رہوں گی مگر میں نے کہا تھا کہ خنیس بصرہ سے لوٹ آئے پھر جتنے دن چاہے رہ لینا۔''

خنیس نے قطونہ سے پوچھا۔

''چلو گی قطونہ؟''

اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تینوں باہر آئے۔ خنیس نے قطونہ کو اپنے گھوڑے پر سوار کرایا اور پھر اس کی باگیں پکڑ کر اپنی بستی کی طرف چل دیا۔

ارطبون اپنے خیمے سے باہر کھڑا انہیں جاتا دیکھ رہا تھا اندھیرا اس وقت تک خوب پھیل چکا تھا اور جگہ جگہ آگ کے الاؤ اور مشعلیں روشن ہو چکی تھیں خنیس اور قطونہ جب خیموں میں اوجھل ہو گئے تو ارطبون اپنے خیمے میں چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے قطونہ عجیب طرح شرما رہی تھی صحن میں گھوڑا روک کر اسے نیچے اترنے میں مدد دیتے ہوئے خنیس نے کہا۔

''شرما کیوں رہی ہو۔ اس گھر سے تو پہلے بھی تم کئی بار ہو کر گئی ہو۔''

قطونہ کا رنگ اور زیادہ سرخ ہو گیا۔

''میں کیوں شرماؤں گی۔''

اتنے میں دمنہ بھاگتی ہوئی آئی اور قطونہ کو لپٹا لیا سلامہ اور مراجل نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

خنیس نے گھوڑا چھپر تلے باندھا اس کی زین اور دھانہ اتار کر کچھ دیر تک اس کی پیٹھ سہلاتا رہا پھر اسے چارے کا توبرہ چڑھا کر جب وہ اندر آیا تو قطونہ، دمنہ، سلامہ اور مراجل کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ خنیس بھی جب اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو قطونہ پھر شرمانے لگی۔ اس کے دل میں جلتی ہوئی شمع محبت کی تیز لو اور روشنی اس کی آنکھوں اور گالوں پر صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

قطونہ کی طرف دیکھتے ہوئے خنیس نے سلامہ سے کہا۔

''ماں! ان کے ہاں دودھ ختم ہوگیا تھا___ اس بے چاری کو بھوک لگی ہوئی ہے اس کے لئے دودھ منگوا دو___''

قطونہ گھور کر خنیس کی طرف دیکھنے لگی۔ سلامہ نے فوراً دمنہ کو دودھ لانے کو کہہ دیا وہ اٹھی اور ہرنی کی طرح پھلانگتی ہوئی باہر چلی گئی۔

بھاگتی ہوئی وہ پھر واپس آئی اس کے ہاتھ میں دودھ کی چھاگل اور پیالہ تھا۔

خنیس نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور مسکراتے ہوئے دمنہ سے کہا۔

''تم چھاگل ہی اسے دے دو۔ منہ لگا کر ساری پی جائے گی۔''

قطونہ نے منت کے انداز میں دمنہ سے کہا۔

''یہ تو ایسے ہی کہہ رہے ہیں دمنہ۔ میں اس وقت دودھ نہیں پیوں گی۔''

خنیس نے دمنہ سے دودھ کی چھاگل لے کر قطونہ کی طرف بڑھائی۔ ''پی لو ورنہ سارا دودھ تمہارے اوپر انڈیل دوں گا۔ مجھے بھی تو تم نے دودھ کا سارا مشکیزہ پلا دیا تھا۔''

''وہ تو خود پیا تھا تم نے۔''

''بہرحال یہ تمہیں پینا ہوگا۔''

قطونہ نے چھاگل کی اوٹ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر منت کی تو خنیس نے پیالہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''اچھا۔ اس میں ڈال کر اپنی مرضی کے مطابق پی لو___''

قطونہ نے پیالے میں تھوڑا دودھ ڈال کر پی لیا اور دونوں چیزیں دمنہ کو واپس کر دیں۔

خنیس پھر بولا۔

''اب یہ کچھ دن یہیں رہے گی ماں___ سردار ارطبون اس سے سخت نالاں ہے۔''

سلامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ کیوں___؟''

''اسے تنگ کرتی ہے نا ماں۔''

''کیا کہتی ہے اسے؟''

قطونہ نے غصہ میں پھر جب اسے گھور کر دیکھا تو وہ فوراً رخ بدل گیا۔

''سردار کہہ رہا تھا سارا سارا دن اداس پڑی رہتی ہے اور مجھے بھی پریشان کئے رکھتی ہے___''

سلامہ نے قطونہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''جتنے دن ان کے قبیلے کا یہاں قیام ہے یہ یہیں رہے گی۔ یہاں دمنہ کے ساتھ اس کا دل بہلا رہے گا۔''

دمنہ پھر واپس آئی اور قطونہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔

''چلو اٹھو کھانا تیار کریں۔''

قطونہ چپ چاپ اٹھ کر اس کے ساتھ چلی گئی۔ خنیس تھوڑی دیر تک ماں اور خالہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا پھر وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''بھائی ابھی تک نہیں آئے میں ان کا پتہ کرتا ہوں۔''

مراجل نے جواب دیا۔

''تمہارے بعد ایک بار آئے تھے پھر سردار ہریم نے انہیں بلایا ہے۔''

خنیس باہر نکل گیا۔

''میں ان سے وہیں جا کر ملتا ہوں___''

جب وہ صحن میں آیا تو قطونہ مشعل کی روشنی میں آٹا گوندھ رہی تھی اور صحن کے دوسری جانب دمنہ آگ جلا رہی تھی۔

خنیس قطونہ کے سامنے آ کھڑا ہوا اس نے خنیس کو دیکھتے ہی منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

خنیس نے اس کے سر پر ہاتھ مارا۔

''تم تو ناراض ہوگئی ہو۔''

روہانسی آواز میں قطونہ نے جواب دیا۔

''میں نہیں یہاں رہوں گی۔ تم تنگ کرتے ہو۔''

خنیس نے اپنے دونوں کان پکڑ لئے۔

''اب تنگ نہیں کروں گا۔ میری توبہ___ تم اپنے الفاظ واپس لے لو۔''

قطونہ ہنس دی۔ خنیس بھی مسکرا دیا۔

''چلو شکر ہے تم ہنسی تو ہو___''

وہ جب باہر نکل گیا تو دمنہ دبے قدموں چلتی ہوئی قطونہ کے پاس آئی اور اس کا کان پکڑ کر پوچھا۔

''ایک بات پوچھتی ہوں سچ کہنا۔''

قطونہ گھبرا گئی۔

''پوچھو۔''

تم خنیس سے محبت کرتی ہو نا؟"

قطونہ سرخ انار ہو کر رہ گئی۔

"میں کیا جانوں؟"

دمنہ نے زور سے اس کا کان مروڑا۔

"مجھ سے چھپاتی ہو۔ میں سب کچھ جان گئی ہوں تو خوش قسمت ہے اس پر تو قبیلے کی ساری لڑکیاں مرتی ہیں مگر اس نے کبھی کسی کو منہ نہیں لگایا۔ وہ میرا سب سے عزیز بھائی ہے تجھے اپنے آپ پر ناز ہونا چاہئے کہ وہ تم سے پیار کرنے لگا ہے ورنہ قبیلے کی کوئی ایسی لڑکی نہیں جو اس سے پیار کی بھیک مانگنے کو تیار نہ ہو۔"

قطونہ اندر ہی اندر خوش ہو کر مسکرا رہی تھی اپنا کان چھڑا کر اس نے سر اور زیادہ جھکا لیا اور جلدی جلدی آٹا گوندھنے لگی۔

دمنہ بھی اٹھ کر اپنے کام میں لگ گئی۔

☆.....☆.....☆

ارطبون نے اپنے قبیلے کے ساتھ کئی روز تک وہاں قیام کیا اس دوران قتیبہ بن مسلم خراسان پہنچ چکا تھا اور اس نے خنیس کو بلا بھیجا تھا مگر وہ ارطبون کی روانگی تک رکا ہوا تھا۔

جس روز اس نے روانہ ہونا تھا۔ قطونہ اس روز صبح ہی صبح خنیس کے گھر سے اپنے خیمے میں چلی گئی تھی۔ خنیس بھی اس کے ساتھ گیا تھا۔

وہ بے حد اداس تھی ___ خشک پتے کی طرح ___ یا پہاڑ کے اوپر کھڑی خشک اور بے برگ جھاڑی کی طرح جس کا مدقوق جسم ہوا جس سمت چاہے لہرا دے۔

قطونہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی وہ اپنے جسم میں خنیس سے جدا ہونے کی ہمت نہ پا رہی تھی۔ اس نے کافی ضبط کر رکھا تھا ___ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا خوب روئے اپنی بدبختی پر ___ جی بھر کر آنسو بہائے تقدیر کے اس دل فگار فیصلے پر ___ اس کا جی چاہ رہا تھا خنیس کا گریبان پکڑ لے اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھے کہ تم مجھے جانے سے کیوں نہیں روکتے ہو مگر نادان تھی اتنا بڑا اور اہم فیصلہ پل بھر میں کر لینا چاہتی تھی معصوم اور بھولی تھی۔ زندگی کی حقیقتوں سے فرار حاصل کر کے سراب کی طرح بے حقیقت رنگین خوابوں میں پرواز کرنا چاہ رہی تھی پر ایسا بھی کبھی ہوا ہے۔

حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو بھی لہرا رہے تھے اور وہ بڑی بددلی سے اپنا سامان بھی سمیٹتی جا رہی تھی۔ خنیس خیمے کے وسط میں کھڑا اسے غور سے دیکھے جا رہا تھا اتنے میں ارطبون اندر داخل ہوا اور قطونہ سے پوچھا۔

"تم تیار ہو بیٹی۔"

قطونہ کی آنکھوں میں آنسو زیادہ ہی امڈ آئے تھے منہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے اس نے ہاں کہہ دی۔

ارطبون پھر باہر نکل گیا۔

خنیس آگے بڑھا اور قطونہ کو شانوں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"رو رہی ہو ___"

قطونہ کا سر جھک گیا اور اُمڈے ہوئے آنسو اُس کی آنکھوں سے خنیس کے ہاتھوں پر ٹیک گئے۔ خنیس نے گھمبیر اور گہری آواز میں کہا۔

"تمہارے یہ آنسو میرے لئے عظیم سرمایہ ہیں قطونہ ___ ہم دوبارہ ملنے کی آس میں جدا ہو رہے ہیں انسان پر ایسے لمحات آتے ہی رہتے ہیں جہاں کچھ کام اسے اپنی مرضی کے خلاف بھی کرنا پڑتے ہیں اگر زندگی میں ہر کام انسان کی اپنی مرضی کے مطابق ہی ہوتا رہے تو زندگی کی یہ کشش جاتی رہے۔ لوگوں کی جستجو اور ہمت جاتی رہے اور پھر انسانی ذہن منجمد ہو کر رہ جائیں۔"

باہر قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ علیحدہ ہو گئے۔ ترکوں نے آن کی آن میں سارے خیمے اکھاڑ کر تہ کئے اور خچروں پر لاد دیئے۔ عورتیں بھی کام میں برابر کی شریک تھیں اپنے اپنے گھروں کا سارا سامان سمیٹ کر انہوں نے خچروں پر باندھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر قبل جہاں خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ وہاں اب سامان سے لدی ہوئی ہزاروں خچریں اور گھوڑے کھڑے تھے۔ سردار کا خیمہ بھی اکھاڑ کر لاد دیا گیا تھا اور اس کی اور قطونہ کی سواری کے گھوڑے باہر تیار کھڑے تھے۔

ارطبون اور قطونہ دونوں نے خنیس کو خدا حافظ کہا اور کاروان روانہ ہو گیا۔ آگے آگے گھوڑوں پر سوار سینکڑوں جوان ہزاروں کی تعداد میں بکریاں، گھوڑے اور خچریں ہانک رہے تھے ان کے پیچھے سامان سے لدے ہوئے گھوڑے اور خچریں تھیں اور سب سے آخر میں گھوڑوں پر سوار دوسرے مرد اور عورتیں تھیں۔

خنیس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور انہیں جاتے ہوئے دیکھنے لگا قطونہ بھی بار بار مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔ جب کاروان اونچی اونچی گھاٹیوں میں اوجھل ہو گیا تو خنیس نے اپنے گھوڑے کی باگیں موڑیں اور ٹیلے سے اتر کر اپنی بستی کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور چہرے سے بہت کچھ پڑھا جا سکتا تھا۔

☆.....☆.....☆

قتیبہ بن مسلم اپنے خیمے میں بیٹھا تھا اس کے سامنے بائیں طرف اس کے بھائی صالح

عبدالرحمان اور عبیداللہ بیٹھے تھے اور دائیں جانب خنیس اور نصیر بن سیار تھے۔ یہ وہی نصیر بن سیار تھا جو بنوامیہ کے آخری دور میں خراسان کا عامل مقرر ہوا اور ایک نامور جرنیل بن کر نمودار ہوا تھا۔

قتیبہ خنیس سے مخاطب ہوا۔

''یہ کیسی سرزمین ہے۔''

سب خنیس کی طرف دیکھنے لگے اس نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

''زیادہ علاقہ کوہستانی ہے۔''

''دریا بھی ہیں۔''

''تین بڑے دریا ہیں اور آگے ان کے ان گنت معاون ہیں۔''

''ذرا ان کے نام لو۔''

''سب سے پہلے دریائے جیحون آتا ہے۔ یہ تبت کی جھیل سے نکلتا ہے اور بحیرہ آرال میں جا گرتا ہے اس کے کئی معاون ہیں جن کے نام ہیں دریائے زنیل اور قبادیان یہ دونوں دریا بطام کی پہاڑیوں سے نکلتے ہیں۔ دریائے وخشب یہ کاشغر کی سمت سے آتا ہے۔ دریائے ورغم اور خطالب یہ دونوں بدخشاں کی طرف سے آتے ہیں اور ان کے علاوہ دریائے فرغار اور دریائے اندجراغ ہیں یہ دونوں کاشغر کی جانب سے نکلتے ہیں اور جو ان کے نام ہیں اسی نام کے شہروں کے پاس آکر یہ دریائے جیحون میں گر جاتے ہیں۔

دوسرا بڑا دریا سغد ہے اور اس کا کوئی معاون نہیں یہ بطام کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔ کچھ دور تک شمال کی طرف بہتا ہے پھر اپنا رخ بائیں ہاتھ موڑ لیتا ہے۔ سرقند، کرمینیا اور طواوس کے پاس گزرتا ہوا یہ بخارا میں آکر ختم ہو جاتا ہے۔

تیسرے نمبر پر دریائے سیحون ہے یہ گو دریائے جیہون سے کافی دور ہے مگر تقریباً اس کے متوازی بہتا ہے۔ اس کے دو بڑے معاون دریا ہیں۔ دریائے الاق اور جدغیل۔ الاق کردان سے نکلتا ہے اور جدغیل چین کی طرف سے آتا ہے۔''

قتیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اس پورے علاقے سے خوب واقف ہو۔''

''ہاں میں یہ ساری جگہ گھوما ہوا ہوں۔''

''پھر تو تم ہمارے لئے ایک قیمتی ہتھیار ہو جو ہر جگہ تیر کی طرح ہمارے کام آئے گا کیا تم اس پورے علاقے کا نقشہ تیار کر سکو گے۔''

''کیوں نہیں۔''

''کتنی دیر تک۔''

''یہیں تمہارے سامنے بیٹھے بیٹھے بنا دوں گا۔'' قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو کاغذ قلم اور دوات لانے کو کہا۔ اس نے ساری چیزیں لا کر خنیس کے سامنے رکھ دیں۔

اس نے نقشہ بنانا شروع کیا نقشہ جو کچھ اس طرح کا تھا۔

خنیس نے نقشہ بنا کر جب قتیبہ کے سامنے رکھا تو کافی دیر تک وہ اسے غور سے دیکھتا رہا پھر گہری سوچ میں ڈوبتے ہوئے پوچھا۔

''کس طرف سے ہمیں حملہ آور ہونا چاہئے؟''

خنیس نے نقشے پر انگلی پھیرتے ہوئے بتایا۔

''دریائے جیحون کو عبور کرنے کے دو ہی راستے ہیں ایک تو یہ ہے جو مرو سے نکل کر میری بستی کے پاس سے ہوتا ہوا سیدھا بخارا کی طرف چلا گیا ہے اور دوسری شاہراہ جو ہے وہ یہاں سے سیدھی بلخ اور وہاں سے ترمذ کے راستے دریائے جیحون عبور کرتی ہے۔''

''تمہارے خیال میں کس راستے سے دریا عبور کر کے حملہ کرنا چاہئے؟''

خنیس کا سر جھک گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتا رہا پھر سر اوپر اٹھاتے ہوئے بولا۔

''ترمذ کے راستے سے۔''

''اس کی وجہ بھی کوئی ہوگی۔''

''ضرور ہے۔ ترمذ کے راستے سے اگر ہم دریا عبور کر کے حملہ کریں تو راستے میں چھوٹے چھوٹے حکمران آتے ہیں ان میں طاقت ور صرف دو حکمران ہیں۔ والئے شومان اور صفانیان کا حکمران یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف ہیں اور ہر وقت برسر پیکار رہتے ہیں ہم ان کو بڑی آسانی کے ساتھ کچل سکتے ہیں۔ ان کی شکست سے پورے علاقے میں ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور دوسرے بڑے حکمران بھی دبدنا کر ہمارے سامنے آنے کی جرات نہ کر سکیں گے۔ ان کی یہی کوشش ہوگی کہ کسی طرح ہمارے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو جائے۔''

قتیبہ نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

''تم واقعی ایک زیرک اور دور اندیش ساتھی ہو۔ کیا تم عربی کے علاوہ کوئی اور زبان بھی جانتے ہو____''

''ترکی جانتا ہوں اس کے علاوہ اس علاقے کی کئی اور چھوٹی چھوٹی زبانوں پر بھی عبور رکھتا ہوں۔''

''پھر تمہیں میں ایک ایسا کام سونپتا ہوں جو ہمیشہ تم ہی کرو گے۔''

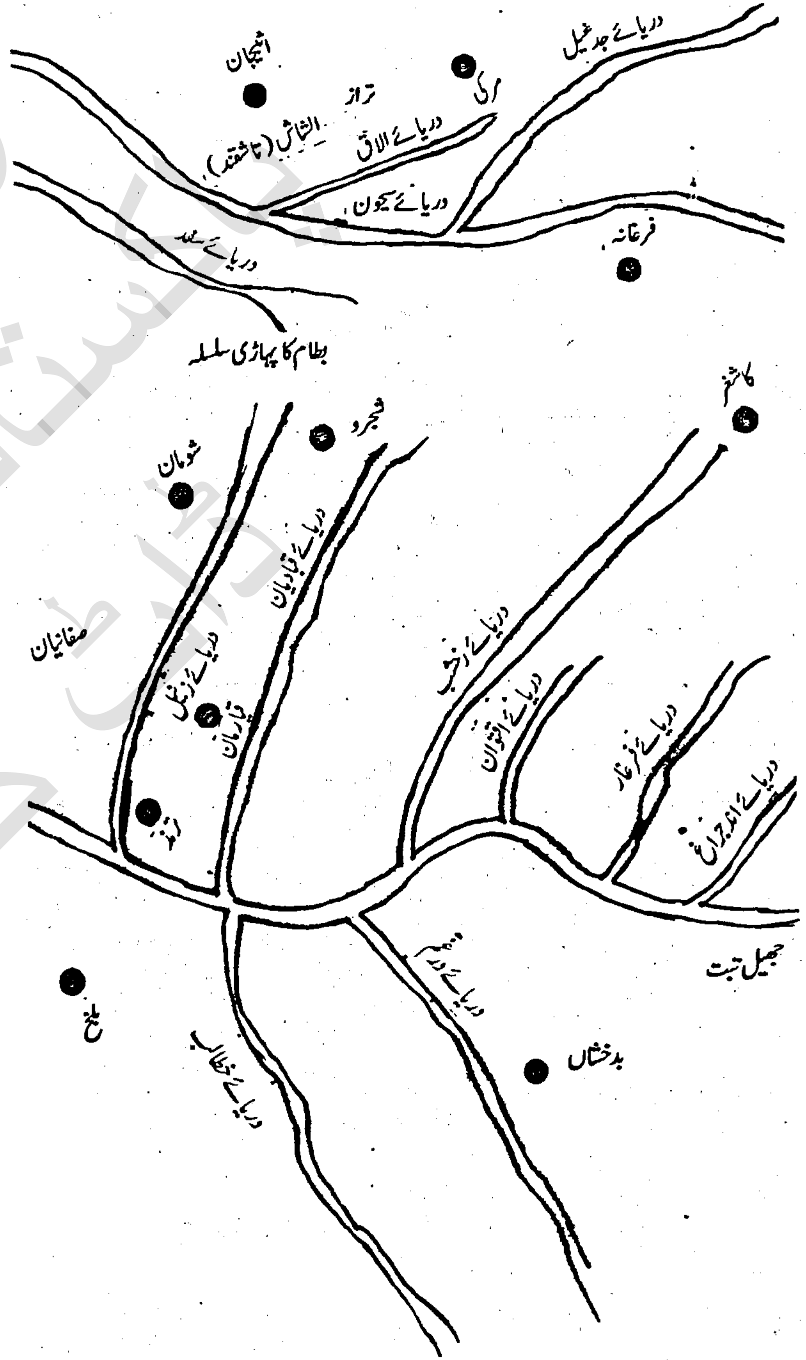
دریائے جدغیل
مرکی
طراز
الشاش (تاشقند)
دریائے الاق
دریائے سیحون
فرغانہ
دریائے سغد
بطام کا پہاڑی سلسلہ
کاشغر
شومان
دریائے قبادیان
صغانیان
قبادیان
دریائے وخش
دریائے فرغار
جھیل تبت
بلخ
بدخشاں

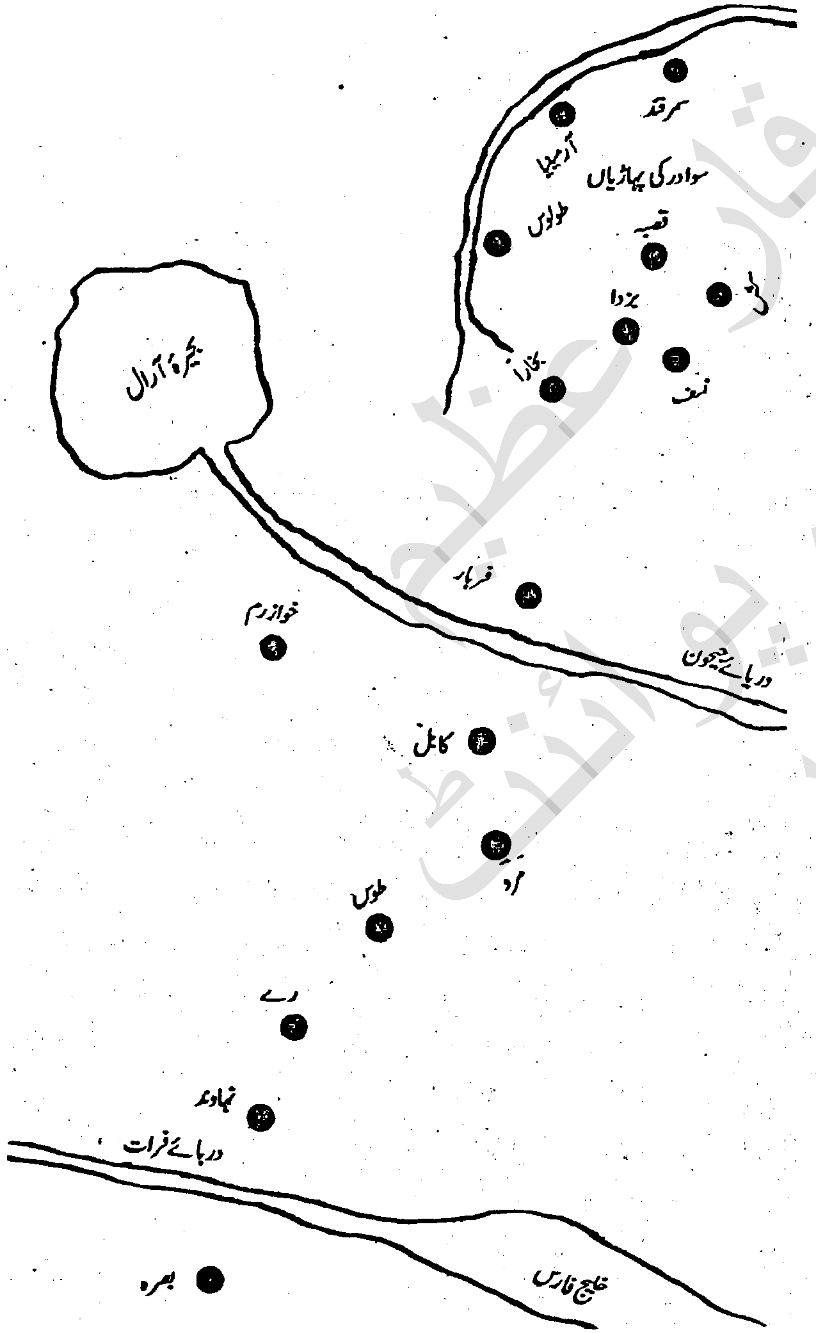
سمرقند
سوادر کی پہاڑیاں
قصبہ
بزدا
بخارا
نسف
بحیرہ ارال
فربر
خوارزم
دریائے جیحون
مرو
طوس
رے
نہاوند
دریائے فرات
خلیج فارس
بصرہ

''کیا میں جان سکتا ہوں کہ کام کی نوعیت کیا ہوگی؟''

''جہاں کہیں سفارت کی ضرورت ہوگی میری طرف سے ہمیشہ تم سفیر اور قاصد بن کر جاؤ گے تم ایک ایسے انسان ہو جسے آسانی سے زیر نہیں کیا جا سکتا۔''

''یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔''

''قتیبہ اس مرتبہ سب کو مخاطب کر کے بولا۔

''تم پانچوں میرے ترکش کے سب سے عمدہ تیر ہو گے میں تم سب کو اپنے جوہر دکھانے کا موقعہ دوں گا اور باری باری سب کو دشمن پر آزماؤں گا۔ صالح بن مسلم، حنیس بن یوسف اور نصر بن سیار تینوں ہراول دستے میں ہوں گے۔ عبدالرحمان اور عبید اللہ میرے ساتھ رہیں گے۔ ہراول کا سالار کون ہوگا۔ اس امر کا فیصلہ میں تم تینوں پر چھوڑتا ہوں ___''

حنیس فوراً بول پڑا۔

''میں صالح کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں۔'' نصر بن سیار نے بھی صالح بن مسلم کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا۔

قتیبہ بن مسلم کھڑا ہو گیا۔

''تم پانچوں جنگ کی تیاری کرو۔ میں دیکھتا ہوں کتنے دنوں تک تم لوگ حملہ آور ہونے کی صلاحیت پیدا کر سکتے ہو۔''

وہ پانچوں اٹھے اور خیمہ سے باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

جنگ کی تیاری میں بنو تمیم سب سے پیش پیش تھے حنیس بھی قتیبہ سے ملنے کے بعد کچھ دنوں کے لئے گھر آیا ہوا تھا۔ ان تینوں بھائیوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ احمد معمول کے مطابق گھر پر رہے گا۔ حرب اور حنیس جنگ میں حصہ لیں گے۔

وہ ایک چلچلاتی دوپہر تھی۔ حنیس گھر پر آرام کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا حرب چوری چوری گھر سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ہی حرب سوار ہوا اور کہیں باہر چلا گیا۔

حنیس بھی اٹھا اپنا گھوڑا نکال کر باہر آیا اور بڑی رازداری سے حرب کا تعاقب کرنے لگا۔ اس نے دیکھا حرب سردار ہریم کے انگور کے باغ میں داخل ہو گیا تھا حنیس نے بھی گھوڑا ایک طرف باندھا اور انگور کی بیلوں کے پیچھے چھپتا ہوا وہ حرب کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔!

باغ کے وسط میں آ کر وہ رک گیا۔ اس نے دیکھا سامنے لکڑی کے ایک شہ نشین پر سردار ہریم کی بیٹی عتیقہ بیٹھی تھی وہ جواں سال اور حسین لڑکی تھی حرب کو دیکھتے ہی وہ مسکرا دی۔

حرب جا کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

اور دھیرے سے کہنے لگا۔

''میں کچھ دنوں تک جانے والا ہوں عتیقہ!''

وہ پریشان ہونے کی بجائے مسکرا دی۔

''مجھے معلوم ہے قتیبہ بن مسلم حملہ کرنے والا ہے۔ اور تم اس کی فوج کے سپاہی ہو، مجھے فخر ہے کہ میرا محبوب ایک جری اور بہادر جوان ہے۔ میں کبھی تمہارے پاؤں کی زنجیر نہیں بنوں گی۔ ایسے موقعہ پر میں ہمیشہ تمہیں مسکرا کر الوداع کہوں گی۔''

حرب نے اس کے ہاتھ سختی سے دبا لئے۔

''تم ایک حوصلہ مند اور باوفا لڑکی ہو تمہاری محبت ہمیشہ میری سانس کی طرح میرے ساتھ رہے گی۔''

عتیقہ کھڑی ہو گئی۔

''ٹھہرو میں تمہیں انگور کا رس پلاؤں مجھے پتہ تھا تم ضرور آؤ گے اس لئے میں نے پہلے ہی نکال کر رکھا ہے۔''

شہ نشین کے دائیں طرف سفید ریشمی رومال کے نیچے سے عتیقہ نے انگور کے رس سے بھری ہوئی شیشے کی صراحی اور گلاس نکالے اور اپنے ہاتھوں سے حرب کو پلانے لگی حنیس انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر واپس مڑا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بستی کی طرف چلا گیا۔

دوسرے روز جبکہ سورج غروب ہو رہا تھا۔ عتیقہ چشمے سے پانی بھرنے جا رہی تھی کہ اچانک ایک طرف سے حنیس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور عتیقہ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

عتیقہ گھبرا گئی۔ اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔ خوفزدہ لہجے میں اس نے پوچھا۔

''خیریت ہے حنیس بھائی۔''

حنیس مسکراتا ہوا گھوڑے سے اتر گیا۔

''تم گھبرا کیوں گئی ہو میں تم سے یقین دہانی چاہتا ہوں۔''

عتیقہ پھر فکرمند ہو گئی۔

''کیسی یقین دہانی اخی۔!''

''کیا تم حرب بھائی سے محبت کرتی ہو۔''

عتیقہ کا سر جھک گیا اور اس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اس کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی چور موقعہ پر ہی

پکڑ لیا گیا ہو۔

''میرے سوال کا جواب خاموشی نہیں ___ میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔''

عتیقہ نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم نے کیا جان کر یہ سوال کیا ہے۔''

''میں تم دونوں کو تمہارے انگور کے باغ میں ملاقات کرتے دیکھ چکا ہوں۔''

''کیا تمہارے خیال میں یہ اقدام غلط ہے۔''

''ہرگز نہیں ___''

''تو پھر میں حرب سے محبت کا اقرار کرتی ہوں۔''

''بس میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا جب تک میں زندہ ہوں موت کے سوا تم دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا۔''

عتیقہ مسکرا رہی تھی۔

خنیس کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ حرب بستی کی طرف سے اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا لہٰذا وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے نکل گیا۔ عتیقہ بھی حرب کو دیکھ چکی تھی وہیں کھڑی ہو کر اس کا انتظار کرنے لگی حرب اس کے پاس آ کر گھوڑے سے اترا اور دور جاتے ہوئے خنیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''تھوڑی دیر قبل خنیس یہاں کھڑا تم سے باتیں کر رہا تھا؟''

عتیقہ نے اسے میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں ___''

''کیا کہتا تھا ___؟''

''اسے پتہ چل گیا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس نے ہم دونوں کو باغ میں ملتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔''

حرب ہنس دیا۔

''بہت شریر ہے وہ اور بھی کچھ کہا اس نے؟''

''کہتا تھا جب تک میں زندہ ہوں موت کے سوا تم دونوں کو کوئی جدا نہیں کر سکتا۔''

حرب سنجیدہ ہو گیا۔

''وہ ٹھیک ہی کہتا ہے وہ ایک ہمدرد بھائی اور رازداں دوست ہے جو ہر حالت میں اپنا عہد نبھانا جانتا ہے۔ اب جبکہ اسے پتہ چل ہی گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں ہمارا سارا کام آسان ہو گیا

ہے ___''

دونوں نے تشکر آمیز نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھا جو اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ رہا تھا شام کی پھیلتی سیاہی میں اس کا رخ ان چشموں کی طرف تھا جہاں بستی کے چرواہے اپنے ریوڑ کو پانی پلاتے تھے۔

☆.....☆.....☆

خنیس جب گھر داخل ہوا تو حرب صحن میں بیٹھا تھا اور احمد گھوڑوں کے آگے گھاس پھیلا رہا تھا۔ ایک طرف سلامہ، مراجل اور دمنہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ دمنہ فوراً اٹھی اور بھاگ کر خنیس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اسے لے جا کر دوسرے گھوڑے کے ساتھ باندھ دیا۔ احمد نے آگے بڑھ کر گھوڑے سے زین اتاری اور اس کے آگے گھاس پھیلا کر اس کی پیٹھ اور گردن سہلانے لگا۔ دمنہ پھر جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

خنیس مسکراتا ہوا حرب کے پاس آیا اور اس کے کان میں رازداری سے کہا۔

''عتیقہ اچھی لڑکی ہے اخی ___ میں تمہاری پسند کی تعریف کرتا ہوں''۔

حرب بھی ہنس دیا اور اس کا کان پکڑ کر ہلکے سے مروڑا۔

''شریر ___''

خنیس اپنا کان چھڑا کر پیچھے ہٹا اور سلامہ کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے بالکل بچوں جیسی ضد کرتے ہوئے پوچھا۔

''ماں ___ ایک بات کہوں، مانو گی''۔

سلامہ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''شوق سے کہو بیٹا! میں تمہاری بات بھلا رد کر سکتی ہوں؟''

''میں اور حرب بھائی پرسوں بستی کے بے شمار جوانوں کے ساتھ قتیبہ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے چلے جائیں گے میری آرزو ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کی روانگی سے قبل احمد بھائی اور دمنہ کی شادی ہو جائے ___''

دمنہ فوراً اٹھی ___ اور سر پر دوپٹہ درست کرتی ہوئی بھاگ کر کمرے سے چلی گئی۔

سلامہ سنجیدہ ہو گئی ___ اور اپنا فیصلہ سنا دیا۔

''تینوں کی شادی ایک ہی دن ہو گی ___ اس سلسلے میں، میں خود تم دونوں بھائیوں سے بات کرنے والی تھی۔ تم دونوں بھائیوں کی اگر کوئی پسند ہے تو بتاؤ نہیں تو میں خود تم دونوں کے لئے بھی بندوبست کروں۔ تمہارے متعلق تو مجھے دمنہ نے ایک روز بتایا تھا کہ سردار طبون کی لڑکی قطونہ

تم سے محبت کرتی ہے اور پھر میں یہ بھی جانتی ہوں اور حرب بھی اس کی تصدیق کر چکا ہے کہ ماروہ بھی تم سے محبت کرتی ہے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اب یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم ان میں سے کس سے شادی پسند کرو گے۔ یا دونوں ہی سے کرو گے مگر میں حرب کے متعلق بھی کچھ سننا چاہتی ہوں۔"

حرب بھائی کے متعلق میں بتاتا ہوں۔

"اپنے سردار ہریم کی لڑکی عتیقہ اخی سے محبت کرتی ہے۔"

سلامہ نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا۔

"مذاق کرتے ہو ___"

خنیس ماں سے لپٹ گیا۔

"واللہ میں جھوٹ نہیں کہتا ماں ___ میں خود انہیں ملتے ہوئے دیکھ چکا ہوں پر یہ تو بعد کی بات ہے ماں! ہم دونوں بھائی جنگ سے فارغ ہو کر شادی کریں گے حرب بھائی کی کرنا چاہتی ہو تو بیشک کر دو۔ مگر میں تو ابھی شادی نہیں کروں گا۔"

احمد اور حرب ان کی باتیں سن کر مسکرا رہے تھے۔

سلامہ پھر سنجیدہ ہو گئی۔

"تم نہیں کرو گے تو ان دونوں کی بھی شادی نہیں ہو گی ___"

خنیس بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا اور وہ بھاری آواز میں بولا۔

"میں نے آج تک زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے ___ جس سے میرا ضمیر مطمئن ہوا ہو۔ اب قتیبہ کی سرکردگی میں جس جنگ کی ابتداء کی جا رہی ہے وہ میرے ضمیر کی آواز ہے میں ان معرکوں میں حصہ لینے کے بعد شادی کروں گا۔ اگر شہید ہو گیا تو کوئی ایسا گناہ جو مجھ سے زندگی میں سرزد ہوا ہو بخش دینا ___ اور اگر زندہ لوٹ آیا تو میں تمہاری خوشی کے سامنے دیوار کھڑی نہ کروں گا ___ یہ میری آرزو اور خواہش تھی کہ ہم دونوں بھائیوں کے جانے سے پہلے احمد بھائی اور دمنہ کی شادی ہو جائے اگر تم یہ خواہش پوری کر سکتی ہو تو ٹھیک نہیں تو خنیس اپنی ماں کے آگے سر اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا"۔

خنیس کا سر جھک گیا۔

اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔

سلامہ اس کی حالت دیکھ کر ملول سی ہو گئی اور پھر پیار سے اسے پکارا۔

"سنو بیٹے ___"

خنیس پھر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کہو ماں ___"

"تم ایسے بیٹے ہو جس کی بات میں نے آج تک نہیں ٹالی ___ تمہاری خواہش کے مطابق کل احمد اور دمنہ کی شادی ہو گی ___ حرب اور تم دونوں مل کر سارا انتظام کرو"۔

خنیس بھاگتا ہوا اندر گیا اور دف اٹھا لایا۔

زور زور سے اسے بجاتے ہوئے وہ وہی گانا گانے لگا۔

وَاَلْقٰی بِصَحْرَاءِ اُبَغَیْطِہٖ بِکَاعَۃُ

نَزُوْلَ اَیَمَاتِی ذِالعِیَابِ الْمُحَمِّلِ

احمد، حرب، سلامہ، مراجل اور کمرے کے اندر دمنہ اسے دیکھ دیکھ کر زور زور سے ہنس رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

۸۶ھ میں قتیبہ بن مسلم کا لشکر طوفان کی طرح اٹھا اور ترکستان پر لشکر کشی کر دی۔

اس کا رخ مرو سے بلخ کی طرف تھا۔ چاک و چوبند جوانوں پر مشتمل ہراول دستے کا سردار قتیبہ کا بھائی صالح تھا اور دو معزز سرداروں کی حیثیت سے نصر بن سیار اور حنیس بن یوسف اس کے ساتھ تھے۔

ہراول دستہ جب بلخ پہنچا اور شہر سے باہر اس نے پڑاؤ کیا تو اہل شہر ان کے چمکتے ہوئے ہتھیاروں سے بخوبی یہ اندازہ لگا گئے تھے کہ اس طوفان کی شدت کس قدر ہوگی جس کا پہلا جھونکا ان کے سامنے کھڑا اہل شہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا۔

بلخ والے ابھی تذبذب میں ہی تھے اور کوئی آخری فیصلہ نہ کرنے پائے تھے کہ قتیبہ اپنے طوفانی دستوں کے ساتھ وہاں آ پہنچا تھا۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خون میں نہایا ہوا کوئی طرخ طوفان افق کے اس پار سے نکل آیا ہو ___ اور ہر چیز کو اپنے ساتھ اڑا لے جانے کا تہیہ کر رکھا ہو۔

اہل شہر اس قدر متاثر ہوئے کہ جنگ کرنے کی بجائے انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ شہر کے چیدہ چیدہ سردار قتیبہ بن مسلم کے پاس آئے اور اسے اپنی خدمات پیش کیں۔ بلخ پہلا شہر تھا جو قتیبہ اور اس کے لشکر کے تسلط میں آیا۔

قتیبہ بن مسلم ابھی تک بلخ ہی میں تھا کہ ہراول دستہ دریائے جیحون کو عبور کر گیا اور ترمز میں فروکش ہوا۔

شام سے ذرا پہلے حنیس ترمز شہر میں داخل ہوا اور شاہک کے مکان پر دستک دی تھوڑی دیر بعد اس نے خود دروازہ کھولا اور حنیس کو دیکھتے ہی اسے گلے لگا لیا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہو کہا۔

''چلو آؤ۔ اندر آ کر بیٹھو ___ باہر کیوں کھڑے ہو گئے۔''

حنیس وہیں کھڑا رہا۔

''میں جلدی میں ہوں۔ یہیں کھڑے کھڑے میری بات سنو ___ میں بہت جلد واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں ___''

''تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟''

''میں قتیبہ بن مسلم کے لشکر کے ساتھ ہوں۔''

''پھر تو اب تم آسانی کے ساتھ توفیل سے انتقام لے سکتے ہو۔ اس کی کیا جرات ہے کہ ایسے جرنیل کے لشکر کے سامنے سر اٹھائے۔''

''نہیں۔ میں اس موقعہ کو اپنی ذاتی غرض کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہتا میں اس سے انتقام ضرور لوں گا ___ مگر صرف اپنے ساتھیوں کی مدد سے ___ اگر تمہارے پاس اس کی کوئی خبر ہو تو مجھے بتلاؤ ___''

''وہ اب تم سے زیادہ ہی خطرہ محسوس کرنے لگا ہے اس لئے اس نے اپنے ان بدمعاشوں میں خاصہ اضافہ کر لیا ہے جو ہر وقت اس کی حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں اب اس سے نمٹنا تمہارے لئے ایک بہت بڑا مرحلہ ہوگا۔''

''کیا اس نے اب بھی میرے پیچھے کرائے کے قاتل لگا رکھے ہیں؟''

''اب وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی جوان بھی اس کام کے لئے رضامند نہیں ہوتا۔ یہاں کے سب بدمعاش تم سے خوف کھاتے ہیں اس نے صرف یہی کیا ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کے اقدام سخت کر دیئے ہیں۔''

حنیس نے غصہ میں کہا۔

''اس کے سب یہ اقدام میرے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتے جب تک میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ میرے بازو میں ہمت اور میری تلوار کی دھار گہری ہے میں ہر اس زنجیر کو کاٹ کر رکھ دوں گا جو میرے پاؤں میں پہنانے کی کوشش کی جائے گی۔''

شاہک نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

''آؤ بیٹھو، کھانا تو کھاتے جاؤ۔''

حنیس نے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر اسے تھما دی۔ ''تم یہ رکھ لو ایک ہزار دینار۔ میں اب جاتا ہوں ___ میں ضرور بیٹھتا مگر مجھے عجلت ہے۔''

حنیس نے اپنے گھوڑے کی باگ تھامی اور واپس لوٹ گیا۔

جب وہ توفیل کی حویلی کے پاس سے گزر رہا تھا تو چھ سواروں نے اسے مختلف سمتوں سے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلواریں اور ڈھالیں تھیں اور وہ آہستہ آہستہ بڑے محتاط انداز میں دائرہ تنگ کرتے جا رہے تھے۔

حنیس نے یہ بھی دیکھا ایک طرف ذرا ہٹ کر توفیل، وصیف اور نتیان کھڑے تھے توفیل کی

غصہ میں ملی جلی آواز سنائی دی۔

''آج یہ بچ کر نہ جائے ___ اس کی موت کا دائرہ تنگ کردو اور اسی زمین کو اس کی قبر بنا دو۔''

وصیف بھی غرایا۔

''آج اس بھیڑیئے کو ایسا مارو کو ساری اگلی پچھلی چوکڑیاں بھول جائے۔''

نتیان نے بھی تلخی سے کہا۔

''اسے زندہ پکڑو ___ قتل نہیں کرنا ___ اسے ایسی سزا دیں گے جس کے خیال سے ہی یہ موت تک کانپتا رہے۔''

وہ بدمعاش آہستہ آہستہ دائرہ تنگ کر رہے تھے۔ خنیس بڑی گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ پہلے اس نے ڈھال سنبھالی پھر تلوار کے بجائے زین سے بندھی ہوئی لوہے کی زنجیر کھولی وہ کوئی دو گز لمبی بھاری زنجیر تھی جس کی کڑیاں خوب موٹی اور اسے پکڑنے کے لئے ایک طرف لوہے کا گول کڑا لگا ہوا تھا۔

خنیس کے چہرے کا رنگ بڑی تیزی سے بدل رہا تھا۔ اس کے اندر کا وحشی پوری طرح جاگ اٹھا تھا۔ زنجیر آہستہ آہستہ ہلاتے ہوئے اس نے ایک بار اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی پھر اس کی نظریں اپنے سامنے ان میں سے ایک پر جم گئیں ___ شاید وہ کوئی آخری فیصلہ کر چکا تھا۔

معاً اس نے ایک سخت ٹھوکر گھوڑے کو لگائی اور وہ ایک لمبی جست کے ساتھ سرپٹ دوڑ پڑا۔

آناً فاناً زنجیر ہلاتا ہوا وہ ان میں سے ایک پر حملہ آور ہوا ___ وہ سب اس کے ساتھ اس پر جھپٹنے کے لئے آگے بڑھے مگر وہ بھی شاہین کی نگاہ رکھتا تھا ___ آہنی زنجیر کا ایک بھرپور وار اس نے اس سامنے والے پر کیا اور تربوز کی طرح اس کا سر پھوڑ کر اس نے بڑی تیزی اور پھرتی کے ساتھ گھوڑے کو واپس موڑا اور عجیب طرح سے وحشیوں کی طرح شور کرتا اور زنجیر ہلاتا ہوا وہ ان سب پر کچھ اس طرح ٹوٹ پڑا جس طرح بھیڑیا بھیڑوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔

ان سب نے اپنی انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اسے گھیر کر ختم کر دیں مگر وہ کامیاب نہ ہوئے وہ بڑے ماہرانہ انداز میں ڈھال سے اپنا دفاع کر رہا تھا اور آہنی زنجیر جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے وہ بھرپور حملے کر کے سب کے لئے موت کا پیغام سنا رہا تھا۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہو ___ یا زمین کا سینہ پھٹ گیا ہو اور اس میں سے ایک ایسی مخلوق نکل کر حملہ آور ہوگئی ہو جس کے انداز سب کے لئے اجنبی اور انجانے ہوں۔

اس نے کوئی زیادہ وقت نہ لیا تھا اور زنجیر کے پے در پے وار کر کے ان سب کو موت کی ابدی اور گہری نیند سلا دیا تھا۔ موت کے اس میدان سے نکل کر جب اس نے ایک بھرپور نگاہ توفیل، وصیف اور نتیان پر ڈالی تو وہ تینوں گھوڑوں کا رخ موڑ چکے تھے اور حویلی کی بجائے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

سب سے آگے آگے توفیل اس کے پیچھے نتیان اور اس کے پیچھے وصیف تھا۔ خنیس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ان کا تعاقب کرنے لگا۔

وصیف جو سب سے پیچھے تھا اس کے قریب آکر خنیس نے زنجیر لہرائی اور اس کے سر پر زور سے ماری۔ جو اس کی کنپٹی پر لگی اور گھوڑے سے گر کر ختم ہوگیا وہ دوبارہ بڑی تیزی سے توفیل اور نتیان کا تعاقب کرنے لگا۔

آناً فاناً اس نے نتیان کو بھی آلیا ___ زنجیر لہرائی اور اس کے گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں پر دے ماری۔ گھوڑا لڑکھڑایا۔

خنیس نے دوبارہ زنجیر ماری ___ گھوڑے کا اگلا پاؤں دوہرا ہوگیا ___ اور وہ زمین پر گر گیا۔

نتیان بھی گیند کی طرح زمین پر گر گئی اور تھوڑی دیر بعد اٹھی اور لنگڑاتی ہوئی ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔

خنیس وہی پرانا غیر مانوس قہقہہ لگاتا ہوا بولا۔

''تم نے کہا تھا اسے زندہ پکڑو ___ کہاں گئے وہ تمہارے پکڑنے والے۔ کیا تمہارے مقدس زرتشت نے تم لوگوں کو یہی سبق دیا ہے کہ اپنے محسنوں سے غداری کیا کرو۔''

نتیان کا سر جھک گیا۔

پھر کسی قدر نفرت سے اس نے کہا۔

''تم نے ایک معمولی بدو ہو کر سب کے سامنے مارو کا بازو پکڑ لیا تھا۔ تم اپنی اوقات اور اس کا مقام بھول گئے اور جو محسن ایسی حدود کو پھلانگ جائے اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جو تمہارے ساتھ ہوا تھا!''

خنیس غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

نتیان نفرت سے پھر بولی۔

''میں زیادہ دیر تک موت کا انتظار نہیں کر سکتی اپنی زنجیر اٹھاؤ اور مارو میرے سر پر تم دیکھو گے نتیان کس طرح استقامت کے ساتھ موت سے بغلگیر ہوتی ہے۔''

خنیس نے زنجیر لہرائی۔

اور پھر اُسے اپنے بازو کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔

''میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتا ___ جاؤ تمہیں معاف کیا۔ میں نے وصیف کو ختم کر دیا ہے۔ تم اس کی لاش لے جانا چاہتی ہو تو لے جاؤ ___ میں آج تو فیل کو بھی ختم کر دیتا مگر افسوس وہ بھاگ کر چوہے کی طرح شہر میں جا چھپا ہے۔ آخر کب تک ایک روز میں اس سے اس کے سارے گناہوں کا حساب لوں گا۔''

خنیس نے گھوڑے کو موڑا اور واپس چلا گیا۔

خنیس جب اپنے لشکر میں داخل ہوا تو اس کی پھٹی ہوئی عبا دیکھ کر نصر بن سیار نے پوچھا۔

''کیا تمہارا کسی سے جھگڑا ہوا ہے؟''

خنیس نے گھوڑے سے زین اتارتے ہوئے جواب دیا۔

''ہاں ___ میرے کچھ پرانے دشمن تھے ان سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ انہوں نے اچانک مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔''

صالح نے تلوار کھینچ لی۔

''چلو ہمارے ساتھ ___ واللہ میں ان سب کی گردنیں اڑا دوں گا۔''

نصر بن سیار نے بھی تلوار نکال لی۔

''میں لشکر کو تیاری کا کہتا ہوں تم صرف ہماری رہنمائی کرو ___ ہم اس پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے ___''

زین ایک طرف رکھتے ہوئے خنیس نے ان دونوں کے بازو پکڑ لئے۔

''تم دونوں اتنے جذباتی نہ بنو میں اکیلا ان سب کو ختم کر آیا ہوں اس کا ثبوت زین سے بندھی ہوئی میری خون آلود آہنی زنجیر ہے جس سے میں ان سب کو موت کی گہری نیند سلا آیا ہوں۔''

صالح مسکرانے لگا۔

''بیشک تم ایسے شاہین ہو جو اپنے ہر شکار سے نمٹنا جانتا ہے۔''

تینوں مسکراتے ہوئے خیمے میں چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

چند دن تک قتیبہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور پورے لشکر نے ترمز سے نکل کر صفانیان پر چڑھائی کی۔ حاکم شہر نے لڑنے کی بجائے صلح کی درخواست کی سر اطاعت ختم کرتے ہوئے اس نے بیش بہا تحائف کے ساتھ قتیبہ اور اس کے لشکر کا استقبال کیا اور کئی روز تک اپنے

ہاں مہمان رکھا۔

یہاں سے کوچ کر کے قتیبہ شومان پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کے حاکم نے بھی صفانیان کے حاکم کی تقلید کرتے ہوئے اطاعت قبول کر لی۔ شومان ہی میں قتیبہ ایک روز جب اپنے خیمے میں چٹائی پر بیٹھا تھا کہ خنیس خیمے میں داخل ہوا۔

قتیبہ اسے دیکھتے ہی مسکرانے لگا۔

''آؤ خنیس ___''

وہ اس کے پہلو میں چٹائی پر بیٹھ گیا ___ قتیبہ پھر بولا۔

''میں چند دنوں تک مرو واپس جا رہا ہوں کیا تمہارا کسی کے لئے کوئی پیغام ہے۔''

خنیس بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ سر جھکائے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''نہیں ___''

قتیبہ اس کی حالت دیکھ کر چونک گیا۔

''کیا سوچ رہے ہو تم؟''

خنیس نے سر اوپر اٹھایا۔

''میں کچھ کہنا چاہتا ہوں سیدی۔''

''کیا تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے؟''

''ہرگز نہیں ___''

''تو پھر کہو۔''

''میرے قبیلے کے کچھ لوگ باذغیس کے حکمران نیزک کی قید میں ہیں میں ان ہی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ___''

قتیبہ مسکرا دیا۔

''تھوڑی دیر پہلے تمہارے قبیلے کے سردار وکیع اور ہریم بھی میرے پاس آئے تھے اور یہی بات کر چکے ہیں۔ میں نے ان کی موجودگی ہی میں ایک قاصد کو باذغیس کے حکمران کے نام خط دے کر بھیج دیا ہے میں نے اسے تنبیہ کر دی ہے کہ سارے مسلمانوں کو رہا کر دے ورنہ میں اس کے سارے شہروں کو تاراج کر دوں گا ___''

خنیس بھی مسکرا رہا تھا۔

''ان دونوں نے مجھ سے تو کوئی ذکر نہیں کیا؟''

''وہ ابھی ابھی یہاں سے نکلے ہیں۔ شاید تم سے ملاقات نہ ہوئی ہو ___''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''میں چلتا ہوں۔''

قتیبہ بھی کھڑا ہوگیا۔

''کل کی طرح آج بھی صالح، تم اور نصر بن سیار کھانا میرے ساتھ کھاؤ گے ___''

خنیس نے بڑی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھا اور مسکراتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا۔

قتیبہ مفتوحہ علاقے اپنے بھائی صالح کی نگرانی میں دے کر مرو واپس لوٹ گیا۔ صالح نے اس کی غیر موجودگی میں خنیس بن یوسف اور نصر بن سیار کے ساتھ مل کر کاشان، فرغانہ، مشت، بیغز اور خشک کے شہر فتح کیے۔ اس دوران باذغیس کے حاکم نیزک نے بنی تمیم کے سارے مسلمانوں کو رہا کر دیا تھا اور قتیبہ کی اطاعت کر کے اس سے صلح کر لی تھی۔

☆.....☆.....☆

۸۷ھ میں قتیبہ نے بخارا کے شہر بیکند پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے اردگرد کی قوموں سے مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کی۔ چاروں طرف سے اس قدر لوگ اسلامی لشکر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے کہ سارے راستے مسدود ہو کر رہ گئے۔

اس عرصہ کے دوران قتیبہ کا کوئی قاصد کہیں بھی نہ جا سکا۔ لگاتار دو ماہ تک یہی حالت رہی اور گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔

حجاج بن یوسف اس حالت پر سخت فکرمند ہوا اسے خدشہ ہوگیا تھا کہ کہیں سارا لشکر ہی ہلاک نہ ہوگیا ہو۔ لہٰذا وہ اپنے لشکر کی سلامتی اور فتح کی خاطر مسجدوں میں دعائیں کرانے لگا۔ ادھر قتیبہ بن مسلم اپنے جانباز اور جری جرنیلوں کے ساتھ دشمن سے لگاتار ٹکرا رہا تھا جس طرح سخت چٹان ٹھوکر مار کر طوفانی لہروں کو دور بھگا دیتی ہے۔

اہل شہر لگاتار محاصرے اور جنگ سے تنگ آ گئے تھے اس کے علاوہ مسلمانوں کا جوش و ولولہ ان کے لئے اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ جلد یا بدیر شہر ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ لہٰذا اسلامی لشکر سے جان چھڑانے کی خاطر انہوں نے ایک اور چال چلی۔ قتیبہ کا ایک عجمی جاسوس تندر تھا اہل شہر نے اس سے سازباز کی اور رشوت دے کر کہا کہ کسی طرح قتیبہ کو واپس لوٹا دے تو اسے مالا مال کر دیا جائے گا۔

تندر قتیبہ کے پاس آیا اور اسے کہا۔

''مجھے خفیہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ حجاج بن یوسف کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔''

قتیبہ نے اس خیال سے کہ یہ افواہ لشکر میں بددلی پھیلا دے گی۔ تندر کی گردن اڑا دی اس

موقعہ پر قتیبہ نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور دیر تک لشکر میں یا نصیر اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ پھر قتیبہ نے شہر پناہ کو مسمار کرنے کا حکم دیا ___ اہل شہر نے مجبوراً صلح کر لی قتیبہ نے وہاں اپنا ایک حاکم مقرر کیا اور واپس لوٹ گیا۔

قتیبہ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا ___ کہ بیکند والوں نے بغاوت کر دی قتیبہ کے مقرر کئے ہوئے عامل اور اس کے سارے عملہ کو قتل کر دیا ___ قتیبہ بیکند سے کافی دور ایک جگہ ڈیرے ڈال چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

ماروہ ایک ترکی گھوڑے پر سوار اور مردانہ لباس پہنے ہوئے ایک پہاڑی ندی کے کنارے کنارے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی جا رہی تھی۔ اس کا رخ بیکند شہر کی طرف تھا۔

پہاڑی سلسلے میں سے گزرتے ہوئے وہ اچانک رک گئی۔

اس کے کان کھڑے ہوگئے اور وہ کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی۔

دور کہیں سے ایک آواز مدھم مدھم سی سنائی دی تھی ___ کوئی عرب گا رہا تھا۔ وہ پہچان گئی ___ آواز خنیس کی تھی۔

اس کے اپنے خنیس کی۔

وہی دل پسند اور خوش کن آواز تھی۔

ماروہ کے ہونٹوں پر قاتل مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے اپنے گھوڑے کو آواز کی سمت سرپٹ دوڑا دیا آواز پہاڑوں میں گونجتی ایک بلند باز گشت کے ساتھ پھر سنائی دی۔

اب عربی کے اشعار صاف سنے جا سکتے تھے۔

جس کا مفہوم کچھ یوں تھا۔

''ہم؟ جنگ کی قربان گاہ کے کنارے کنارے دور تک پھیل چکے ہیں

سنو، دشمن کے ہر زخم سے خون رس رہا ہے

سینوں سے انتقام کی چنگاریاں اٹھ رہی ہیں

ثابت قدمی کے ساتھ رات کی تاریکیوں میں

رجز خوانی کرتے رہو

بہتر مستقبل کی تلاش میں

زندگی سے بھرپور گیت گاؤ

آواز ایک بار ڈوبی اور پھر بلند ہو کر ماروہ کی سمت سے ٹکرائی۔

ہم! ہم اللہ کا لشکر ہیں

ہم اس کے وفادار بندے ہیں

ہم نے اس کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے

ہم عالمگیر محبت اور اخوت کے علمبردار ہیں

ہم اپنے عظیم مقصد میں پرخلوص ہیں

سن! میری آواز مانند سیل رواں تند و تیز ہے

میرے جذبات کا طوفان میرے جسم کی رگ رگ سے اُبل رہا ہے

ہماری منزل روشن اور تابناک ہے

تاریخ کی فیصلہ کن گھڑی آن پہنچی ہے

ہماری آواز توانا ___ بلند اور غضبناک ہے

ماروہ اپنے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسو پونچھ رہی تھی اس کا پورا جسم جیسے کانپ رہا تھا خنیس کی آواز نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اس نے دیکھا اس سے تھوڑی ہی دور آگے خنیس ایک تنگ گھاٹی کی طرف جانے والا تھا۔

ماروہ زور سے چلائی۔

''خنیس ___!''

خنیس جو گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ مڑ کر ماروہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اتنی دیر تک ماروہ اپنا گھوڑا دوڑاتی ہوئی اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

خنیس نے بڑی حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔

''تم یہاں۔ خیریت تو ہے؟''

جواب دینے کی بجائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

خنیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے تسلی دینے لگا۔ جلد ہی ماروہ سنبھل گئی اور اپنے آنسو سر پر بندھے ہوئے رومال سے خشک کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''خالہ کے گھر میں اب ہماری کوئی جگہ نہیں رہی۔''

خنیس نے پریشانی سے جواب دیا۔

''انہوں نے نکال دیا اپنے گھر سے۔''

''نہیں ___ میں امی اور طوانہ وہاں سے رات کی تاریکی میں چوری چھپے بھاگ کر نکلے

ہیں ___''

''کیوں؟''

''خالہ اور خالو دونوں ہی میری شادی باغر کے چھوٹے بھائی سے کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔ امی نے خالہ کو سمجھایا بھی کہ ماروہ خنیس سے محبت کرتی ہے اور وہ اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہ کرے گی ___ مگر وہ نہ مانے انہوں نے میرا باہر جانا بالکل بند کر دیا اور باغر کے چھوٹے بھائی کے ساتھ میری شادی کی تاریخ مقرر کر دی مگر بھلا ہو طوانہ کا وہ مجھے اور امی کو وہاں سے نکال کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔''

''امی اور طوانہ کہاں ہیں؟''

''امی کو موسمی بخار آنے لگا تھا۔ یہاں سے کئی کوس پیچھے میں انہیں ایک قصبہ کی سرائے میں چھوڑ آئی ہوں اور خود آپ کی تلاش میں نکلی تھی۔''

''باغر کا بھائی تمہارے خالو کے پاس کب آیا؟''

''خالو نے ..... پھر بیشمار بدمعاش اپنی حویلی میں جمع کر لئے ہیں ___ اب وہ آپ سے زیادہ خطرہ محسوس کرنے لگا ہے ___ شاید وہ پھر آپ سے انتقام لینے کی کوشش کرے۔''

خنیس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے میں ایسے بدمعاشوں سے نمٹنا جانتا ہوں ___ تمہیں کیسے پتہ چلا میں ادھر ہوں گا؟''

''مجھے پتہ چلا تھا کہ قتیبہ نے بیکند پر حملہ کر رکھا ہے لہٰذا میں ادھر آ نکلی۔''

''تم سیدھی میرے گھر کیوں نہ چلی گئیں؟''

''مجھے ڈر تھا کہ آپ گھر پر نہیں ہیں ___ خبر نہیں وہ ہمیں رکھیں یا انکار کر دیں اس لئے میں آپ کی تلاش میں نکلی ___''

''کیا تمہیں میرے گھر والوں سے ایسی امید ہے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''پھر؟''

''میں آپ سے ملنا بھی تو چاہتی تھی نا۔''

''ہاں یوں کہو نا ___''

ماروہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کی امی، خالہ اور دمنہ کیسی ہیں؟''

''سب ٹھیک ہیں ___ دمنہ کی احمد بھائی سے شادی ہو چکی ہے امی تو میری اور حرب بھائی کی شادی بھی کرنا چاہتی تھیں مگر میں نے جنگ میں حصہ لینے سے قبل شادی کرنے سے انکار کر دیا اور میرے ساتھ حرب کی بھی شادی نہ ہو سکی۔''

ماروہ نے پریشانی سے پوچھا۔

''کہاں ہو رہی تھی تمہاری شادی؟''

خنیس ہنس دیا۔

''تمہارے ساتھ ہی ہونا تھی اور کس کے ساتھ؟''

ماروہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ان کو پتہ چل گیا ہے کہ ہم دونوں ___''

خنیس نے اس کی بات کاٹ دی۔

''حرب بھائی نے انہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔''

خنیس سنجیدہ ہو گیا۔

''اچھا ہوا تم ادھر ہی آ گئیں۔ میں تم سے ایک اہم بات بھی کرنا چاہتا ہوں۔''

''کہیے۔''

''میرا ایک محسن ہے اس کا نام ارطبون ہے شومان میں دشمنوں سے انتقام لینے کے بعد اس نے ہماری بہت مدد کی تھی اس کی ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی ہے جس کا نام قطونہ ہے میرے وہاں قیام کے دوران وہ مجھ سے محبت کرنے لگی مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ پھر وہ دونوں باپ بیٹی میرے گھر بھی گئے اور جب وہ کچھ دن وہاں قیام کر کے روانہ ہونے لگے۔ تو اس وقت بھید کھلا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی میں نے اس موقعہ پر اسے کچھ نہ کہا تھا۔ کیونکہ میں اس کا دل توڑنا نہ چاہتا تھا۔ میں اس کی حالت اچھی طرح دیکھ چکا ہوں اگر میں نے اسے تمہاری خاطر ٹھکرا دیا تو یقیناً وہ خودکشی کرے گی اور یہ میں ہرگز پسند نہ کروں گا۔ اب تم بولو تم اس معاملے میں کیا کہتی ہو۔''

ماروہ کے دل پر ذرہ بھر میل نہ آئی۔

وہ مسکرا رہی تھی۔

''میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہوں گی ___ آپ کا فیصلہ میرے لئے آخری اور قابل قبول ہوگا ___ میرے اور قطونہ کے علاوہ آپ اگر کسی اور سے بھی شادی کرنا چاہیں تو میں کبھی بھی اعتراض نہ کروں گی ___ اور نہ ہی کبھی آپ کے ساتھ میری محبت میں فرق آئے گا۔''

خنیس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی ___ آؤ اب چلیں ___ آج کی رات آرام کرو ___ کل میں قتیبہ سے اجازت لے کر تمہارے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔''

دونوں کے گھوڑے پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے تنگ گھاٹی میں داخل ہو گئے۔

خنیس نے ماروہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

اور ماروہ میٹھی میٹھی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

قتیبہ بن مسلم اپنے خیمے میں ایک چٹائی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے ہاتھ سے بنے ہوئے نقشے پھیلے ہوئے تھے۔ جنہیں وہ الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا اس کے سامنے ہی خیمے کے اندر اس کا بھائی صالح عبدالرحمان، عبداللہ، خنیس اور نصر بن سیار بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے کے باہر اچانک ہلچل مچ گئی۔

اور لوگ شور و غوغا بلند کرنے لگے۔

سب نے تلواریں کھینچ لیں۔

اور خیمے سے باہر نکل آئے۔

قتیبہ بن مسلم کے خیمہ کے باہر ہی ایک عرب نوجوان خون میں لت پت گرا پڑا تھا اور لشکر کے کچھ جوان اسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے قتیبہ نے باہر آتے ہی بڑی فکرمندی سے پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

وہ زخمی عرب بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس پر لمحہ بہ لمحہ بے ہوشی چھاتی جا رہی تھی بڑی ہی مشکل اور کرب کا اظہار کرتے ہوئے اس نے قتیبہ سے کہا۔

''سیدی! اہل بیکند نے بغاوت کر دی ہے انہوں نے ہمارے حاکم اور اس کے سارے عملے کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں ___ اس کے علاوہ انہوں نے ___''

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ پایا اس کا جسم زمین پر لڑھک گیا ___ اور وہ بے جان ہو گیا۔

غصے میں قتیبہ آگ کے ایک بہت بڑے جلتے ہوئے الاؤ کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی تلوار کا دستہ اس کی ہتھیلی میں دھنسا جا رہا تھا۔

پھر اس کی آواز سنائی دی۔

جیسے بیشمار زخمی چیتے بھیانک رات میں ایک ساتھ غرا اٹھے ہوں۔

''جنگ کا طبل بجا دو۔''

اور آن کی آن میں لشکر گاہ میں طبل بجنے لگے۔ جن کی بھیانک آوازیں کان پھاڑے دے رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

ماروہ اور حرب ایک خیمہ کے باہر کھڑے اس طرف دیکھ رہے تھے جہاں قتیبہ اور اس کے پاس صالح، عبدالرحمان، عبیداللہ، خنیس اور نصر بن سیار کھڑے تھے ___ گھبرائی ہوئی آواز میں ماروہ نے پوچھا۔

''کیا ہوگیا ہے اخی؟''

حرب نے فکرمندی سے جواب دیا۔

''ضرور کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آیا ہے۔ وہ دیکھو قتیبہ بن مسلم، خنیس اور دوسرے سب جرنیل بڑے غصے کی حالت میں کھڑے ہیں ___ تم ٹھہرو میں ابھی پتہ کر کے آتا ہوں۔''

ابھی وہ چند قدم ہی بڑھا ہوگا کہ طبل بجنے لگے۔

لہٰذا وہ پوری رفتار سے بھاگتا ہوا لوٹ آیا۔

ماروہ نے ایک بار پھر بڑی پریشانی سے پوچھا۔

''یہ سب کیا ہے اخی؟''

حرب نے جلدی جلدی خیمہ اکھاڑتے ہوئے کہا۔

''جنگ کے طبل بج رہے ہیں ___ لشکر ابھی کوچ کرے گا ___ اور کہیں حملہ آور ہوگا۔''

ماروہ سب کچھ سمجھ گئی۔

اور خاموشی کے ساتھ حرب کے کام میں مدد دینے لگی۔

لشکر جب کوچ کرنے لگا۔ تو ماروہ نے شکوہ کے انداز میں پوچھا۔

''اخی ___ لشکر کوچ کر رہا ہے ___ اور خنیس ابھی تک ہمارے پاس نہیں آیا۔''

حرب مسکرا دیا۔

''وہ نہیں آئے گا میری بہن ___ وہ ہراول دستے کا نائب سردار ہے اور ہراول دستہ ابھی تک اپنی منزل کی طرف روانہ بھی ہو چکا ہوگا۔ خنیس اس وقت لشکر میں نہیں وہ اپنی منزل کا کافی فاصلہ طے کر چکا ہوگا۔''

لشکر کے ہمراہ ماروہ جب بیکند شہر کے پاس پہنچی تو اس نے دیکھا مسلمانوں کا ہراول دستہ پہلے ہی سے وہاں موجود تھا ان میں اس کا خنیس بھی تھا جو بڑی بے تابی کے عالم میں اپنا گھوڑا ادھر ادھر موڑ رہا تھا۔

اسلامی لشکر نے آن کی آن میں لشکر کے ہمراہ عورتوں کے لئے خیمے ایک طرف نصب کر دیئے اور ساری عورتوں کو ان خیموں میں منتقل کر چکنے کے بعد لشکر میں بھیانک آواز والے جنگ کے طبل بجنے لگے۔

قتیبہ بن مسلم جب اپنے لشکر کے ہمراہ بھوکے اور خونخوار شاہین کی مانند بیکند شہر کی طرف جھپٹا تو اسی لمحے شہر کا دروازہ کھلا اور دو سوار صلح کا سفید جھنڈا لہراتے ہوئے شہر سے نمودار ہوئے اور اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ قتیبہ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور حاکم شہر کی طرف سے انہوں نے صلح کی درخواست پیش کی۔

قتیبہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار ان کی طرف لہرائی۔ پھر وہ زخمی چیتے کی طرح غرایا۔

''اگر ___ اگر تم دونوں سفیر بن کر نہ آئے ہوتے اگر تم دونوں صلح کا علم نہ اٹھائے ہوتے تو میں تم دونوں کی گردن اڑا دیتا۔ جاؤ شہر واپس لوٹ جاؤ اور اپنے حاکم سے کہو۔ قتیبہ اب صلح کرنے سے انکار کرتا ہے تم لوگوں نے عیاری سے کام لیا اور ہمارے مقرر کئے ہوئے حاکم اور اس کے کارکنوں کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ میں شہر کو بزور شمشیر فتح کروں گا اور اپنے شہیدوں کا انتقام لوں گا۔ میرا نام قتیبہ بن مسلم ہے اور میں باغیوں کو کبھی معاف نہیں کیا کرتا۔''

دونوں سفیر جب وہیں کھڑے رہے تو قتیبہ نے اور زیادہ غصہ میں چلاتے ہوئے کہا۔

''جاؤ لوٹ جاؤ! مجھے کعبہ کے رب کی قسم میں ضرورت انتقام لوں گا۔ یہ میرا عہد ہے اور میں اپنا عہد ہر حالت میں نبھاتا ہوں۔''

سفیر جب مایوس اور نامراد واپس لوٹ گئے۔ تو قتیبہ نے شہر پر عام ہلہ بول دیا شہر کے گرد ایک مضبوط فصیل تھی مگر وہ زیادہ دیر تک رکاوٹ ثابت نہ ہوئی تھوڑی ہی دیر بعد مسلمانوں نے شہر کی فصیل کو توڑ دیا اور اسلامی لشکر دندناتا ہوا شہر میں داخل ہوگیا۔

سب مسلح جوانوں کو جنہوں نے ہتھیار اٹھائے تھے تہ تیغ کر دیا گیا یہاں سے قتیبہ کو کثیر جواہرات اور سونے کے ظروف ہاتھ لگے۔ فتح کے کچھ دن بعد تک قتیبہ نے وہاں قیام کیا پھر شہر کا انتظام اپنے سرکردہ آدمیوں کو سونپنے کے بعد وہ ترمز کے راستے مرو چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور ماروہ دونوں آگے پیچھے گھوڑوں پر سوار ان ندی نالوں کو عبور کر رہے تھے جو بطام اور سوادر کے پہاڑی سلسلے سے نکلتے ہیں اور بخارا کی سمت بہتے ہوئے راستے میں خشک ہو جاتے ہیں۔

یہ علاقہ زیادہ تر پہاڑی تھا اس لئے وہ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو سفر کرنے کی بجائے

آگے پیچھے جا رہے تھے۔

ایک ندی عبور کرنے کے بعد جب وہ ایک تنگ پہاڑی درے میں سے گزر رہے تھے تو انہیں پہاڑ کے دوسری جانب بیشمار گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز سنائی دیں۔

خنیس کھڑا ہو گیا۔

اور کچھ سوچنے لگا۔

ماروہ نے فکرمند ہو کر پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

خنیس نے غور سے آوازیں سنتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ گھوڑوں کی آوازیں سنیں؟''

''سنی ہیں ___ ہمیں کیا ___ چلو چلیں۔''

''نہیں ___ ہوسکتا ہے کہ یہاں وہی ترک سردار ارطبون اپنے قافلے کے ساتھ فردکش ہو، کیا تم اس کی لڑکی قطونہ سے ملنا پسند نہ کرو گی۔''

ماروہ نے اپنا گھوڑا روک لیا۔

اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر واقعی یہ سردار ارطبون کا کاروان ہے تو میں ضرور قطونہ سے ملنا پسند کروں گی ___''

خنیس نے اپنا گھوڑا موڑ لیا۔

''تو پھر آؤ ___ ندی کے کنارے کنارے اس طرف جا کر دیکھتے ہیں۔''

تھوڑی دیر تک ندی کے کنارے کنارے چلنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے درے میں داخل ہو گئے۔

چند ہی قدم وہ آگے بڑھے ہوں گے کہ انہیں اپنے سامنے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی خیمے ہی خیمے نظر آنے لگے۔

دونوں جب ان خیموں سے قریب ہوئے تو خنیس خیموں کے اندر چلتے پھرتے مرد عورتوں کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

وہ ترک نہیں سغدی تھے۔ جو بھی پہلا آدمی اس کے سامنے آیا ___ خنیس نے اس سے پوچھا۔

''اخی ___ یہ کس کا قافلہ ہے؟''

اس آدمی نے قدرے حیرت اور کچھ شک کی نگاہ سے خنیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہم سغدی ہیں اور ہمارے سردار کا نام بترلیس ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟''

''نہیں میں نہیں جانتا ___ مگر تمہارا قبیلہ یہاں خشک پہاڑوں کے دامن میں کیوں فردکش ہوا ہے جبکہ یہاں دور نزدیک کوئی چراگاہ نہیں ___ اور نہ ہی یہاں کوئی میٹھے پانی کا چشمہ ہے۔

اس آدمی نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ پر ہماری ایک ترک قبیلے کے ساتھ پرانی رقابت ہے اور آج دونوں قبیلے اس درے میں اتفاقاً آمنے سامنے آ گئے ___ اور اب لڑنے کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔''

خنیس نے پریشانی سے پوچھا۔

''ترک قبیلہ اس وقت کہاں ہے؟''

''ہمارے قبیلے سے صرف ایک فرلانگ آگے وہ خیمہ زن ہے۔''

''اس قبیلے کے سردار کا کیا نام ہے؟''

خنیس نے پوچھا۔

''اس کا نام ارطبون ہے۔''

اس آدمی نے جواب دیا۔

''کیا میں دونوں قبیلوں میں رقابت کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

''ترک قبیلے کے کچھ لوگوں نے ہمارے قبیلے کی کچھ لڑکیوں کو زبردستی اٹھا لیا اور ان سے شادیاں کر لیں۔ ہم نے جب ان کی واپسی کا تقاضہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بس اس روز سے ہی ان دونوں قبیلوں میں دشمنی چلی آتی ہے۔ کئی بار دونوں قبیلوں کی آپس میں جنگ ہوئی جو ہمیشہ ہار جیت کے بغیر ختم ہو گئی آج پھر دونوں قبیلوں کا اچانک آمنا سامنا ہو گیا ہے دونوں طرف جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں ___ اب دیکھیں کیا بنتا ہے۔''

خنیس نے مصنوعی انداز میں کہا۔

''اخی ___ میں عرب ہوں اور تاجر پیشہ ہوں مجھے کوئی ایسا راستہ بتاؤ جس کے ذریعہ میں دونوں قبیلوں کا سامنے کئے بغیر آگے نکل جاؤں۔''

اس سغدی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ہاتھ سے ایک پگڈنڈی کی طرف اشارہ کر دیا۔

خنیس اور ماروہ کچھ دور تک اس پگڈنڈی پر گئے۔ پھر انہوں نے اپنا رخ دائیں جانب موڑ لیا اور عین ترک سردار ارطبون کے خیموں کے پاس آنمودار ہوئے۔ خنیس کو دیکھتے ہی قبیلے میں شور اٹھ کھڑا ہوا۔

''خنیس آ گیا۔ خنیس بن یوسف آ گیا۔''

لوگ کیا مرد کیا عورتیں اپنے خیموں سے نکل کر اس پگڈنڈی کے دونوں جانب آ کر کھڑے

ہو گئے تھے جس پگڈنڈی پر خنیس اور ماروہ آ رہے تھے۔

سردار ارطبون اور اس کے ساتھ قطونہ بھی اس پگڈنڈی پر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

خنیس سب لوگوں کے سلام کا جواب دیتا ہوا ارطبون کے پاس آ کر گھوڑے سے اتر گیا۔ ماروہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی تھی۔ خنیس کے ساتھ ماروہ کو دیکھ کر صرف چند ثانیے کے لئے قطونہ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

مگر فوراً ہی وہ ضبط کر گئی۔ اور اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں اس نے ارطبون سے پہلے پوچھ لیا۔

''کیسے ہو خنیس؟''

خنیس اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

''اچھا ہوں تم اپنی کہو۔''

قطونہ مسکراتے ہوئے اپنے پاؤں پر چاروں طرف گھوم گئی۔

''دیکھ لو ویسی ہی ہوں۔''

اتنی دیر تک ارطبون بھی آگے بڑھ چکا تھا ___ اس نے خنیس کو گلے لگایا اور اسے اس طرح پیار کرنے لگا جیسے وہ ان کا اپنا بیٹا ہو اور برسوں بعد واپس آیا ہو۔

ارطبون جب خنیس کو لے کر آگے بڑھنے لگا تو ماروہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی اور اس کے پیچھے قطونہ تھی۔ جو اسے کبھی رشک اور کبھی استعجاب کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

خنیس اور ماروہ ارطبون کے خیمے میں داخل ہوئے اور ان ہی بھدی مگر مضبوط کرسیوں پر بیٹھ گئے جو اس کمرے میں پڑی تھیں۔ جسے شاید مہمان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

ارطبون بڑے غور سے کبھی کبھی ماروہ کی طرف دیکھ لیتا تھا مگر قطونہ شاید زیادہ دیر تک پریشانی میں مبتلا نہ رہنا چاہتی تھی۔ اس نے خنیس کے سامنے بیٹھتے ہی ماروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''یہ لڑکی کون ہے خنیس؟''

خنیس نے ایک بار غور سے قطونہ کی طرف دیکھا۔ شاید اس کے چہرے پر اس نے اس کے جذبات پڑھنا چاہے تھے۔

پھر اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''اس کا نام ماروہ ہے۔ یہ خوارزم کے ایک جرنیل کی لڑکی ہے اور اس کی داستان بہت طویل اور دکھ بھری ہے۔''

''اگر میں سننا چاہوں؟''

''تو سنو ___ یہ خوارزم کے ایک جرنیل کی لڑکی ہے۔ خوارزم کے بادشاہ کو اس کے بھائی خرزاد نے معزول کر کے خود تخت کے اوپر قبضہ کر لیا ہے اور اس نے اپنے بھائی کے سارے سپہ سالاروں کو قتل کر دیا ہے ان میں ماروہ کا ابو بھی تھا۔

خرزاد، ماروہ اور اس کی امی اور ان کے ایک غلام کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا۔ جس کا نام طوانہ ہے۔ مگر یہ اپنے گھر کے تہہ خانے میں چھپ گئے۔ ان دنوں میں بھی اپنے ایک دشمن کی تلاش میں خوارزم گیا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات کہ ان کی ملازمہ ایک روز بازار سے کھانے کا سامان خریدنے آئی اور پکڑی گئی۔ بازار میں سپاہی اسے مار مار کر ان کا پتہ پوچھ رہے تھے۔ میں نے اس لونڈی کو بچا لیا۔ اس نے مرنے سے پہلے مجھے ان لوگوں کا پتہ بتا دیا اور ان کی مدد کرنے کی درخواست کی اس طرح میں انہیں خوارزم سے نکال کر تہ مزہ لے گیا۔ جہاں اس کی خالہ رہتی ہے مگر جب اس کے خالو نے اس کی شادی اس کی مرضی کے خلاف زبردستی ایک بدمعاش سے کرنا چاہی تو یہ اپنی ماں اور غلام کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلی۔ ماں اور غلام کو نسف شہر کی ایک سرائے میں ٹھہرانے کے بعد یہ میرے پاس پہنچ گئی۔ جبکہ میں بیکند سے لوٹ رہا تھا اور اب اسے اپنے گھر چھوڑنے جا رہا ہوں راستے میں اس کی ماں اور غلام بھی ساتھ لے لوں گا۔''

خنیس جب یہ داستان سنا رہا تھا۔ تو ماروہ رو رہی تھی۔ خنیس جب خاموش ہوا تو اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے۔

قطونہ پھر بولی۔

''کیا تم اس سے محبت بھی کرتے ہو؟''

خنیس نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

''اس میں کوئی شک نہیں۔''

''اور یہ؟''

قطونہ نے ماروہ کی طرف اشارہ کیا۔

خنیس کے جواب دینے سے قبل ہی ماروہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

قطونہ کے بجائے اب ارطبون بولا۔

''بیٹا ___ میں نے تو سوچا تھا کہ تمہاری شادی قطونہ سے کروں گا۔ مگر ___''

قطونہ نے ارطبون کی بات کاٹ دی۔

''تم چپ رہو بابا ___ یہ میرا معاملہ ہے اور میں خود ہی بات کروں گی۔''

وہ اب براہ راست ماروہ سے مخاطب ہوئی۔

''اگر میں خنیس سے شادی کرنا چاہوں تو تمہیں کوئی اعتراض ہوگا؟''

ماروہ نے چور نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھا۔

پھر دھیمی آواز میں بولی۔

''اگر تم بھی خنیس سے شادی کرلو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی اور اگر تم یہ محسوس کرتی ہو کہ میں تمہارے راستے کی ایک دیوار ہوں تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گی۔''

قطونہ ___ پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

''تم میرے راستے کی دیوار نہیں ہو۔ مجھ سے پہلے تمہارا حق خنیس پر بنتا ہے اور اگر تم کسی دوسرے کو اس حق میں شریک نہ بنانا چاہو تو میں ہمیشہ کے لئے تم دونوں کی دنیا سے نکل جاؤں گی میں تم دونوں کو غمزدہ نہیں دیکھنا چاہتی۔''

ماروہ آگے بڑھی اور قطونہ سے لپٹ گئی۔

''اب میری اور تمہاری منزل ایک ہی ہے ___ جب تک میں زندہ ہوں کوئی بھی تم سے تمہاری منزل چھین نہیں سکتا۔''

''اب تم خوش اور پرسکون رہو۔''

قطونہ بھی مسکرادی اور بڑے زور کے ساتھ وہ ماروہ سے لپٹ گئی۔ ماحول دوبارہ خوش گوار ہوگیا تھا۔ قطونہ ماروہ سے علیحدہ ہوکر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ان کے سامنے کھانے کے برتن لگا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

قطونہ ابھی کھانے کے برتن ہی لگا رہی تھی کہ ایک ترک خیمے میں داخل ہوا اور تعظیماً جھک کر اس نے ارطبون سے کہا۔

''سردار ___ جو وفد صلح کی بات کرنے گیا تھا وہ واپس آگیا ہے۔''

ارطبون اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا۔

''انہیں فوراً اندر بھیج دو ___''

چار ارکان پر مشتمل وفد اندر آکر بیٹھ گیا ___ ارطبون نے بڑی بے تابی کے ساتھ وفد کے ارکان سے پوچھا۔

''بات چیت کیسے ختم ہوگئی؟''

وفد کے ایک رکن نے بڑی سنجیدگی اور اداسی سے کہا۔

''انہوں نے صلح کی پیشکش ٹھکرادی ہے۔''

ارطبون خاموش ہوگیا۔

اور کچھ سوچنے لگا۔

قطونہ، خنیس اور ماروہ کے آگے کھانا لگا چکی تھی۔ پھر وہ خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گئی اور بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔

''کھاؤ۔''

وفد کا وہی رکن پھر بولا۔

''شاید وہ صلح کے لئے آمادہ ہو ہی جائے مگر ان میں چار ایسے منہ زور نوجوان ہیں جو صلح کی بات تک نہیں کرنے دیتے۔ وہ دونوں قبیلوں کے درمیانی میدان میں آکر کھڑے ہوگئے ہیں وہ کہتے ہیں اس بار دونوں قبیلوں کی جنگ ہوکر رہے گی اور ہم ترکوں سے انتقام لینے کی خاطر ان کی چار نوجوان لڑکیوں کو اغواء کرکے اپنا حساب بیباک کریں گے۔''

ارطبون غصے میں چلاتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''یہ کبھی نہیں ہوسکتا ___ میرے قبیلے کی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا گیا تو میں سفدیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔''

خنیس اپنے منہ میں پہلا لقمہ ڈال رہا تھا۔ اس نے لقمہ واپس پھینک دیا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ غصہ میں اس کا چہرہ لال سرخ ہوگیا تھا۔ ماروہ اور قطونہ دونوں ہی بدحواس ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ ارطبون بھی فکرمند ہوگیا تھا۔

خنیس خیمے سے باہر آیا۔

اور دونوں قبیلوں کے درمیان اس کھلے میدان کا جائزہ لینے لگا۔ جہاں سفدی قبیلہ کے چار گھوڑا سوار کھڑے بڑی بے تابی سے ترک خیموں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ارطبون، ماروہ اور قطونہ بھی خیمے سے باہر آکر اس کے پیچھے کھڑے ہوگئے تھے اسے ان کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا تھا۔

آخر ارطبون نے اس خیالات کو منتشر کردیا۔

''کیا دیکھ رہے ہو؟''

خنیس نے ان کی طرف مڑکر دیکھنے کے بجائے اپنے سامنے کھلے میدان میں ہی نظریں جمائے رکھیں اور پھر اس کی آواز سنائی دی ___ جیسے وہ کوسوں دور سے بول رہا ہو۔

''موت۔''

ارطبون نے فکرانگیز لہجے میں کہا۔

''کس کی موت؟''

''ان چار سواروں کی۔ جو میدان میں کھڑے تمہارے قبیلے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔''

یکبارگی ہی وہ خیمے سے باہر کھڑے اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ گھوڑے پر بیٹھتے ہی اس نے آہنی زنجیر جو گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی تھی کھولی اور اسے اپنے ہاتھ میں لہراتے ہوئے اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگادی اور پھر وہ وحشیوں کی طرح ہاہا کرتا ہوا ایڑیاں مار کر گھوڑے کو دوڑانے لگا۔

اس نے میدان کا ایک لمبا چکر لگایا۔ سارے ترک اور سفدی اپنے خیموں سے نکل کر اب میدان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس نے اس کی لگام ان چاروں کے پاس آ کر کھینچی۔ گھوڑا دونوں ٹانگیں اٹھا کر ہنہنایا ___ پھر پتھریلی زمین پر زور زور سے پاؤں مارتے ہوئے نتھنے پھڑ پھڑانے لگا۔

اور اس کے ساتھ ہی خنیس کی تیز آواز سنائی دی۔

وہ ان چاروں سے مخاطب ہوا تھا۔

''کیا تم ہی وہ چاروں ہو ___ جو دونوں قبیلوں کے درمیان صلح میں دیوار کھڑی کرتے ہو؟''

ان میں سے ایک منچلا آگے بڑھا۔

اور پھر اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے غصہ میں کہا۔

''یقیناً ہم ہی وہ چاروں ہیں ___ کیا ترکوں کے پاس کوئی اور جوان نہ تھا۔ جو انہوں نے صرف تمہیں قربانی کا بکرا بنانے کے لئے بھیج دیا ___ یا تم خود ہی اپنی زندگی سے بیزار ہو جاؤ ___ واپس لوٹ جاؤ ___ اور ترک سردار سے کہو۔ ہم چار کے مقابلے میں اپنے چار بہترین جوان بھجوائے۔ اس نے تم اکیلے کو بھیج کر ہماری بے عزتی کی ہے۔''

غصہ میں زنجیر لہراتے ہوئے خنیس نے جواب دیا۔

''اگر تم چاروں مجھ اکیلے کے سامنے آتے ہوئے اپنی بے عزتی سمجھتے ہو تو سنو۔ اکیلے آدمی سے مقابلہ کرنے کا میں بھی عادی نہیں۔ قسم مجھے اپنے کعبہ کے رب کی۔ تم میرے سامنے تو آؤ اگر چاروں کو کھلونوں کی طرح توڑ کر نہ رکھ دوں تو انسان نہیں۔ کتا کہنا اور اگر تم چاروں میرے مقابلے میں نہیں آنا چاہتے تو جاؤ شکست خوردہ کتوں کی طرح دم دبا کر واپس اپنے قبیلے چلے جاؤ ___ اور اگر تم چاروں میں حمیت کی کوئی رمق ہے تو آگے بڑھو میں تم سب کو ایک ساتھ مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔''

ان چاروں کے چہرے غصہ سے سرخ ہو گئے۔

ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے کوئی فیصلہ کیا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ بڑے ہی غصیلے انداز میں خنیس کا گھیراؤ کرنے لگے تھے۔

خنیس نے پہلے گھوڑے کی گردن پھر پیٹھ تھپتھپائی۔ اس کے بعد جو اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی تو وہ گول چکر میں تیزی سے بھاگنے لگا اور بار بار اپنی پچھلی دونوں ٹانگیں ہوا میں لہرا کر زمین سے گرد اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

کچھ ان چاروں کے گھوڑوں سے اور کچھ خنیس کے اپنے گھوڑے کی وجہ سے زمین پتھریلی ہونے کے باوجود فضا گرد آلود ہو گئی اور میدان سے باہر کھڑے ان پانچوں کو صاف نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی فیصلہ کر پا رہے تھے کہ کون کس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

خنیس کا گھوڑا شاید اپنے مالک کے کہنے پر جان بوجھ کر گرد اڑا رہا تھا۔ شاید اپنے لئے سازگار حالات پیدا کرنے کے لئے۔

اس دوران خنیس کی پشت پر بیٹھا ہوا شاہین بھی اڑ کر اس کے سامنے گھوڑے کی گردن پر آ کر بیٹھ گیا تھا اور بڑی توجہ سے خنیس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

شاید گھوڑے کا اس طرح بھاگ بھاگ کر دھول اڑانا اس کا جانا پہچانا اشارہ تھا کہ اس کے حملہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

چاروں سفدی جب کہ گرد گھیرا تنگ کرنے لگے تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی طرف اشارہ کیا۔

گھوڑے کی گردن پر بیٹھے ہوئے شاہین نے پر پھڑ پھڑائے پھر وہ پرواز کرتا ہوا سفدیوں پر جھپٹ پڑا۔

عین اسی لمحہ خنیس نے اپنی آہنی اور وزنی زنجیر لہرائی اور ان میں سے ایک پر خونی درندے کی طرح حملہ آور ہو گیا۔

اس نے بھاری زنجیر زور سے گھما کر اس کے سر پر ماری۔ اس کا سر پکے ہوئے تربوز کی طرح پھٹ گیا اور اس کے خون سے خنیس کا چہرہ اور لباس تر ہو گئے، وہ سفدی زمین پر گرا اور ختم ہو گیا۔

آناً فاناً برق کی مانند خنیس دوسرے سفدی پر جھپٹا۔ اس نے تلوار سے خنیس پر حملہ کر دیا۔ خنیس نے اس کا وار اپنی ڈھال پر لیا اور زنجیر اس کے سر پر ماری ___ اس نے زنجیر کو اپنی ڈھال پر روکنا چاہا۔ مگر ناکام رہا۔

اور پھر موت سے بغلگیر ہو گیا۔

اتنی دیر تک شاہین دوسرے دونوں سفدیوں کی آنکھیں نکال چکا تھا۔ وہ اپنے گھوڑوں پر ڈگمگاتے ہوئے آہ وزاری کر رہے تھے۔ خنیس نے باری باری ان کے سروں پر بھی زنجیر ماری اور انہیں ڈھیر کر کے رکھ دیا۔

گرد و غبار اب چھٹ چکا تھا۔ پھر سفدیوں اور ترکوں نے دیکھا ___ میدان میں صرف اکیلا خنیس ہی رہ گیا تھا۔ چاروں سفدی زمین پر مردہ پڑے تھے اور ان کے گھوڑے بھاگتے ہوئے واپس اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے۔

خنیس نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اور اسے سفدیوں کے خیمے کی طرف دوڑانے لگا۔

شاہین کو پکڑ کر اس نے فضا میں چھوڑ دیا تھا ___ اور اب وہ اس کے ساتھ ساتھ اڑا جا رہا تھا۔

اپنے خیموں کے سامنے سب نوجوان اور تنومند سفدی ہتھیار باندھے کھڑے تھے۔ ان کے ایک طرف ان کی عورتیں اور بوڑھے اور بچے بھی کھڑے تھے۔

خنیس ان کے ساتھ ساتھ گھوڑا دوڑانے لگا۔

اور زنجیر ہلاتے ہوئے زور سے کہتا جا رہا تھا۔

''سفدیو ___ میں ترک نہیں عربی ہوں ___ اور تمہارے لئے صلح کا پیغام رکھتا ہوں۔''

جہاں جا کر سفدیوں کے خیمے ختم ہو گئے۔ وہاں سے خنیس نے اپنا گھوڑا بائیں جانب موڑا اور اسے ترک خیموں کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا اور اس کا شاہین بھی اس کے اوپر اوپر پرواز کرتا جا رہا تھا۔

جب وہ سردار ارطبون کے خیمے کے پاس آ کر رُکا تو ارطبون آگے بڑھا اور اسے سینے سے لگا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم ایک بہادر سپاہی اور نیک دل بیٹے ہو۔''

خنیس اس سے جدا ہو کر سیدھا خیمے کے اندر چلا گیا۔ ماروہ اور قطونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ خیمے میں آ کر ماروہ خنیس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بت بنی اسے بڑی حسرت اور افسردگی سے دیکھنے لگی۔

کیونکہ اس کا چہرہ اور عبا خون سے تر تھی۔

قطونہ سے رہا نہ گیا۔

اس نے خنیس کا بازو پکڑ لیا اور بڑے پیار سے پوچھا۔

''کہیں زخم تو نہیں آیا؟''

''نہیں۔''

قطونہ خوش ہو گئی۔ ماروہ بھی مسکرا رہی تھی۔

قطونہ نے خنیس کی عبا اتروائی اور اسے دھونے کے لئے دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی، ماروہ نے بھی ایک آب خورہ لیا اور خنیس کے ہاتھ پاؤں دھلانے لگی۔ منہ دھو کر خنیس پھر ارطبون کے پاس آ کر ان ہی بھدی کرسیوں پر بیٹھ گیا۔

ارطبون نے پیار سے پوچھا۔

''اب آئے ہو تو کچھ دن رہو گے نا۔''

رومال سے منہ پونچھتے ہوئے خنیس نے جواب دیا۔

''مجھے افسوس ہے سردار ___ میں زیادہ عرصہ نہ رک سکوں گا۔ میں کل صبح ہی صبح یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ نسف شہر سے مجھے ماروہ کی امی اور ان کے غلام کو ساتھ لینا ہے۔ وہ دونوں ایک سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ___ وہ بڑی بے تابی سے ہم دونوں کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ان تینوں کو اپنے گھر چھوڑنے کے بعد مجھے واپس لشکر میں جانا ہے۔''

ارطبون شاید کچھ اور بھی کہتا مگر قطونہ کھانا لے آئی۔

وہ بے حد خوش اور مطمئن تھی۔

خنیس اور ماروہ چپ چاپ کھانا کھانے لگے۔

☆.....☆.....☆

دوسرے روز ابھی اندھیرا ہی تھا کہ ارطبون کے قبیلے نے کوچ کیا۔ رات کے اندھیرے میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور جرس کی آواز میلوں تک جا رہی تھی۔

چند فرلانگ تک خنیس اور ماروہ بھی کاروان کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک چوراہے پر آ کر ان کے راستے علیحدہ ہو گئے۔

خنیس اور ماروہ کو علیحدہ کرتے ہوئے قطونہ رو رہی تھی۔ جب وہ ماروہ سے بغلگیر ہوئی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ماروہ نے بڑے پیار کے ساتھ اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''خنیس جنگ سے فارغ ہو جائے تو میں اسے تمہیں لانے کے لئے بھیجوں گی۔ پھر تم ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو گی۔ خنیس کی بیوی اور میری بہن کی حیثیت سے۔''

قطونہ کچھ کچھ سنبھل گئی۔

سردار ارطبون بھی خنیس سے بغلگیر ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ ماروہ کے ساتھ ایک پگڈنڈی پر روانہ

ہوگیا۔ جو جنوب مغرب کی طرف جاتی تھی۔

کارواں کا رخ اب بدخشاں کی طرف تھا۔ خنیس اور ماروہ کا رخ اب اس شاہراہ کی طرف تھا۔ جو نسف شہر میں سے ہوتی ہوئی بخارا کی طرف جاتی تھی۔

ایک روز جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا اور شام ڈھلتی جا رہی تھی۔ خنیس اور ماروہ نسف شہر میں داخل ہو رہے تھے۔

بازار سے گزرنے کے بعد ماروہ نے ایک سرائے کی طرف اشارہ کیا ___ اور دونوں آگے پیچھے اس میں داخل ہو گئے۔

سرائے کے نچلے حصہ میں ہی ماروہ خنیس کے ساتھ اس کی طرف گئی۔ جہاں اُس کی امی اور طوانہ ٹھہرے ہوئے تھے مگر کمرہ خالی پڑا تھا۔

ماروہ پریشانی سے خنیس کی طرف دیکھنے لگی۔

خنیس نے پریشانی سے پوچھا۔

''کیا ہوا؟''

روتی ہوئی آواز میں ماروہ نے جواب دیا۔

''امی اور طوانہ تو یہاں نہیں۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اسی کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہیں؟''

''یقیناً وہ اسی کمرے میں تھے۔''

خنیس نے اس کی ہمت بندھائی۔

''ہمت نہ ہارو ___ آؤ سرائے کے مالک سے پتہ کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ احتیاطاً انہوں نے کمرہ تبدیل کرلیا ہو۔''

دونوں سرائے کے مالک کے پاس آئے اور خنیس نے اس سے پوچھا۔

''یہاں تمہاری سرائے میں ایک عورت ٹھہری ہوئی ہے جس کا نام قراطیس ہے اور اس کے ساتھ اس کا غلام بھی ہے اور اس کا نام طوانہ ہے۔ کیا تم بتا سکو گے ___ کہ وہ کس کمرے میں ہیں؟''

سرائے کے مالک کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

بڑے دکھ سے اس نے جواب دیا۔

''مجھے افسوس ہے ہم اس خاتون کی حفاظت نہ کر سکے۔ ایک ہفتہ ہوا چند مسلح سواروں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔''

''انہوں نے خاتون کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ ہاں اس کا غلام بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا ___ مجھے افسوس ہے کہ یہ واقعہ میری سرائے میں پیش آیا ___ یہ لڑکی جو تمہارے ساتھ ہے۔'' اس نے ماروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی چند دن اس سرائے میں ٹھہری تھی۔ یہ شاید اس خاتون کی بیٹی ہے۔ حملہ آور اس کے متعلق بھی پوچھ رہے تھے۔ شاید وہ اسے اغواء کر کے لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے اس خاتون کی لاش کو شہر کے قبرستان میں دفن کرا دیا ہے۔''

خنیس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دس مسلح جوان دندناتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور آن کی آن میں انہوں نے خنیس کو بے بس کر کے رکھ دیا۔

خنیس سرائے کے مالک کے ساتھ باتوں میں الجھا ہوا تھا۔ لہٰذا وہ ان کی آمد کے متعلق متوجہ بھی نہ ہوسکا۔ انہوں نے بڑی تیزی سے خنیس اور ماروہ کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ دیئے اور پھر انہیں ان کے گھوڑوں پر بٹھا کر وہ رات کی تاریکی میں نسف شہر سے باہر نکل گئے۔

شہر سے تین فرسنگ باہر آ کر ان مسلح سواروں نے اپنا رخ ترمز شہر کی طرف کر لیا تھا جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ توفیل کے آدمی ہیں ___ مگر وہ ماروہ اور خنیس دونوں کے لئے ہی اجنبی تھے۔

رات کی تاریکی میں تین سوار ان کے آگے آگے تھے اور دوسرے ساتھی ان کے پیچھے وہ دونوں بالکل خاموش تھے۔

ماروہ نے خنیس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ سختی سے پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اور اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

ماروہ اس کی حالت دیکھ کر رو پڑی۔

اچانک خنیس کی آواز سنائی دی ___ وہ ان مسلح آدمیوں سے مخاطب ہوا تھا۔

''دوستو! تمہارے پاس اگر کوئی کمبل ہو تو مجھے اوڑھا دو۔ میں تمہارا مشکور ہوں گا مجھے بخار ہوگیا ہے اور میں سردی محسوس کر رہا ہوں ___'' ماروہ اور زیادہ زور زور سے رونے لگی۔

خنیس کی حالت اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

ان میں سے ایک نے چپ چاپ اپنے گھوڑے کی زین سے ایک سیاہ رنگ کا اونی کمبل کھولا اور خنیس کے اوپر ڈال دیا۔

خنیس کی نحیف اور مدھم سی آواز پھر سنائی دی۔

''اگر تم اجازت دو تو میں گھوڑے کی پیٹھ پر لیٹ کر آرام کر لوں۔ اس طرح بیٹھے بیٹھے شاید میں راستے ہی میں دم توڑ دوں گا۔''

ماروہ کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

جس آدمی نے کمبل دیا تھا۔ وہ پھر بولا۔

''کیا تم گھوڑے کی پیٹھ پر لیٹ سکو گے؟''

''ہاں۔''

''تمہارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں گر جاؤ گے۔''

''نہیں میں ان چیزوں کا عادی ہوں۔''

''اگر تم خود ہی اپنی موت کو دعوت دینا چاہتے ہو تو بیشک لیٹ جاؤ۔ ہمیں کیا ہے ہم نے تمہیں زندہ یا مردہ تو قبیل کے پاس پہنچانا ہے۔''

خنیس بڑی احتیاط کے ساتھ حرکت میں آیا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے آیا ___ اور گھوڑے کی گردن پر پچھلی سمت منہ کر کے بیٹھ گیا۔ گھوڑے نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ ہاں وہ نتھنے پھڑ پھڑانے لگا تھا۔ شاید وہ اپنی بے زبانی سے اپنے مالک کے ساتھ کوئی عہد کر رہا تھا۔

خنیس نے کندھے ہلا جلا کر کمبل اپنے اوپر درست کیا۔ پھر گھوڑے کی زین پر سر رکھ کر اس نے اپنے آپ کو کمبل میں چھپا لیا۔

شاہین ابھی تک زین پر بیٹھا تھا اور اس کی ہر حرکت کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

کیا ہونے والا تھا۔

کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔

بہر حال خنیس کا گھوڑا اور اس کا شاہین اس کی حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے۔ ماروہ اپنا گھوڑا خنیس کے گھوڑے کے پاس لے آئی تھی۔ جو اب گھوڑے کی گردن پر کمبل میں لپٹا گٹھڑی بنا پڑا تھا۔

کوئی ایک میل تک سفر جاری رہا۔

خنیس کمبل سے ایک آنکھ چوری چوری نکال کر حالات کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ اس کا شاہین بھی اٹھ کر اس کے سر کے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا۔

تاریکی خوب گہری ہو گئی تھی اور سفر بڑی تیزی سے جاری تھا۔

درختوں کے ایک جھنڈ میں سے گزرتے ہوئے جہاں اندھیرا اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا خنیس نے اپنی دائیں ٹانگ خوب نیچے جھکا کر اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگ پر تین بار اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری۔

گھوڑا ایک بار زور سے ہنہنایا۔

پھر چلتے چلتے اپنا منہ پچھلی سمت کر دیا۔ خنیس نے فوراً اپنے بندھے ہوئے ہاتھ گھوڑے کے

منہ کی طرف بڑھا دیئے۔

گھوڑے نے رسی منہ میں ڈال لی اور اسے چبانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے نے رسی کاٹ دی تھی اور اب وہ پہلے کی طرح منہ آگے کر کے بھاگنے لگا تھا۔

خنیس آہستہ آہستہ بیماروں کی طرح اٹھا اور زین پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کمبل ابھی تک اس نے اوپر ڈال رکھا تھا۔ شاہین بھی اڑ کر اس کے سامنے گھوڑے کی گردن پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

لوہے کی بھاری زنجیر جو گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی تھی اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے کھول کر پکڑ لی تھی ___ اور اس کی آنکھیں اندھیرے میں بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہی تھیں۔

بائیں ہاتھ سے جب اس نے اپنے آگے آگے چلنے والے تین سواروں کی طرف اشارہ کیا تو تاریکی میں شاہین ان پر جھپٹ پڑا۔

اسی لمحہ خنیس نے کمبل اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ بائیں ہاتھ میں اس نے ڈھال لے لی اور دائیں ہاتھ میں بار بار زنجیر گھما کر وہ ان مسلح آدمیوں پر برسانے لگا۔

آن کی آن میں اس نے پانچ آدمیوں کے سر پھوڑ کر انہیں ختم کر دیا تھا۔ ادھر شاہین بھی آگے آگے چلنے والے تینوں نوجوانوں کی آنکھیں نکال چکا تھا اور وہ اپنے گھوڑوں سے گر کر زمین پر لوٹ رہے تھے۔

اب صرف دو نوجوان رہ گئے تھے اور وہ بھی اندھیرے میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید کوئی فیصلہ کر رہے تھے کہ کس طرح حملہ آور ہوں۔

ماروہ جو ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوئی تھی ___ اور اس اچانک انقلاب پر ابھی تک سراسیمہ تھی۔

خنیس کے قریب آئی۔

خنیس نے اس کے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں ___ ماروہ نے اس کی کمر سے تلوار کھینچ لی اور مقابلہ کرنے کے لئے مستعد کھڑی ہو گئی۔

شاہین اب خنیس کے اوپر چکر لگا رہا تھا اور تاریک رات میں اس کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ دلوں میں خوف پیدا کئے دے رہی تھی اور پھر اس بھیانک پن میں اس وقت اور اضافہ ہو گیا۔

جب خنیس نے غیر مانوس اور دل ہلانے والا بھیانک قہقہہ لگایا اور اپنی زنجیر کو ہلایا۔ جس سے اب خون کے چھینٹے اڑ رہے تھے۔

پھر ان کی طرف بڑھا۔

وہ دنوں بھی خنیس پر حملہ آور ہوئے مگر ان کا کوئی بس نہ چلا اور خنیس نے ان دونوں کو تھوڑی ہی دیر کی کشمکش کے بعد ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ ماروہ دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے ابھی تیاری ہی کر رہی تھی۔ کہ خنیس نے سارا کھیل ختم کر کے رکھ دیا تھا۔

ماروہ پھر خنیس کے قریب آئی ___ اور تلوار واپس اس کی نیام میں رکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔

''جس شخص کے تم محافظ ہو اسے دنیا کے ہر خوف سے بے پرواہ ہونا چاہئے۔ یقیناً تم معمولی انسانوں میں نہیں اگر تم کسی فوج کے سپہ سالار ہوتے ___ تو وہ دنیا کی کامیاب ترین فوجی ہوتی۔''

خنیس مسکرا دیا۔

''چلو اچھا ہوا تمہیں بھی یقین تو آیا کہ تم نے اپنے لئے غلط محافظ کا چناؤ نہیں کیا ہے۔''

ماروہ اور زیادہ مسکرا دی۔

''یقین تو مجھے پہلے روز ہی سے تھا ___ تاہم اب اس میں اور زیادہ پختگی سی آ گئی ہے۔''

خنیس ماروہ کے قریب آیا۔

پھر بڑی ہمدردی سے کہا۔

''مجھے تمہاری امی کے قتل ہونے کا سخت صدمہ ہے۔''

ماروہ پیلی ہو گئی۔

تھوڑی دیر تک اپنے ہونٹ کاٹتی رہی پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے مگر کمال ضبط سے کام لیتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

''زرتشت کے خدا کو یہی منظور تھا۔ میں اس کے فیصلے کو نہایت صبر کے ساتھ قبول کرتی ہوں۔''

خنیس نے پھر پوچھا۔

''اب کہاں چلنا چاہئے؟''

ماروہ نے اپنے آنسو پونچھ لئے۔

''سیدھے گھر چلیں یہاں ہمارے لئے قدم قدم پر خطرہ ہے۔''

''طوانہ کا کیا کریں؟''

''اس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ___ میرا دل کہتا ہے یقیناً وہ بھاگ کر آپ کے گھر ہی گیا ہوگا۔ ہم بھی یہاں سے روانہ ہو جائیں ایسا نہ ہو کوئی اور خطرہ اٹھ کھڑا ہو۔''

خنیس نے اپنا گھوڑا واپس موڑ لیا۔

''آؤ پھر۔''

دونوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑانے لگے۔ دوبارہ وہ واپس نسف میں آئے اور وہاں قیام کے بغیر وہ بزدہ کے راستے ہوئے ہوتے بخارا جا پہنچے۔ بخارا میں انہوں نے سرائے میں ایک رات قیام کیا اور دوسرے روز وہ پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

ایک روز جبکہ وہ اپنی بستی کی چراگاہوں میں سے گزر رہے تھے تو بستی والے زور زور سے شور کرنے لگے۔

خنیس آ گیا ___ خنیس آ گیا ___!

ہر طرف یہی الفاظ گونج رہے تھے۔

خنیس جب ماروہ کے ساتھ اپنے باغ کے پاس سے گزر رہا تھا تو باغ کے وسط سے احمد اور طوانہ نکلے اور راستے پر آ کر کھڑے ہو گئے جس راستے پر خنیس اور ماروہ آ رہے تھے ان دونوں کے کندھوں پر کدالیں تھیں۔

ان دونوں کے پاس آ کر خنیس گھوڑے سے اتر گیا اور دونوں سے بغل گیر ہوا ماروہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی اور احمد کو سلام کیا۔

طوانہ نے جب ماروہ کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے اپنی نگاہیں جھکا لیں ___! اور بجھی ہوئی آواز میں کہا۔

''افسوس میں تمہاری ماں کی حفاظت نہ کر سکا۔''

ماروہ نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

''طوانہ! اب تم غلام نہیں رہے۔ آج سے تم آزاد ہو اور میرے بھائی ہو۔''

طوانہ آنسو پونچھ کر مسکرا دیا۔

''میں تم جیسی بہن پر ہمیشہ فخر کروں گا۔''

اس بار خنیس بولا۔

''تم نے بہت اچھا کیا طوانہ کہ تم یہاں چلے آئے۔''

طوانہ کی آواز پھر ڈوب گئی۔

''اس کے علاوہ میرا کوئی ٹھکانہ بھی نہ تھا۔''

خنیس احمد سے مخاطب ہوا۔

''اخی ___ آپ نے اسے کام پر کیوں لگا لیا ہے۔''

احمد نے اپنی صفائی پیش کی۔

''میں نے تو بہت منع کیا۔ کہتا ہے اگر مجھے کوئی کام کرنے نہیں دینا تو پھر میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اپنا سر چھپانے کے لئے کہیں اور چلا جاؤں گا۔''

خنیس نے اس کی طرف دیکھا۔

طوانہ خود ہی بول پڑا۔

''دیکھو خنیس ___ اب میں غلام نہیں آزاد ہوں اور اس گھر کا ایک فرد ہوں اس کے علاوہ تم مجھ سے چھوٹے بھی ہو۔ لہٰذا تم میرے کسی کام میں دخل اندازی نہ کرو گے۔ گھر کے ایسے کام کرنا میرا فرض ہے۔''

خنیس خاموشی سے مسکرا کر رہ گیا۔

احمد اور طوانہ ان کے آگے آگے چلنے لگے۔

اور اس طرح وہ بستی میں داخل ہوئے۔

بستی کی عورتوں کی وہی شیریں آوازیں پھر سنائی دینے لگی تھیں۔

اھلاً و سھلاً مرحبا

جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے ___ تو سلامہ نے بھاگ کر خنیس کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

مراجل اور دمنہ باری باری ماروہ سے ملیں۔

پھر سلامہ نے خنیس کو چھوڑ کر ماروہ کو لپٹاتے ہوئے تسلی دی۔

''مجھے افسوس ہے بیٹی تمہاری ماں قتل ہوگئی۔ اس غم کو بھول جاؤ اور مجھے اپنی ہی ماں سمجھو ___ میں تمہیں اس گھر میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں ___ اور آج سے تم اس گھر کی مالک ہو ___!''

ماروہ سلامہ کی چھاتی سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ سلامہ، مراجل اور دمنہ ماروہ کو سہارا دے کر زنانہ کمروں کی طرف چلی گئیں۔

احمد اور خنیس بھی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ طوانہ دونوں گھوڑوں کو باندھ کر ان کی زینیں علیحدہ کر رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

۸۸ھ میں قتیبہ پھر اپنی آماجگاہ سے نکلا اور ترمز کے راستے دریائے جیحون عبور کیا۔ اس کا ہراول دستہ لشکر سے کئی میل آگے پھریرے اڑاتا ہوا شمال کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔

شمال کے ایک اہم شہر نومشکت پر قتیبہ اپنے خونخوار لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور بغیر کسی

رکاوٹ کے شہر کو فتح کر لیا ___ یہاں سے نکل کر اس نے ایک دوسرے شہر مثنہ کا رخ کیا اور چند دنوں کی تگ و دو کے بعد اسے بھی فتح کر لیا۔

یہاں سے جب وہ واپس لوٹ رہا تھا تو چین کے بادشاہ کے بھتیجے نے ترکوں اور سغدوں کے دو لاکھ کے لشکر جرار کے ساتھ عقب سے قتیبہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ کچھ جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ وقت کی نزاکت یہی ہے کہ پہلو بچا کر نکلیں۔ مگر قتیبہ اپنے لشکر کی قلت کی پرواہ کئے بغیر واپس مڑا اور کسی خونخوار شاہین اور زخمی درندے کی طرح وہ دو لاکھ کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا۔

اس جنگ میں بادغیس کا حکمران نیزک جس نے بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو قیدی بنا رکھا تھا اور قتیبہ کے کہنے پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی اس جنگ میں قتیبہ کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ شمالی علاقے کی ان جنگوں میں قتیبہ کا بہترین ساتھی ثابت ہو رہا تھا۔

شاہ چین کا بھتیجا اپنے دو لاکھ کے لشکر کے باوجود بھی زیادہ دیر تک نہ جم سکا قتیبہ بن مسلم کچھ اس قدر سرعت اور خونخواری سے حملہ آور ہوا کہ دو لاکھ کے لشکر کو اس نے اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ پیچھے دھکیلتے ہوئے اس کے چھکے چھڑا کر اسے شکست فاش دی۔

یہاں سے فارغ ہو کر ۸۹ھ میں قتیبہ بن مسلم نے بخارا شہر پر حملہ کر دیا۔ شاہ بخارا نے نہایت جوانمردی اور ہمت سے مقابلہ کیا اور قتیبہ محاصرہ اٹھا کر مرو واپس لوٹ گیا۔ حجاج بن یوسف کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے جنگ کا نقشہ بنا کر بھیجا اور ساتھ ہی ہدایات تفصیل سے لکھ کر بھیجیں اور قتیبہ کو لکھا کہ دوبارہ حملہ کرو۔

۹۰ھ میں قتیبہ بن مسلم پھر بخارا پر حملہ آور ہوا۔ بخارا کے باشاہ نے ترکوں اور سغدوں سے امداد طلب کی۔ لیکن مدد پہنچنے سے قبل ہی قتیبہ بن مسلم شہر کا محاصرہ کر چکا تھا۔ وہ جانتا تھا ترکوں اور سغدیوں کی امداد آنے سے اس کے لئے مسائل کھڑے ہو سکتے تھے۔ لہٰذا وہ بڑی تیزی سے شہر پر حملے کرنے لگا۔

ترکوں اور سغدوں کی امداد کی امید کی وجہ سے اہل بخارا کے حوصلے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ وہ شہر سے باہر نکلے اور شہر کے قریب ہی نہر کو عبور کر کے وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے اور پہلے حملے میں ہی وہ اسلامی لشکر کو دھکیلتے ہوئے پیچھے لے گئے۔

اپنے پیچھے دھکیلے جانے پر مسلمانوں کو سخت غیرت آئی۔ اسی لمحہ لشکر کے ایک سمت سے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مسلمانوں نے جب سر اٹھا کر دیکھا تو ان کا ہراول دستہ حرکت میں آیا تھا پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہراول دستہ زندگی اور موت کا کھیل کھیلتا رہا اور لگاتار تکبیر بلند کرتا ہوا اہل بخارا پر نئے انداز سے حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے دشمن کے قلب کو کاٹنا شروع کر دیا تھا اور اس کے

سالار صالح بن مسلم خنیس بن یوسف اور نصر بن سیار بڑے ولولہ انگیز انداز میں حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ ہراول دستے کے آگے آگے تھے۔

ان کے لباس خون سے رنگین ہو چکے تھے ___ اور ان کی تلواروں سے خون ٹپک رہا تھا ہر اول دستہ دشمن کے قلب میں اس طرح گھس گیا تھا۔ جیسے کسی کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا گیا ہو۔

عین اسی لمحہ بنی تمیم کے سرداروں وکیع اور ہریم نے تکبیریں بلند کیں۔ پھر کیا تھا اسلامی لشکر میں چہار سو فلک شگاف تکبیر بلند ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آسمان پھٹ جائے گا۔ یا زمین اپنی جگہ سے ہل جائے گی۔

یکبارگی ہی اسلامی لشکر نے سنبھل کر اس شدت سے حملہ کیا کہ دشمن پسپا ہوا اور بھاگ کر نہر عبور کرنے کے بعد وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے۔

قتیبہ بن مسلم کی ولولہ انگیز للکار پر بنی تمیم کے سردار وکیع اور ہریم اپنے بہادروں کے ساتھ نہر کو عبور کر کے دشمن پر پل پڑے اور ان کی دیکھا دیکھی پورا لشکر اس طرف جھپٹا۔ دشمن حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے دم ہو گئے۔ بخارا کا بادشاہ بھاگ گیا اور بخارا شہر پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

☆.....☆.....☆

بادغیس کا حکمران جس نے کبھی بنی تمیم کے مسلمانوں کو قید کر لیا تھا۔ قتیبہ کا رفیق اور حامی تھا مسلمانوں کی لگاتار فتوحات سے اس پر رعب چھا گیا اور وہ قتیبہ کی طرف سے خوفزدہ رہنے لگا پھر خبر نہیں اس کے ذہن میں کیا فتور آیا کہ قتیبہ سے اجازت لے کر طخارستان چلا گیا۔ وہاں اس نے بلخ، مرو، روز، طالقان، فاریاب، جوزجان وغیرہ کے رئیسوں سے ساز باز کر کے بغاوت کا علم بلند کر دیا اور مسلمان حاکم کو طخارستان سے نکال دیا۔

قتیبہ کو جب اس بغاوت کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ ہزار کا ایک لشکر اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو دے کر بروقان کی طرف بھیجا اور خود زبردست تیاری کر کے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے نکلا پہلے وہ طالقان میں آیا اور ایک خونریز معرکے کے بعد طالقان کو فتح کر لیا۔

طالقان سے نکل کر اس نے فاریاب کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے حاکم نے سر اطاعت خم کر لیا ___ قتیبہ اس سے آگے بڑھا اور جوزجان پر حملہ کیا۔ وہاں کا حاکم بھاگ نکلا اور رعایا نے اطاعت قبول کر لی۔

پھر بلخ پہنچا۔ یہاں بھی حالات درست کئے اور ایک رات قیام کرنے کے بعد وہ نیزک کی تلاش میں نکلا اور ڈھونڈتے ہوئے خلم کی پہاڑیوں میں جا پہنچا۔

پہاڑوں کا یہ سلسلہ نہایت پر پیچ اور دشوار گزار تھا اور ان ہی پہاڑیوں میں نیزک چھپا ہوا تھا

اور پہاڑی کے پاس قتیبہ اپنے بھائی عبدالرحمان سے آکر ملا جو پہلے ہی سے نیزک کے تعاقب میں تھا۔

قتیبہ کے آنے کی خبر سنتے ہی نیزک نے گھاٹی کے دھانے پر اپنا محافظ دستہ متعین کیا اور پہاڑی کی پشت پر ہی ایک بھاری جمعیت چھوڑ کر خود وہ بغلان کی طرف بھاگ گیا۔

قتیبہ کو پہاڑوں کے اندر قلعہ تک پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ عجیب شش و پنج میں جا پڑا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں اتفاق سے ایک پہاڑی قتیبہ کے پاس آیا اور اس نے اس پوشیدہ راستے سے متعلق بتایا جو اس قلعہ کی طرف جاتا تھا۔

مسلمانوں کا ایک دستہ اس پہاڑی کے ساتھ اندر گیا اور آفت ناگہانی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اچانک اس ہولناک حملے کی تاب نہ لا سکے زیادہ تر مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔

نیزک وادی فرغانہ کو عبور کر کے کرز کی گھاٹی میں ایک قلعہ کے اندر محصور ہو گیا قتیبہ بھی تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔

یہ گھاٹی مضبوط اور دشوار گزار تھی۔ قتیبہ نے محاصرہ کر لیا اور دو ماہ تک وہیں پڑا رہا اس دوران نیزک کے آدمی چیچک میں مبتلا ہو گئے اور ان کا سامان رسد بھی ختم ہو گیا۔ سردی کا موسم آجانے کی وجہ سے قتیبہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

آخر قتیبہ نے ایک اور فیصلہ کیا اس نے نیزک کے ایک معتمد علیہ سلیم کو اس کے پاس بھیجا۔ کہ وہ اسے کسی نہ کسی طرح حیلے سے باہر لے آئے۔

سلیم اسے عفو و خطا کے بہانے باہر لے آیا۔ قتیبہ نے نیزک اور اس کے ساتھیوں کو قید میں ڈال دیا ___ اور حجاج بن یوسف سے رائے طلب کی کہ اسے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے نیزک کا جرم بڑا سخت تھا۔ اس نے مسلمانوں سے نقض عہد کر کے پورے طغارستان میں بغاوت کا علم کھڑا کر دیا تھا۔

اس لئے حجاج بن یوسف نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔

اب صرف حاکم شومان باقی رہ گیا تھا۔ جس کے تیور ابھی تک درست نہ ہوئے تھے اور وہ ابھی تک آمادۂ بغاوت تھا۔

قتیبہ بن مسلم نے اپنا ایک خط دے کر دو سفیر اس کے پاس بھجوائے تا کہ وہ اپنے باغیانہ انداز کو ختم کر کے راہ راست پر آجائے۔

☆.....☆.....☆

رات کی تاریکی میں جبکہ برہنہ رات برف میں دبی ہوئی ہواؤں پر جھوم اٹھی تھی اور ٹھٹھرتی ہواؤں میں ریگذار اڑ اڑ کر دور دور تک جا رہے تھے۔ دو سوار اس گھپ اندھیرے میں دریائے زنیل کے کنارے اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں قتیبہ بن مسلم کے سفیر تھے اور حاکم شومان کے لئے پیغام لے کر جا رہے تھے۔

ان میں سے ایک خنیس بن یوسف تھا اور دوسرے کا نام نوفل بن مرجان۔ ان دونوں کا رخ شومان شہر کی طرف تھا۔

رات کی تاریکی ___ سرما کا بھیانک پن اور سرد ہواؤں کی پرواہ کئے بغیر وہ اپنی منزل کی طرف اڑے جا رہے تھے۔

ایک روز جبکہ سورج غروب ہونے والا تھا۔ خنیس اور نوفل شومان شہر میں داخل ہو رہے تھے۔ جب وہ شہر کے بازار میں داخل ہوا۔ اس بوڑھے بھکاری کے گلے میں وہی چوبی کشکول تھا اور ایک لمبے عصاء کے سہارے جو کہ اس کے ہاتھ میں تھا۔

وہ چلتا ہوا ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

جب وہ خنیس اور نوفل کے پاس آیا ___ تو تھوڑی دیر تک وہ غور سے خنیس کو دیکھتا رہا۔

اور زیادہ قریب آتے ہوئے اس نے خنیس کے کان میں کہا۔

''معلوم ہوتا ہے اس شہر پر پھر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔''

خنیس نے پریشانی سے پوچھا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

بوڑھا بھکاری جس کا نام نوطس تھا مسکرا دیا۔

''تم مجھے جانتے ہو؟''

''نہیں۔''

''ایک بار تم اپنے بڑے بھائی کے ساتھ خچروں پر بیٹھ کر اس شہر سے نکلے تھے۔ جب تم اشناس سے انتقام لینے کے لئے آئے تھے۔ میں تمہیں اس روز سے جانتا ہوں اگر میں غلطی پر نہیں

اور میری یادداشت مجھے دھوکہ نہیں دے رہی تو تمہارا نام خنیس بن یوسف ہے اور تمہارے بڑے بھائی کا نام حرب بن یوسف ___ کیا میری اطلاعات درست ہیں۔''

خنیس ابھی تک حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''یقیناً درست ہیں۔''

''اب کی بار کس ارادے سے آئے ہو ___ تمہارے بڑی بھائی نے بھی میرے روبرو ایک بار تمہاری تعریف کی تھی۔ یقیناً تم ایسے جوان ہو جو اپنے مقصد میں ہار ماننا نہیں جانتے اور یہ جو تمہارے کندھے پر شاہین بیٹھا ہے یہ بھی بتا رہا ہے کہ اس پرندے کا مالک بھی یقیناً شاہین جیسا ہے اگر تم پھر اس شہر میں کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو تو یقیناً تم کامیاب ہو گے۔''

خنیس اسے شبہ کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

نوطس مسکراتے ہوئے پھر بولا۔

''میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے اشناس اور اس کے چند ساتھیوں کو شہر سے باہر ایک خانہ بدوش ترک قبیلے میں بلا کر قتل کر دیا تھا اور اس کے علاوہ تم اس روز شہر میں سوداگروں کے بھیس میں خچریں لے کر داخل ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو آزاد کرا لیا تھا۔''

خنیس مسکرا دیا۔

''تمہاری اطلاعات بہت وسیع ہیں ہم تمہاری دوستی پر فخر کریں گے۔''

نوطس نے پھر پوچھا۔

''اب کس ارادے سے آئے؟''

''میں قتیبہ بن مسلم کا سفیر بن کر آیا ہوں اور اپنے پاس حاکم شومان کے نام ایک خط بھی رکھتا ہوں ___''

نوطس نے پریشانی سے کہا۔

''شومان حکمران قتیبہ کا سخت مخالف ہے۔ ہو سکتا ہے وہ تم دونوں سے سختی سے پیش آئے لہٰذا تم دونوں وہاں محتاط رہنا۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور سنوں گا کہ حاکم تمہارے ساتھ کیسی گفتگو کرتا ہے۔''

اتنے میں دو سپاہی ایک طرف سے آتے دکھائی دیئے۔

نوطس فوراً پیچھے ہٹ گیا اور اپنا کشکول ہلاتے ہوئے اور اعصاء کے سہارے چلتا ہوا وہ ایک طرف ہٹ گیا ___ اور مانگنے کی خاطر زور زور سے آوازیں لگانے لگا۔

سپاہی آگے نکل گئے۔

خنیس اور نوفل حاکم شہر کے محل کی طرف بڑھنے لگے۔

نوطس بھی ان کے پیچھے لگ گیا۔

خنیس اور نوفل نے حاکم کے محافظ دستے کے سالار کو اپنی آمد سے آگاہ کیا اور پھر اندر بلائے جانے کے انتظار میں وہ وہیں کھڑے رہے۔

نوطس ذرا دور ہی ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہو کر ان کے واپس لوٹنے کا انتظار کرنے لگا۔

شام اب ڈھلتی جا رہی ہے۔

اندھیرا گہرا ہو گیا ہوا تھا اور خنیس و نوفل ابھی تک وہیں کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔

آخر انہیں اندر بلایا گیا۔

اور وہ دونوں بڑی دیر بعد شومان کے حکمران کے سامنے کھڑے تھے۔ خنیس نے اپنی عبا کے اندر سے قتیبہ کا خط نکال کر دیا۔

اور وہ اسے بڑی لاپرواہی سے پڑھنے لگا۔

قتیبہ کے خط کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بادشاہ نے کہا۔

''تم لوگ کیا چاہتے ہو؟''

''تم نے ہمارے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہم سے اپنے پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ اطاعت کرنے کا وعدہ کرو۔''

بادشاہ اپنی جگہ پر اچھلتے ہوئے گرجا۔

''تم بکواس کرتے ہو___ تمہیں بات کرنے کا سلیقہ نہیں___ تم نے ہمارے ساتھ سفارت کی حدود سے باہر نکل کر گفتگو کی ہے۔''

اس بار خنیس نوفل سے بھی زیادہ تلخی کے ساتھ بولا۔

''جو ہم سے بغاوت کرے ہم اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ سخت گفتگو کرتے ہیں۔''

بادشاہ جھاگ چھوڑتے ہوئے بولا۔

''ہم تم دونوں کی زبان کاٹ دیں گے۔''

خنیس اب کی بار اور زیادہ الجھ گیا۔

''تم ہماری زبان کاٹ کر اپنی موت کو آواز دو گے۔ ہمارا لشکر تمہارے ملک پر اس طرح چڑھ دوڑے گا۔ جس طرح افق پار سے سرخ اور خونی طوفان اٹھتا ہے۔ قسم ہے مجھے ہانپ کر دوڑنے والے گھوڑوں کی اور قسم ہے مجھے صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی تم اس طوفان سے بچ

کر نہ جا سکو گے اور تمہارے ملک میں خون کے چشمے بہہ نکلیں گے۔''

بادشاہ کا انداز وہی تھا۔

''قبل اس کے کہ میں تم دونوں کا سر قلم کرنے کا حکم دے دوں تم دونوں دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اپنے سردار جسے تم قتیبہ بن مسلم کہتے ہو کہو کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم تمہیں دھکے دے کر اس سرزمین سے نکال دیں گے۔ ہم تمہارے سامنے اس قدر فوج لا کھڑی کریں گے کہ تم لوگ اپنے وجود تک کو بھول جاؤ گے۔''

خنیس نے پھر جواب دیا۔

''یہ شومان کے بادشاہ کا وہم ہے۔ ہمارے پیچھے اسلامی افواج کا ایک طویل سلسلہ ہے ہماری صرف ایک پکار پر عرب، شام، عراق، ایران، مصر، شمالی افریقہ اور اسپین سے ہمارے عزیز اور بلند عزت بھائی ہماری مدد کے لئے سر پر کفن باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے بادشاہ___ قتیبہ بن مسلم صرف اکیلا جرنیل نہیں ہے۔ اسلامی سلطنت کے ترکش میں ایسے سینکڑوں نہیں ہزاروں تیر ہیں۔ جن کے زخم کاری اور مہلک ہوتے ہیں اگر تم نے بغاوت کو طول دیا تو یاد رکھو شمالی افریقہ سے موسیٰ بن نصیر اٹھے گا۔ سندھ سے محمد بن قاسم لبیک کہے گا اور اس وقت اسپین میں لڑتا ہوا ہمارا بربری شاہین طارق بن زیاد زخمی شیر کی طرح دھاڑ اٹھے گا۔

سن کافروں کے بادشاہ___! یہ سارے جرنیل ایسے ہیں جن کے گھوڑوں، جن کی بہادری اور جن کی پاک بازی کی ہم قسم کھاتے ہیں۔ ان کی تلواریں خون آلود ہوتی ہیں اور ان کے گھوڑوں کے سموں سے شرارے اٹھتے ہیں۔ یاد رکھو___ اے مرتد بادشاہ! جب یہ سارے جرنیل تمہاری سرزمین میں جمع ہو جائیں گے۔

تو قسم مجھے اس گھر کی جس کے گرد لوگ طواف کرتے ہیں___ یہاں کی زمینیں فصلیں نہیں خون اگلیں گی۔''

بادشاہ نے چلا کر کہا۔

''میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ نکل جاؤ یہاں سے۔''

نوفل نے بے دریغ کہا۔

''پہلے ہمارے سردار کے خط کا جواب دو پھر ہم چلے جائیں گے۔''

بادشاہ نے قتیبہ کا خط ہاتھ میں لیا اور پھاڑ پھاڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر وہی ٹکڑے خنیس اور نوفل کے سامنے فضا میں اچھالتے ہوئے اس نے کہا۔

''یہ لو۔''

خنیس بپھر گیا۔

''تم نے ہمارے سالار کا خط پھاڑ کر اپنی موت کے پروانے پر خود دستخط کر دیئے ہیں اب دنیا کا کوئی کونہ تمہارے لئے محفوظ نہیں رہے گا۔ تم جہاں بھی جاؤ گے ہم موت بن کر تمہارا تعاقب کریں گے۔''

بادشاہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

اور پھر پہریداروں کو حکم دیا۔

''ان دونوں کی گردنیں اڑا دو۔''

آن کی آن میں پہریدار بھوکے گدھوں کی طرح خنیس اور نوفل پر جھپٹ پڑے۔ ان دونوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں اور اپنے دفاع میں تلواریں چلانے لگے۔ لیکن پہریداروں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔

اور پھر وہ دو گروپوں کی صورت میں ان دونوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

دونوں تھوڑی دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔

مگر پہریداروں کا دباؤ اور ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور پھر اسی لمحے خنیس کو نوفل کی آہ سنائی دی۔

پہریداروں نے اس کا سر کاٹ دیا تھا۔

اور اس کی لاش فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی۔

خنیس کا ذہن بڑی تیزی اور سرعت سے کام کر رہا تھا۔ پہریداروں سے لڑتے ہوئے وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی موت اپنے جبڑے کھولے اس سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے اس نے وقت ضائع نہ کیا۔

ایک لمبی جست لگائی ___ اور کمرے سے باہر آ گرا۔ برق کی سی تیزی سے وہ اٹھا اور تیر کی طرح بھاگنے لگا۔

رات کی تاریکی میں وہ بڑی تیزی سے بھاگ رہا تھا۔

پہریدار بھی اس کے پیچھے بھاگے ___ مگر وہ ذرا پیچھے رہ گئے تھے۔ خنیس جوں ہی ایک موڑ مڑا۔ سامنے نوطس کھڑا تھا۔

خنیس کو بھاگتے دیکھ کر وہ گھبراہٹ میں بولا۔

''یقیناً تم جان بچا کر بھاگ رہے ہو۔''

ہانپتے ہوئے خنیس نے کہا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔''

نوطس نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ادھر نہیں ___ ادھر آؤ ___''

نوطس اسے پانی کی ایک بڑی نالی کے پاس لے گیا اور ہکلاتے ہوئے بولا۔

''اس کے اندر لیٹ جاؤ۔''

خنیس کھڑا ہو کر اس نالی کا جائزہ لینے لگا۔

سردی چونکہ زوروں پر تھی اور پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔

لہٰذا خنیس پس و پیش کر رہا تھا۔

مگر اسی لمحہ پہریداروں کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ نوطس کی گھمبیر آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''دیکھو، پہریدار ادھر ہی آ رہے ہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو اس کے اندر لیٹ جاؤ اور سانس لینے کے لئے ناک باہر نکال رکھنا۔''

خنیس پھر فوراً جھکا۔

اور پانی کے اندر لیٹتے ہوئے اس نے سانس لینے کی خاطر اپنا ناک تھوڑا سا پانی سے باہر نکال لیا۔

اس وقت نوطس زور زور سے مانگنے کی صدائیں لگانے لگا۔ شاہین ان کے اوپر ہی فضا میں اڑنے لگا تھا۔

پہریدار جب نوطس کے پاس سے گزرنے لگے تو ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''بوڑھے نوطس ___ تم نے کسی کو ادھر سے بھاگتے ہوئے جاتے دیکھا ہے؟''

نوطس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

''جی ہاں۔''

''کدھر گیا ہے وہ ___؟''

نوطس نے غلط طرف اشارہ کر دیا۔

''ادھر گیا ہے ___''

سارے سپاہی بھاگتے ہوئے آگے نکل گئے۔

اتنے میں خنیس کا گھوڑا بھی بھاگتا ہوا ادھر آ گیا۔ جس موڑ کے پاس خنیس چھپا ہوا تھا اور وہاں آ کر گھوڑا دو ایک بار ہنہنایا، پھر اگلے پاؤں زور زور سے زمین پر مارنے لگا۔

پورا شہر ایک دم روشن ہو گیا تھا۔

شہر کا ہر سپاہی خنیس کو تلاش کر رہا تھا۔ شہر کی فصیل اس قدر چوڑی تھی کہ تیر انداز اور مسلح جوان گھوڑوں پر سوار دیوار کے اوپر گھوم کر پہرہ دے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پورا شہر جاگ اٹھا ہو۔

خنیس اس طرح برف جیسے ٹھنڈے پانی میں پڑا ٹھٹھر رہا تھا۔ نوطس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''تم نالی کے اندر ہی اندر لیٹ کر آگے چلتے رہو ___ یہ نالی میرے گھر کی طرف جاتی ہے۔ جہاں میرا گھر آئے گا۔ میں تمہیں پانی سے باہر نکال لوں گا۔''

جوں ہی خنیس نالی کے اندر ہی اندر آگے بڑھنا لگا۔

نوطس نے پھر سرگوشی کی۔

''ٹھہر جاؤ ___ ایک سپاہی واپس آ رہا ہے ___ شاید وہ تمہاری تلاش کے لئے جگہ جگہ سپاہی متعین کر رہے ہیں۔''

نوطس پیچھے ہٹ گیا۔

اور خنیس کے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔

پہریدار جس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی۔

نوطس کے قریب آیا ___ اور سختی سے پوچھا۔

''بوڑھے نوطس تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

نوطس اسی طرح گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپا رہا تھا۔

''خبر نہیں یہ کس کا گھوڑا میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے۔ سوچ رہا ہوں اسے کسی کے پاس پہنچا آؤں ___ اب تم آ گئے ہو ___ تو خود ہی اسے لے جاؤ۔ دیکھو تو کیسا عمدہ گھوڑا ہے۔ ایسی اچھی نسل میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی۔ اگر تم کسی سوداگر کے ہاتھ اسے بیچنا بھی چاہو گے تو پوری عمر کے لئے روزگار کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ گے۔''

سپاہی نے سرگوشی کی۔

''آہستہ بولو ___ کوئی سن لے گا۔ تم اگر کسی سے ذکر نہ کرو میں اسے گھر چھوڑ آؤں گا پھر اسے بیچ کر رقم آدھی آدھی کر لیں گے۔ اس طرح تمہاری بھی بھیک مانگنے سے جان چھوٹ جائے گی۔''

نوطس نے آہستہ سے کہا۔

کر سکا کہ کیسے شہر سے باہر نکلے۔

مرغ نے جب پہلی اذان دی تو وہ چونکا ___ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ پوری رات سوچتے سوچتے اس کا ذہن تپا ہوا تھا۔

اس نے کچھ سوچا ___ اور پھر اپنے گھوڑے سمیت فصیل پر چڑھ گیا ___ دو ایک چکر فصیل کے لگائے، پھر سوچنے لگا کہ گھوڑے سے نیچے کود جائے مگر ایسا کرنا خودکشی تھی کیونکہ فصیل کی اونچائی غیر معمولی تھی اور پھر نیچے پتھریلی چٹانیں بھی تھیں جن پر گر کر جسم کا چکنا چور ہو جانا لازمی تھا۔

ابھی وہ فصیل کے اوپر ہی گھوم رہا تھا کہ مرغ نے دوسری بار اذان دی۔ اب وہ پاگل ہوا جا رہا تھا۔

ناگاہ اس کے ذہن نے کچھ سوچا ___ اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ فصیل پر آگے بڑھتے ہوئے اس نے اچانک پیدل چلتے ہوئے ایک سپاہی کو پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا فصیل سے باہر کی طرف گر گیا۔

خنیس نے شور کرنا شروع کر دیا۔

''بھاگ گیا ___ بھاگ گیا ___ مسلمانوں کا سفیر یہاں سے چھلانگ لگا کر بھاگ گیا ہے۔''

ہر طرف شور مچ گیا۔

''پکڑو ___ پکڑو ___ جانے نہ پائے۔''

شہرہ پناہ کے دروازے کھل گئے ___ اور سپاہی شہر سے باہر نکل کر اس طرف لپکے جس طرف وہ سپاہی گرا تھا۔

دوسرے سپاہیوں کے ساتھ خنیس بھی شہر سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دور تک دوسرے سپاہیوں کے ساتھ گیا۔ پھر اپنا رخ بدلا ___ اور گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

☆.....☆.....☆

صبح ہوئی تو وہ اپنا گھوڑا دریائے زنیل کے کنارے سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ دور سورج مشرق کی پہاڑیوں سے جھانک رہا تھا اور اس کی روپہلی کرنیں اونچی اونچی چٹانوں سے بغلگیر ہو رہی تھیں۔

سرما کی کاٹنے والی ہوائیں ابھی تک چل رہی تھیں۔ تاہم ان چیزوں سے بے خبر وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا جا رہا تھا۔

دریا کے کنارے کنارے جب وہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر جا رہا تھا تو اسے اپنے سامنے دس سوار اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔

''جیسے تمہاری مرضی۔''

''تو پھر تم یہیں کھڑے رہو۔ میں گھوڑے کو اپنے گھر چھوڑ آتا ہوں ___ اس دوراہے پر میری نگرانی کے لئے ڈیوٹی لگی ہوئی ہے تم سے اگر میرا کوئی پوچھے تو کہنا اس گلی میں کوئی کھٹکا ہوا تھا۔ لہٰذا وہ ادھر گیا ہے۔''

نوطس نے گردن جھکا دی۔

''جس طرح کہو گے۔ میں تو اس طرح کروں گا۔''

سپاہی گھوڑے کی باگ پکڑ کر تھوڑا سا ہی آگے بڑھا ہوگا کہ خنیس بجلی کی سی تیزی سے پانی کی اس نالی سے باہر آ گیا اور سپاہی پر جھپٹ پڑا۔ پلک جھپکنے میں اس نے اپنا مضبوط اور آہنی بازو سپاہی کی گردن کے گرد حمائل کر دیا۔

سپاہی بے بس مرغ کی طرح پھڑ پھڑایا۔ پر خنیس نے آن کی آن میں اس کا گلا گھونٹ کر اسے ختم کر دیا۔ وہ گھوڑے اور سپاہی کی لاش کو اٹھا کر ایک دوسری گلی کی طرف مڑ گیا۔ جلتی ہوئی مشعل بھی وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

جلدی جلدی سپاہی کے کپڑے اتار کر اس نے خود پہن لئے اور اپنے گیلے کپڑے اس نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لئے۔ پھر اس نے سپاہی کی لاش اٹھا کر پانی کی نالی میں ڈال دی خود اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مشعل ہاتھ میں لئے وہ پھر واپس آیا۔ شاہین کو پکڑ کر اس نے گھوڑے کی خرجین میں چھپا لیا تھا۔

نوطس کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے بڑی ممنونیت سے کہا۔

''میں تمہارا مشکور ہوں محترم ___ کسی روز میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکا دوں گا۔''

اور پھر وہ بڑی شاہراہ پر ہوتا ہوا بڑے بازار میں داخل ہو گیا۔ شہر میں ان گنت سپاہی گھوڑوں پر سوار اور ہاتھوں میں مشعلیں لئے گھوم رہے تھے۔ لہٰذا کسی کو بھی اس پر شبہ نہ ہوا۔

وہ شہر کے سب اطراف میں گھوما۔ شہر کے سب دروازوں پر سخت پہرہ تھا اور باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ یوں ہی شہر میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ باہر نکلنے کی کوئی بھی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

ویسے اس کا ذہن پوری رفتار سے کام کر رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ وہ صبح سے پہلے پہلے کسی طرح باہر نہ نکلا تو صبح طلوع ہوتے ہی وہ پہچانا جائے گا اور وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔

ساری رات وہ شہر میں دوسرے سپاہیوں کے ساتھ ادھر ادھر گھومتا رہا۔ مگر کوئی بھی فیصلہ نہ

وہ پہچان گیا ___ وہ شومان کے سپاہی تھے۔

وہ شاید کسی مختصر ترین راستے سے وہاں آ نکلے تھے۔ اس کا ذہن مشینی انداز میں کام کرنے لگا۔ اس نے بائیں جانب دیکھا وہاں بھی اسے چند سپاہی نظر آئے اور پھر اس کی پشت پر گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔

شومان کا دستہ بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اور اسے مکمل طور پر گھیر لیا گیا تھا۔

سواروں کی تعداد ۳۵ چالیس سے کسی طرح کم نہ تھی اور وہ بڑی تیزی سے اس کے نزدیک آتے جا رہے تھے۔

موت ایک بار پھر اپنے مہیب جبڑے کھولے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی مگر وہ بھی ہار ماننے والا نہ تھا۔ اس نے اپنے دائیں جانب سینکڑوں فٹ نیچے موجیں مارتے ہوئے دریائے زنیل کی طرف دیکھا۔

پھر اس نے ایک فیصلہ کیا۔

گھوڑے کی بھاگ دائیں جانب موڑتے ہوئے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر اسے لگائی اور گھوڑا سینکڑوں فٹ نیچے دریا میں کود گیا۔

گھوڑا ابھی فضا میں پانی کی طرح سے کافی اونچا ہی تھا کہ اس کا اگلا حصہ اس قدر نیچے جھک گیا کہ خنیس گھوڑے کی پیٹھ سے علیحدہ ہو گیا اور دونوں نزدیک نزدیک ہی دریا میں گر گئے چونکہ گھوڑے سے گرتے وقت خنیس اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا لہٰذا وہ پیٹ کے بل پانی میں گرا۔ ایک سخت چوٹ اسے لگی۔

جس نے اس پر نیم بیہوشی کی سی کیفیت طاری کر دی۔

تھوڑی دیر تک وہ دریا میں تیرتا رہا ___ گھوڑا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ سپاہی بھی کنارے کنارے تھوڑی دور تک ان کے ساتھ بھاگتے رہے۔

پھر وہ کہیں غائب ہو گئے۔

دریا کے کنارے والی پہاڑیاں اب اس قدر بلند اور سنگلاخ ہو گئی تھیں کہ ان پر سفر کرنا ناممکن تھا۔

کوئی ایک میل تک خنیس دریا کے اندر تیرتا رہا ___ چوٹ لگنے سے اس پر پہلے ہی نیم بیہوشی طاری تھی۔

اب اس لگاتار تیرنے سے اس کے اوسان اور زیادہ جاتے رہے تھے اور غنودگی اس پر لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا شاہین بھی اس کے ساتھ ساتھ فضا میں تیرتا جا رہا تھا۔

ڈیڑھ میل کے بعد دریا ایک بہت بڑی جھیل میں گر گیا تھا اور پھر اس جھیل میں سے ایک آبشار نکلتی تھی۔ جو بہت زیادہ بلندی سے گرتی تھی اور اس کے بعد پانی پھر دریا کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔

پانی جھیل کے اندر خنیس کو بڑی تیزی سے چکر دے رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بھنور میں پھنس گیا ہو۔

پانی اسے آہستہ آہستہ سینکڑوں فٹ نیچے گرتی ہوئی آبشار کی طرف لے جا رہا تھا۔ جھیل کے اندر ہی چکر لگاتے ہوئے خنیس نے بھی گرتی ہوئی آبشار دیکھ لی تھی، لہٰذا اس نے کسی قدر تیزی سے ہاتھ پاؤں مار کر ایک طرف نکل جانا چاہا۔

اب وہ ساری تھکاوٹ بھول گیا تھا۔ صرف اس کے پیٹ اور چھاتی پر پانی میں گرنے سے جو چوٹ لگی تھی۔ وہی اس کی تکلیف کا باعث تھی۔ تاہم پیٹ کی تکلیف کا احساس کئے بغیر وہ پانی کی تیز رو کو کاٹنے کی پوری جدوجہد کر رہا تھا۔

اچانک گھوڑا اس کے نزدیک آیا، دو ایک بار ہنہنایا۔ پھر پانی کے اندر اپنا منہ ڈالا اور خنیس کی پیٹی پکڑ کر اسے پانی سے باہر نکال کر اپنے منہ میں اوپر اٹھا لیا۔ پانی کی تیز دھار نے گھوڑے کو آبشار کی طرف بہا لے جانا چاہا تھا۔ مگر گھوڑا بار بار کنوتیاں بدلتا اور نتھنے پھڑ پھڑاتا ہوا پانی کی تیز لہر کو کاٹتا رہا۔

اور آخر کار وہ خنیس کو اٹھائے جھیل سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

ایک اونچی اور سنگلاخ پہاڑی چڑھنے کے بعد گھوڑے نے خنیس کو ایک تنگ سی پگڈنڈی کے کنارے ایک درخت کے نیچے ڈال دیا۔

خنیس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ گھوڑے کی کارگزاری کو دیکھ رہا تھا۔ گھوڑا بے چارہ اداس اداس اور افسردہ اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس حالت میں کہ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ شاہین گھوڑے کی زین پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ خنیس کچھ دیر ایسے ہی پڑا رہا۔ ایک تو اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ دوسرے خنک اور برف کی طرح جمی ہوئی تیز ہوا چل رہی تھی اور وہ بے چارہ پتھریلی زمین پر پڑا سردی سے کانپ رہا تھا۔

ہمت کر کے وہ اٹھا ___ پہلے گھوڑے کی پیشانی اور اس کے منہ کو چوما اور جواب میں گھوڑا اپنے ہونٹوں سے اس کی گردن پپول رہا تھا۔

خنیس نے پہلے خرجین اور اس میں سے سارے کپڑے نکال کر خشک ہونے کے لئے ہوا میں لٹکا دیئے۔ زین کے ساتھ بندھا ہوا اس کا بستر بھی بھیگ چکا تھا۔ اسے بھی اس نے خشک ہونے کے لئے پھیلا دیا۔

اس نے اپنے کلہاڑے، تلوار اور خنجر کی مدد سے خشک جھاڑیاں اور گھاس پھوس کاٹ کاٹ کر ایک بڑا سا ڈھیر لگا دیا۔

پھر اس نے ایک کپڑا لے کر گھوڑے کا سارا بدن خوب رگڑ کر صاف کیا اور خشک گھاس اس کے آگے ڈال دی۔ گھوڑا بڑی تیزی سے گھاس چبانے لگا۔

خود وہ تقریباً بھاگتا ہوا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ شاہین کو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر وہ وہاں کھڑا رہا ہوگا کہ پرندوں کا ایک غول وہاں سے گزرا خنیس نے شاہین کو ان کی طرف اشارہ کیا۔

فضاؤں کو چیرتا ہوا شاہین اس غول کی طرف لپکا ___ پہلے ایک پرندہ پکڑ کر اس نے اپنے دائیں پنجے میں پکڑ لیا۔ پھر ایک دوسرا پندرہ پکڑا اور اسے اپنے بائیں پنجے میں دبوچ لیا۔ اس پر بھی اس نے اکتفا نہ کیا اور تیسری بار وہ پھر غول پر حملہ آور ہوا اور ایک تیسرا پرندہ اس نے اپنی چونچ میں پکڑ لیا اور خنیس کے پاس واپس آ گیا۔

خنیس نے تینوں پرندوں کو ذبح کر لیا اور اپنے گھوڑے کے پاس آ کر اس نے پرندوں کو صاف کیا۔ چقماق سے آگ روشن کی اور خشک جھاڑیوں اور گھانس پھونس کی مدد سے اس نے آگ کا الاؤ روشن کیا۔

پہلے کچھ گوشت کاٹ کر شاہین کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس کے بعد اس نے تینوں پرندوں کو آگ پر بھون لیا اور ان کا گوشت کھانے کے بعد اس نے زین سے بندھے ہوئے مشکیزے سے پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔

آگ کا الاؤ ابھی تک روشن تھا۔

اور وہ اپنے بھیگے ہوئے کپڑے آگ کے پاس پھیلا پھیلا کر خشک کرنے لگا۔ آگ کا الاؤ کافی دیر تک روشن رہا اور اس نے اپنے سارے کپڑے خشک کر لئے۔

اتنی دیر تک گھوڑا ابھی خشک گھاس سے پیٹ بھر چکا تھا اور تازہ دم ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنا بستر لپیٹا اور اسے زین کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اور سپاہی کے کپڑے جو اس نے پہن رکھے تھے۔

اپنی خرجین میں ڈال لئے۔

وہ گھوڑے کی لگام پکڑ ہی رہا تھا کہ اسے ایک طرف سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ خطرہ پھر سر پر منڈلانے لگا تھا۔ گھوڑے پر بڑی تیزی سے وہ سوار ہوا اور درختوں کے جھنڈ کے پیچھے ایک گہری اور لمبی کھڈ میں اس نے گھوڑے کو ڈال دیا۔

اس کے چہرے پر اس بار ایک عزم تھا۔ شاید وہ دشمن سے ٹکرا جانے کا عزم کر چکا تھا۔

گہری کھڈ میں آتے ہی اس نے زین سے بندھا ہوا تیروں سے بھرا ترکش کھولا اور اسے اپنی پشت پر باندھنے کے بعد اس نے ایک لمبے خم والی کمان سنبھالی اور اس پر تیر چڑھا کر وہ تیار ہو گیا۔

اتنے میں دس بارہ سوار ایک چٹان کا موڑ مڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ آگ کا الاؤ ابھی تک آہستہ آہستہ جل رہا تھا۔

الاؤ کے پاس کھڑے ہو کر وہ تھوڑی دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔ پھر ادھر ادھر اس طرح پھیل گئے جیسے خنیس کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہوں وہ تین ٹکڑیوں میں بٹ کر بڑی احتیاط سے اور آہستہ آہستہ آگے چل رہے تھے۔

اور سب نے تلواریں بے نیام کر رکھی تھیں۔

خنیس نے اپنے شاہین کو ایک ٹکڑی کی طرف اشارہ اور دوسری ٹکڑی جو اس کے قریب تھی۔ اس پر اس نے اندھا دھند تیر برسانا شروع کر دیئے۔

دونوں گروہوں میں آہ و زاری اور چیخ و پکار برپا ہو گئی تھی۔ شاہین اور خنیس دونوں اس قدر سرعت سے حملہ آور ہوئے تھے کہ آن کی آن میں سات آدمی زمین پر ڈھیر ہو کر رہ گئے تھے۔

اتنے میں اسے دائیں جانب سے اور گھوڑے بھاگنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ سپاہیوں کی کوئی اور ٹولی آ رہی ہے۔

ایک لمحہ ___ صرف ایک لمحہ کے لئے اس نے سوچا۔

ہاتھ میں پکڑی ہوئی کمان اس نے زین سے باندھ دی اور اپنی آہنی زنجیر پکڑتے ہوئے وہ درختوں کے جھنڈے سے نکلا اور ان پانچ سپاہیوں پر جو زندہ بچ گئے تھے حملہ کر دیا۔

ساتھ ہی اس نے شاہین کو بھی ان پر حملہ کرنے کا اشارہ کر دیا۔ صرف چند سیکنڈ میں وہ دونوں پانچوں سپاہیوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

اسی وقت دائیں جانب سے آٹھ سوار بڑی تیزی سے اس کی طرف گھوڑے دوڑاتے ہوئے دکھائی دیئے۔

وہ بھی شومان کے سپاہی تھے۔

خنیس نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک سمت اسے سرپٹ چھوڑ دیا۔ سپاہی بھی اس کے تعاقب میں لگ گئے۔

ایک میل تک وہ سنگلاخ چٹانوں کے اندر اپنا گھوڑا دوڑاتا رہا۔ دفعتہً سامنے ایک بڑی چٹان آ گئی۔ جو راستے کی طرف کافی ابھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہاں راستہ خم کھا کر گزرتا تھا۔

خنیس اس چٹان کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا ___ جیسے ہی سپاہی وہاں سے گزرنے لگے۔ خنیس نے ان پر شاہین چھوڑ دیا اور خود آہنی زنجیر کے ساتھ ان کے عقب سے ان پر حملہ کر دیا۔ دو سپاہی شاہین نے اور تین سپاہی اس نے خود ہلاک کر دیئے تھے۔

باقی تین سپاہیوں کے آگے بھاگنے کی بجائے وہ سینہ تان کر کھڑا ہو گیا تھا ___ وہ تینوں بڑے غور سے اس کا جائزہ لے رہے تھے اور شاہین ان کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔

خنیس نے ان کی طرف دیکھا۔

مسکرایا اور اپنی لوہے کی زنجیر جس سے خون ٹپک رہا تھا ___ ان کی طرف لہرائی تو ان تینوں کے چہرے پر اس خون کے چھینٹے پڑ گئے۔ جو اس کی زنجیر سے ٹپک رہا تھا جو خنیس کے ہاتھ میں تھی۔

پھر اس نے شاہین کو ان کی طرف اشارہ کیا۔ شاہین ان کی طرف لپکا۔ اتنی دیر تک خنیس بھی حملہ کر چکا تھا۔

بہت ہی مختصر سے وقت میں اس نے ان تینوں کو قتل کر دیا اس نے گھوڑے کو اس شاہراہ پر سرپٹ چھوڑ دیا۔ جو وہاں سے بخارا اور پھر بخارا سے مرو کی طرف چلی جاتی ہے۔

☆.....☆.....☆

ایک دوپہر جبکہ تند اور خنک ہوائیں ہر چیز کو اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ رہی تھیں۔ قتیبہ بن مسلم، صالح، عبدالرحمان، عبیداللہ اور نصر بن سیار ایک خیمے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ خنیس اسی خیمے میں داخل ہوا ___ وہ خیمے کے دروازے میں ہی کھڑا رہا۔

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

قتیبہ نے کھانا چھوڑ دیا اور کھڑا ہو گیا۔

اس کی تقلید میں دوسرے سب جرنیل بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

قتیبہ چند قدم آگے بڑھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''خوش آمدید۔''

خنیس نے ایک بار بھیگی ہوئی آنکھوں سے قتیبہ کی طرف دیکھا اور دوبارہ اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

قتیبہ پس کر رہ گیا۔ آگے بڑھا۔

اور پھر خنیس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''شاید تم ناکام لوٹے ہو اس لئے شرمندہ ہو کیونکہ تم نے زندگی میں بہت کم ناکامیوں کا

سامنا کیا ہے____"

خنیس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

قتیبہ پھر بولا۔

"نوفل کہاں ہے؟"

خنیس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔

"سیدی____ مجھے افسوس ہے میں اس کی حفاظت نہ کر سکا۔ شومان کے حاکم نے اسے قتل کرا دیا ہے۔ میں بڑی مشکل اور حیلے سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔"

قتیبہ غصہ میں لال سرخ ہو گیا۔

ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی بھاری اور چمکتی ہوئی تلوار بے نیام کی۔ خیمے سے باہر آیا اور چلا کر بولا۔

"جنگ کا طبل بجا دو____"

آن کی آن میں پورا لشکر طبل جنگ کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ خیمے اور ضروری سامان اس قدر جلدی سمیٹ لیا گیا کہ تھوڑی ہی دیر بعد اسلامی لشکر کوچ کر رہا تھا۔ ہراول دستہ پہلے ہی کوچ کر چکا تھا اور لشکر کے آگے آگے قتیبہ بن مسلم جا رہا تھا۔

قتیبہ جب شومان پر حملہ آور ہوا تو حاکم شومان قلعہ بند ہو گیا۔ مگر قتیبہ کے سامنے جو اس وقت غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ یہ حربہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے شہر کی فصیل کے گرد اپنی دیو ہیکل منجنیقیں نصب کر دیں اور قلعہ پر بڑے بڑے پتھروں کی بارش شروع کر دی اور دیوار میں ایک بہت بڑا شگاف کر دیا۔

حاکم شومان ناچار قلعہ سے باہر نکلا اور قتیبہ سے نبرد آزما ہوا۔ اس نے بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا۔ لیکن قتیبہ سے ٹکرانا سنگلاخ چٹان سے ٹکرانے کے مترادف تھا۔ جلد ہی قتیبہ نے اس کے لشکر کو شکست فاش دی۔

اور حاکم شومان کو قتل کر دیا۔

اسلامی لشکر بڑی شان کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

خنیس ادھر ادھر بھاگتے ہوئے بوڑھے نوطس کو تلاش کر رہا تھا۔

بازار میں سے گزرتے ہوئے اس کی نظر اچانک نوطس پر پڑی۔

وہ ایک شہ نشین پر کھڑا تھا۔

ہاتھ میں وہی لمبا چوبی عصا تھا____ اور گلے میں سیاہ کشکول۔

خنیس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے قریب گیا اور اسے سلام کرتے ہوئے اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔

نوطس مسکرا رہا تھا۔

وہ بولا۔

"مجھے امید تھی تم ضرور آؤ گے۔"

خنیس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"محترم نوطس۔ آج کے بعد تم بھیک نہیں مانگا کرو گے۔"

نوطس نے ذرا جستجو سے پوچھا۔

"کیوں؟"

"میں آج قتیبہ سے کہہ کر تمہیں دس ہزار دینار سرخ دلا دوں گا تاکہ تمہاری باقی عمر آرام اور سکون میں گزر جائے۔

نوطس کی گردن جھک گئی۔

"اگر تم ایسا کر سکو تو میں اس جہاں میں اور اس جہان میں بھی تمہارا احسان مند ہی رہوں گا____"

"تمہارے گھر کے کتنے افراد ہوں گے؟"

"میں اکیلا ہی ہوں____ آؤ میں تمہیں اپنا گھر دکھاؤں۔"

"چلو____"

خنیس اس کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں پہلو سے پہلو ملائے بازار میں ایک طرف بڑھنے لگے۔

☆.....☆.....☆

۹۳ھ میں خوارزم کو فتح کرنے کے بعد قتیبہ بن مسلم سمرقند کی طرف متوجہ ہوا۔ اہل سمرقند نے ترکستان کی جنگوں میں ہمیشہ مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کی تھی۔ قتیبہ نے ان کی سرکوبی کو ضروری سمجھا اور اپنے بھائی صالح کو سمرقند کی طرف روانہ کیا اور اس کے چند روز کے بعد وہ اہل خوارزم اور بخارا والوں کے ایک جرار لشکر کے ساتھ خود بھی سمرقند کی طرف کوچ کر گیا۔

اہل سمرقند جو سغدی تھے۔ قتیبہ بن مسلم کے حملہ کی تاب نہ لا کر شہر کے اندر قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ نے ایک ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ سغدیوں نے تنگ آ کر شاش اور فرغانہ کے ہمسایہ حکمران کے پاس پیغامات بھجوائے کہ آج اگر مسلمان ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں تو کل تم پر بھی ہوں گے۔ اس لئے ہماری حفاظت کو اپنی حفاظت سمجھ کر ہماری مدد کرو۔"

ان حکمرانوں نے باہم مشورہ کیا۔

آخر سب نے مل کر ایک زبردست لشکر تیار کیا اور اسے خاقان چین کے بیٹے کی سرکردگی میں قتیبہ پر حملہ کے لئے روانہ کیا۔ قتیبہ بھی بے خبر نہ بیٹھا ہوا تھا اس کے جاسوس اسے پل پل کی اطلاع دے رہے تھے۔

خاقان چین کے بیٹے کی سرکردگی میں حملہ کرنے والے لشکر کو روکنے کے لئے قتیبہ نے اپنے تین بہترین سپہ سالاروں کا انتخاب کیا۔ وہ صالح، حنیس بن یوسف اور نصر بن سیار تھے۔ ان کے ساتھ اس نے چیدہ چیدہ بہادروں کا دستہ دشمن کا راستہ روکنے کے لئے صالح کی سرکردگی میں بھیجا۔

صالح نے حنیس اور نصر کی سرکردگی میں دو دستے شاہراہ کے دائیں بائیں کمین گاہوں میں چھپا دیئے اور خود اپنے دستے کے ساتھ شاہراہ پر کھڑا ہو کر دشمن کے لشکر کا انتظار کرنے لگا۔

نصف شب کے بعد دشمن کا لشکر آیا اور آتے ہی صالح کے دستے پر بھرپور حملہ کیا۔ صالح نے پوری شدت سے مدافعت کی اور دشمن کے لشکر کو روک دیا۔ اتنے میں کمین گاہوں سے حنیس اور نصر اپنے دستوں کے ساتھ آفت ناگہانی بن کر بارش کی طرح دشمن پر برس پڑے۔

خاقان چین کے بیٹے نے ہر چند نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن منہ کی کھائی۔ اس کے بڑے بڑے جرنیل اور سردار خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ بہت سے امراء اور شہزادے گرفتار ہوئے۔

اکثر نے راہ فرار اختیار کی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بیشمار اسلحہ اور سامان حرب آیا۔

سغدیوں کو جب اس شکست فاش کی خبر ہوئی تو ان کے جی چھوٹ گئے۔

ادھر قتیبہ نے بھی محاصرے کو شدید تر کرتے ہوئے منجنیقوں سے لگاتار قلعہ پر سنگ باری شروع کر دی تھی اور پھر جب صالح، حنیس اور نصر بھی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کو شکست دینے کے بعد واپس آ گئے تو جنگ کی بھٹی اور زیادہ تیزی سے بھڑک اٹھی۔

پتھروں کی لگاتار بارش سے قلعہ کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ مسلمان جان نثار ڈھالوں سے اپنے چہرے بچاتے ہوئے فصیل کے گرے ہوئے حصے تک پہنچ گئے۔

اہل سمرقند تیروں کی بارش کر رہے تھے مگر مسلمانوں نے ڈھالوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا۔

قتیبہ جب فصیل کے گرے ہوئے حصہ سے اپنے شاہین صفت ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہونے لگا تو اہل سمرقند کو یقین ہو گیا کہ ان کی موت انہیں آواز دے رہی ہے لہٰذا انہوں نے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی۔

۱: اہل سمرقند بارہ لاکھ سالانہ خراج ادا کریں گے۔

۲: شہر میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلہ کے وقت مسلح لوگ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

۳: اہل شہر تین روز تک مسلمانوں کی دعوت کریں گے۔

۴: بت خانے اور آتش کدے مسلمانوں کے اختیار و اقتدار میں ہوں گے۔

۵: مسلمان یہاں مسجد تعمیر کریں گے۔ نماز ادا کریں گے اور خطبہ دیں گے۔

ان شرائط کے طے ہو جانے پر قتیبہ بن مسلم اپنے لشکر کے ساتھ فتح کے پھریرے اڑاتا ہوا شہر میں داخل ہوا اور بتوں کو نذر آتش کرنے کا حکم جاری کیا۔ حاکم سمرقند نے قتیبہ کو ڈرایا دھمکایا کہ ہمارے بتوں کو آگ نہ دکھاؤ ورنہ تم اور تمہارا لشکر تباہ و برباد ہو جائے گا۔ قتیبہ اس انکشاف پر مسکرایا اور کہا۔

''بہت اچھا ___ اب تو میں تمہارے بتوں کو اپنے ہاتھ سے آگ لگاؤں گا۔'' چنانچہ قتیبہ نے خود ان بتوں کو جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ آگ لگا دی اور جب بت پگھلے تو ان میں سے پچاس ہزار مثقال سونا برآمد ہوا۔

اہل سمرقند نے جب اپنے بتوں کی یہ بیچارگی دیکھی تو بھاری تعداد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

قتیبہ نے سمرقند میں مسلمانوں کو آباد کیا۔ ایک مسجد تعمیر کر کے نماز ادا کی اور خطبہ دیا اس کے بعد قتیبہ نے بخارا اور خوارزم کی بیس ہزار فوج کے ساتھ تاشقند کو فتح کیا اور فرغانہ کا رخ کیا راستے میں خنجدیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی ___ قتیبہ انہیں روندتا ہوا آگے بڑھا اور کاشان کو سفر کرتا ہوا وہ مرو کی طرف چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

اس فتح کے تھوڑے ہی عرصے بعد قتیبہ بن مسلم کو حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر ملی۔ قتیبہ سخت پریشان اور فکرمند ہوا کیونکہ حجاج بن یوسف اس کا ہمدرد اور مربی تھا اور ہر مشکل وقت میں وہ اپنے جرنیلوں کے کام آتا تھا۔

چند ہی روز بعد قتیبہ کو خلیفہ ولید بن عبدالملک کا خط ملا جس سے اس کی تشفی ہو گئی۔ خلیفہ نے لکھا تھا۔

''امیر المومنین، تمہاری محنت، خدمت، اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری جرات اور کوشش غرض تمام باتوں سے واقف ہیں۔ تمہیں وہ ایسا مرتبہ عطا کریں گے جو تمہارے لئے خوب مناسب ہو گا۔ اب تم اپنی جنگوں کو پورا کرو۔ خدا کی رحمت کے متوقع رہو۔ اپنے حالات سے برابر مجھے مطلع کرتے رہو ___ تاکہ میں تمہاری کوششوں کا اندازہ لگا سکوں۔ ہمیشہ یہ بات ذہن میں

رکھو کہ میں تمہارے ساتھ سرحد پر موجود ہوں۔"

قتیبہ جب خط پڑھ رہا تھا۔ تو اس کے سارے جرنیل اس کے سامنے کھڑے تھے خط ختم کرنے کے بعد قتیبہ مسکرانے لگا۔

سارے جرنیلوں نے باری باری وہ خط پڑھا اور آخر میں قتیبہ نے وہ خط خنیس کو اپنے پاس رکھ لینے کے لئے کہا۔ اس نے اسے اپنے لئے ایک اعزاز سمجھا اور پھر خط اپنی جیب میں ڈال لیا۔

حجاج بن یوسف کی وفات پر جہاں قتیبہ بد دل ہو گیا تھا۔ وہاں اس خط نے اپنا اثر دکھایا۔

زخمی شیر کی مانند وہ پھر اٹھا اور چین پر لشکر کشی کر دی ___ مرو سے نکل کر وہ سمرقند آیا اور مجاہدین کے بیوی بچوں کو اس غرض سے سمرقند میں چھوڑ دیا تا کہ وہاں ایک اسلامی بستی بسائی جائے۔

اور خود اپنے شاہینوں کے ساتھ اس نے فرغانہ کی راہ لی اور وہاں سے وہ کاشغر کو فتح کرتا ہوا چین کے اندر دور تک بڑھتا چلا گیا۔

خاقان چین مسلمانوں کی یہ ہمت اور جرات دیکھ کر ششدر رہ گیا اور قتیبہ کو کہلا بھیجا کہ اپنا ایک وفد میرے پاس بھجواؤ میں اس سے تمہارے مقاصد اور مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

قتیبہ بن مسلم نے ہبیرہ بن شرح کے ساتھ فصیح اللسان اور دانش مندوں کو روانہ کیا۔ یہ وفد جب پہلے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وفد کے سب ارکان نے سفید کپڑے پہنے۔ عطر لگایا۔ پاؤں میں چپل کاندھوں پر چادریں رکھے ہوئے تھے۔

یہ لوگ کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ بادشاہ نے ان سے کوئی بات نہ کی اور انہیں مخاطب تک نہ کیا۔

وفد جب اٹھ کر چلا گیا۔ تو بادشاہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا۔

"تم نے مسلمانوں کے اس وفد کو کیسے پایا؟"

درباریوں نے جواب دیا۔

"ان میں زنانہ پن ہے۔"

بادشاہ نے دوسرے روز پھر وفد کو بلایا۔

اس روز وفد کے سب جوان سروں پر ریشمی عمامے اور جسم پر رنگ برنگے کپڑے پہنے۔

بادشاہ نے اس روز بھی ان سے کوئی بات نہ کی۔

وفد جب چلا گیا تو بادشاہ نے پھر اپنے مصاحبوں سے پوچھا۔

"آج یہ لوگ کیسے لگتے تھے؟"

درباریوں نے کہا۔

"ہاں البتہ اس لباس میں کچھ مردانہ پن ہے۔"

تیسرے روز پھر بادشاہ نے وفد کو بلا بھیجا۔ اس روز جب وہ دربار میں آئے تو سارے درباری انہیں دیکھتے ہی رہ گئے۔

چمکتے ہوئے ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ سر پر خود رکھے، زرہیں پہنے، شمشیر و نیزہ اور تیر و کمان سے لیس وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے۔ ان کے گھوڑے کلیلیں کر رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دلوں کو تسخیر کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہوں۔

وہ اپنے گھوڑوں سے اترے ___ دربار میں آئے اور قیمتی قالینوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے چمکتے ہوئے نیزے فرش میں گاڑ دیئے۔ درباری پریشان ہو گئے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اپنے نیزوں کی انی سے زمین کا سینہ چیر دیں گے۔

ان کے چہروں پر اب ایک وقار اور کشش تھی۔

بادشاہ نے پھر کوئی بات نہ کی اور چلے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ باہر نکل گئے تو بادشاہ نے پھر اپنے درباریوں سے پوچھا۔

"کیسے ہیں یہ لوگ ___؟"

درباریوں نے حیرت سے کہا۔

"یہ عجیب قوم ہے ایسی قوم تو آج تک ہماری نگاہوں سے نہیں گزری۔"

شام کو بادشاہ نے وفد کے سالار کو پھر بلایا۔ جب حاضر ہوا تو بادشاہ نے پوچھا۔

"تم نے ہماری جنگی قوت کا اندازہ کر لیا ہوگا۔ جب تک تم ہمارے قبضہ میں ہو کوئی بھی سلطنت تمہیں نہیں بچا سکتی۔ تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ سچ نہ بتاؤ گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

ہبیرہ بن شرح نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"پوچھو ___"

"تم لوگ پہلے دوسرے اور تیسرے روز لباس بدل بدل کر کیوں آتے رہے؟"

ہبیرہ مسکرایا اور کہا۔

"پہلا لباس ہمارے روزمرہ کے استعمال کا تھا۔ دوسرا لباس امراء اور رؤسا کے پاس جانے کے لئے تھا اور تیسرا لباس جنگ کے دوران پہننے کا تھا۔"

بادشاہ نے کہا۔

"میں نے تمہاری فوج اور طاقت کا اندازہ لگا لیا ہے اپنے سپہ سالار سے کہو واپس چلا

جائے۔ ورنہ یاد رکھو میری فوج تم سب کو پیس کر رکھ دے گی ____"

ہیرہ بن شرح تلملا اٹھا۔

"سن بادشاہ ____ تم اس لشکر کا کیا اندازہ لگاؤ گے جس کا ایک سرا تمہارے ملک کے اندر ہو اور دوسرا ملک شام میں ____ یہ بات ذہن سے نکال دو کہ تم ہمیں مرعوب کر سکو گے۔ خدا کی قسم اگر میں مدد کے لئے پکاروں تو نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر تک پھیلے ہوئے مجاہدین لبیک کہیں اور اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر پروانہ وار نثار ہونے کی خاطر سر پر کفن باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور یہ مجاہدین ایسے ہیں بادشاہ جن کے آگے زمین سمٹ جاتی ہے، وقت رک جاتا ہے اور آسمان کی بلندیاں انہیں جھک کر سلام کرتی ہیں۔ تم اگر کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو تو اسے نکال دو۔ ہم لوگ موت سے نہیں ڈرتے۔ قتل اور موت ہماری تلواروں اور نیزوں کا ایک کھیل ہے جسے ہم روز کھیلتے ہیں۔ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ موت کا ایک دن معین ہے اگر جہاد کے میدان میں آئے تو ہم اسے اپنے لئے خوش قسمتی تصور کرتے ہیں۔"

ہیرہ بن شرح کی اس بے باکی اور جرات پر خاقان چین پر رعب چھا گیا۔ مدھم اور نرم ہو کر پوچھا۔

"تمہارا سردار کن شرائط پر صلح کرے گا؟"

ہیرہ نے کہا۔

"اس نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہاری زمین کو روند نہ لے۔ ارکان شاہی کے مہریں نہ لگا دے اور جزیہ وصول نہ کرے واپس نہیں جائے گا۔"

خاقان نے جواب دیا۔

"بہت اچھا۔ تمہارے سردار کی قسم پوری کر دی جائے گی۔ اس نے سونے کے تھالوں میں کچھ مٹی، جزیہ، گراں بہا تحائف اور چار شہزادے قتیبہ کے پاس پہنچے۔ قتیبہ نے صلح کا یہ نذرانہ قبول کر لیا۔ مٹی کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ شہزادوں کے مہریں لگا دیں اور جزیہ لے لیا اور مرد لوٹ گیا۔

☆.....☆.....☆

۱۷ جمادی الآخر ۹۶ھ کو ولید بن عبدالملک وفات پا گیا اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک جو اس کا چھوٹا بھائی تھا تخت نشین ہوا۔ ولید بن عبدالملک نے ایک بار اپنے بھائی سلیمان کی بجائے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس معاملہ میں حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم اس کے طرفدار تھے۔ اس لئے سلیمان ان دونوں ہی کے سخت خلاف تھا۔

حجاج تو ولید کی زندگی میں ہی وفات پا چکا تھا۔ البتہ قتیبہ بن مسلم کو سلیمان کی طرف سے خدشہ پیدا ہو گیا۔ اس نے خطوط کے ذریعہ سلیمان پر اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ اس دوران کچھ اس قسم کی افواہیں اڑتی رہیں جن کی وجہ سے قتیبہ سلیمان کی طرف سے بددل ہو گیا۔ سب سے بڑی افواہ تو یہ تھی کہ قتیبہ بن مسلم کی جگہ یزید بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کیا جا رہا ہے۔

اور اس پر زیادتی یہ کہ سلیمان فطرتاً نیک ہونے کے علاوہ انتقام لینے میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی سپین اور افریقہ کے بزرگ فاتح موسیٰ بن نصیر پر سختی کی۔ اسے پہروں دھوپ میں کھڑا رکھا اور اس پر لاکھوں روپے کا تاوان عائد کر دیا اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ سلیمان کے حکم کے خلاف بیشمار مال غنیمت لے کر ولید کی زندگی میں ہی دارالحکومت پہنچ گیا تھا۔ حالانکہ سلیمان نے اسے حکم دیا تھا کہ آہستہ آہستہ سفر کرے اور اس وقت دارالحکومت داخل ہو جب ولید وفات پا چکے تاکہ مال غنیمت اس کے دوران حکومت کام آئے۔ لیکن موسیٰ اپنے آقا کا وفادار تھا۔ سلیمان کے حکم کی پرواہ کئے بغیر ولید کی زندگی میں ہی پہنچ گیا۔ ولید گو اس وقت بستر مرگ پر تھا مگر پھر بھی موسیٰ کی شجاعت اور دیانت داری کی تعریف کی۔

ثانیاً فاتح سندھ محمد بن قاسم جو ایک بہادر سپہ سالار، مستقل مزاج فہیم اور صالح نوجوان تھا۔ اس سے سلیمان کے خلاف کوئی حرکت بھی سرزد نہ ہوئی تھی۔ لیکن حجاج کا بھتیجا ہونا ہی اس کا سب سے بڑا جرم تھا۔

سلیمان نے اسے معزول کر دیا اور یزید بن کبشر کو اس کی جگہ سندھ کا عامل مقرر کیا۔ یزید نے محمد بن قاسم کو بیڑیاں پہنا کر عراق کے والی صالح بن عبدالرحمان کے پاس بھیج دیا۔ جو حجاج بن یوسف کا بدترین دشمن تھا اور حجاج کا انتقام ابن قاسم سے لینا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد میں اس نے ثابت کر دیا اور جیل میں محمد بن قاسم کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر مار ڈالا۔

ثانیاً سلیمان کی طرف سے قتیبہ کے خطوں کا کوئی جواب نہ آ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کا انجام موسیٰ اور بن قاسم سے مختلف نہ ہو گا۔ لہٰذا اس نے سلیمان کی بیعت فسخ کر دی اور علم بغاوت بلند کر دیا۔

جب قتیبہ نے اپنے مددگاروں کو بھی بیعت توڑنے کے لئے کہا تو گویا انہیں سانپ سنگھ گیا اور کسی نے بھی اس کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اس پر قتیبہ غیض و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور خاص کر بنی تمیم کو ملامتیاں سنانے لگا۔ اس پر بنو تمیم قتیبہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جنگ کی طرح ڈال دی اور قتیبہ کے خلاف لڑنے کے لئے وہ ہزاروں عجمیوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے لگے۔

خنیس بن یوسف ان دنوں قتیبہ کے پاس مرو میں تھا اور حرب بن یوسف گھر جا چکا تھا۔
خنیس کو جب ان حالات کا علم ہوا تو ایک روز رات کی تاریکی میں وہ مرو سے نکلا اور اپنا گھوڑا اپنی بستی کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا۔ وہ سخت غصہ کی حالت میں تھا۔
جب سورج نے دور مشرق سے دھرتی کو جھانکا تو خنیس اپنی بستی میں داخل ہو رہا تھا۔ ہر طرف سے اہلاً وسہلاً ء مرحبا کی صدائیں آ رہی تھیں مگر آج اس کے تیور اور تھے اور اس نے کوئی جواب نہ دیا، نہ ہی خوشی کا اظہار کیا۔
سردار ہریم کی بہ نسبت سردار وکیع چونکہ قتیبہ کے خلاف زیادہ سرگرم عمل تھا لہٰذا وہ سیدھا وکیع کے ہاں داخل ہوا۔ وکیع اپنی بیوی کے ساتھ صحن میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا خنیس کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک سے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔
خنیس اس کے سامنے کھڑا رہا اور ذرا تلخی سے پوچھا۔
''میں نے سنا ہے کہ تم قتیبہ کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہو؟''
وکیع سنجیدہ ہو گیا۔
''تم نے ٹھیک سنا ہے ___ اور اس جنگ میں تم ہمارے ساتھ قتیبہ کے خلاف لڑو گے۔''
خنیس نے طنز کیا۔
''حیرت ہے مسافر ناخدا کے خلاف ہی اٹھ کھڑا ہو۔''
وکیع نے بھی غصہ میں کہا۔
''کیسا مسافر کیسا ناخدا ___ قتیبہ نے کون سا ہم پر احسان کیا ہے۔''
خنیس تلملا اٹھا۔
''سود فراموش نہ بنو سردار ___ یہ قتیبہ کا ہی دم ہے جس نے بلخ، بخارا، سمرقند، تاشقند، صفانیان، شومان اور خوارزم کی سلطنتوں کو زیر کر کے اسلام کا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا اور خاقان چین کو جس کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔
وکیع نے سختی سے کہا۔
''اس میں قتیبہ کا کیا کمال ہے۔ یہ سب ہمارے دم سے ہوا ہے۔''
چلا کر خنیس نے کہا۔
''تم جھوٹ بکتے ہو۔''
وکیع بھی غرایا۔
''ہوش میں رہو ___ تم بنی تمیم کے سردار سے مخاطب ہو۔''

خنیس درندہ صفت ہو گیا تھا۔
''میں لعنت بھیجتا ہوں تم جیسے سردار پر ___ جو اپنے ہی محسن کے خلاف جنگ کی طرح ڈال رہا ہو۔''
وکیع نے فیصلہ کن انداز میں پوچھا۔
''تو تم قتیبہ کے خلاف جنگ میں ہمارا ساتھ نہ دو گے؟''
''ہرگز نہیں۔''
''پچھتاؤ گے۔''
''ایسے پچھتاوے کو میں اپنی خوش بختی سمجھوں گا۔''
وکیع نے کھا جانے والی نگاہوں سے خنیس کو دیکھا۔
''تو پھر اس بات کا فیصلہ میری تلوار تمہارے ساتھ میدان جنگ میں کرے گی۔''
خنیس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔
''کل کی بات کرتے ہو ___ ابھی آؤ میرے سامنے۔ میں تمہیں بتایا ہوں مجھ سے ٹکرانا کیسا شوار ہے۔ اگر اپنے باپ کے بیٹے ہو تو اٹھو اور میرے ساتھ اپنی قسمت کا فیصلہ کر لو۔ سنو میں وہی خنیس ہوں جس نے تمہارا ہر رکا ہوا کام نکالا۔''
وکیع مدھم پڑ گیا۔
''جذباتی نہ بنو ___ جاؤ قبیلہ والوں سے بات کر لو۔ اس معاملے میں کوئی بھی تمہارا ساتھ نہ دے گا۔''
بڑی مایوسی سے خنیس نے کہا۔
''تم نے انہیں گمراہ کر دیا ہے ورنہ وہ ایسے نہ تھے۔''
''قتیبہ نے ہمیں گالیاں دی تھیں۔''
''اس کی گالیاں بھی ہمارے لئے سب سے بڑا انعام ہے۔''
''اس کا اور ہمارا سامنا میدانِ جنگ ہی میں ہو گا۔ اس میں میرے اپنے ارادے کو دخل نہیں۔ یہ تقدیر کا فیصلہ ہے جس سے فرار نہیں۔''
خنیس نے دُکھ سے کہا۔
''تم نے یہ فیصلہ کر کے مجھے قتیبہ کی نگاہوں میں ہلکا کر دیا ہے مگر میں ہر حالت میں اس کا ساتھ دوں گا۔'' اس کے بعد اس کا سر جھک گیا اور وہ وکیع کے ہاں سے نکل گیا۔
خنیس اپنے گھر داخل ہوا ___ اس کی گردن اسی طرح جھکی ہوئی تھی اور ہاتھ میں وہ ننگی

تلوار پکڑے ہوئے تھا۔

سلامہ اسے دیکھ کر اٹھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور خنیس کو گلے لگالیا۔ مارودہ، دمنہ، احمد، حرب، مراجل اور طوانہ بھی اس کے گرد جمع ہوگئے اور سب پریشان سے کھڑے تھے۔ مارودہ سے خنیس کی یہ حالت دیکھی نہ جارہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ابھی رو پڑے گی۔

سلامہ نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کیا بات ہوئی بیٹا؟''

خنیس نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ آگے بڑھ کر حرب کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اخی ___ سارا قبیلہ سردار وکیع کے کہنے پر قتیبہ سے لڑنے پر تیار ہوگیا ہے میں آج ہی قتیبہ کے لشکر میں واپس چلا جاؤں گا ___ میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ جی چاہے تو وکیع کا ساتھ دو۔ یا قتیبہ کا ___''

حرب نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''تم میرے بھائی اور میرا دایاں بازو ہو۔ کوئی بھی شخص اپنے بازو کو فراموش نہیں کرسکتا ___ جس لشکر میں تم ہوگے اسی میں تم مجھے بھی پاؤ گے ___ یہ میرا آخری فیصلہ ہے ___''

احمد کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

رندھی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

''اگر کہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔''

خنیس کی آواز اور گہری ہوگئی۔

''نہیں اخی ___ تم پہلے کی طرح گھر پر رہو گے۔'' پھر اس نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی مارودہ کی طرف دیکھا وہ رو رہی تھی اور آنچل سے اپنے آنسو بھی پونچھتی جارہی تھی۔

خنیس نے پھر احمد سے کہا۔

''اخی میرے بعد مارودہ کا خیال رکھنا ___ یہی سمجھ کر کہ یہ میری تمہارے پاس امانت ہے ___''

چند لمحوں تک سب خاموش رہے اداس اداس افسردہ سے۔

خنیس اس بار سلامہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''ماں! میں اگر جنگ میں مارا جاؤں تو مجھ پر آنسو نہ بہانا ___ یہی سمجھ کر صبر کرلینا کہ موت کا ایک دن معین ہے جس سے فرار نہیں۔ میرے بعد اگر مارودہ اسی گھر میں رہنا چاہے تو اسے یہی

سمجھ کر اس گھر میں جگہ دے دینا کہ یہ مارودہ نہیں آپ کا بیٹا خنیس ہے میرے بعد آپ کو انشاء اللہ یہ میری کمی محسوس نہ ہونے دے گی اور اگر یہ اپنی مرضی اور خوشی سے کہیں اور جانا چاہے تو اس کے راستے میں کوئی دیوار نہ بننا۔''

مارودہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

سلامہ نے اسے اپنے ساتھ چمٹالیا۔ وہ خود بھی رو رہی تھی اور مارودہ کو دلاسہ بھی دے رہی تھی۔

دمنہ نے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک رہی تھی۔ مراجل بھی نڈھال ہو رہی تھی۔ احمد کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ خنیس پھر بولا اور حرب سے مخاطب ہوا۔

''آؤ اخی چلیں ___''

مارودہ تڑپ کر سلامہ سے علیحدہ ہوگئی اور بڑی حسرت کے ساتھ خنیس کی طرف دیکھنے لگی۔

حرب نے اپنا گھوڑا کھولا اور خنیس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

دونوں نے ایک بار گھر کے افراد پر نگاہ ڈالی اور بوجھل قدموں سے باہر نکل آئے جب تک وہ گلی کا موڑ مڑ کر نگاہوں سے اوجھل نہ ہوگئے۔

مارودہ، سلامہ، احمد، دمنہ اور مراجل دروازے پر کھڑے ہوکر ان دونوں کو جاتے دیکھتے رہے۔

جب وہ دونوں سردار حریم کے مکان کے پاس سے گزر رہے تھے تو حقیقہ دروازے پر کھڑی تھی۔ ایک ہاتھ سے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے اور دوسرے ہاتھ کو ہوا میں بلند کر کے اس نے حرب کو رخصت کیا جب وہ آگے نکل گئے تو وہ بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی اور بستر پر گر کر ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔

☆.....☆.....☆

بنو تمیم کے سردار وکیع نے اپنے ساتھ بیشمار عجمیوں کو ملا لیا تھا اور وہ خوش تھا کہ قتیبہ کے مقابلے میں اس کے ساتھ کہیں زیادہ جمعیت ہے۔ دونوں فوجیں جب آمنے سامنے آئیں تو قتیبہ بن مسلم کے ساتھ صرف چند جان نثار تھے جبکہ مخالف سمت انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔

جنگ شروع ہوئی ___ قتیبہ نے اپنے مٹھی بھر جوانوں کے ساتھ سر پر کفن باندھ کر مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور اپنے عزیزوں سمیت جنگ میں قتل کردیا گیا۔ خنیس اور حرب فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

سلیمان بن عبدالملک کو جب قتیبہ بن مسلم کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے قتیبہ کی جگہ یزید بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کردیا۔

قتیبہ بن مسلم کی وفات پر ایک عرب شاعر نے یہ مرثیہ لکھا کہ میری سواری جب مدینہ میں تھی تو قتیبہ کے قتل کی دردناک خبر ملی اور ہر شخص کی ہمت ٹوٹ گئی۔

ایک خراسانی نے قتیبہ کے قتل پر اپنے ایک عرب دوست سے کہا تھا کہ تم لوگوں نے قتیبہ بن مسلم کی یہ عزت کی ہے کہ اسے قتل کر دیا ___ بخدا اگر یہ شخص ہمارے ملک میں ہوتا تو ہم اسے تابوت میں محفوظ کر لیتے اور اس کی برکت سے لڑائیوں میں فتح پاتے۔

☆.....☆.....☆

رات کی گھمبیر تاریکی میں دو مسافر اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے فرہار میں داخل ہوئے وہ خنیس اور حرب تھے۔ جب وہ گلی کے اندر داخل ہی ہوئے تھے تو ایک سمت سے مدھم اور رازدارانہ سی آواز آئی۔

''ٹھہرو کون ہے؟''

خنیس نے حرب کے کان میں سرگوشی کی۔

''یہ عتیقہ ہے۔ شاید بے چاری کافی دیر سے تمہارا ہی انتظار کر رہی ہے۔ تم اس سے مل لو ___ میں گھر جاتا ہوں ___ تم بھی یہاں سے فارغ ہو کر گھر آ جانا تاکہ ماں سے مل سکو۔ بستی میں اس وقت سوائے بوڑھے، عورتوں اور بچوں کے کوئی نہیں ہے۔ لڑائی میں حصہ لینے والا قبیلے کا لشکر اگر واپس آ گیا تو ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ میں آخری بار ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ پھر شاید اس کی صورت دیکھنا نصیب نہ ہو۔ یہ دور ہماری زندگی کا بدترین دور ہوگا۔ تم وقت ضائع نہ کرنا اور جلدی آ جانا ___ میں تمہارے متعلق فکرمند رہوں گا۔''

حرب جب عتیقہ سے قریب ہوا تو اس سے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

''جنگ کا کیا بنا؟''

حرب نے اداسی سے کہا۔

''ہم ہار گئے ہیں؟''

قتیبہ بن مسلم کہاں ہیں؟''

''اسے قتل کر دیا گیا ہے ہم دونوں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے ہیں۔''

عتیقہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی تھی اور حرب اسے تسلی دے رہا تھا۔ خنیس ان کی اتنی ہی بات چیت سننے کے بعد آگے بڑھ گیا تھا۔

دبے پاؤں خنیس اپنے گھر داخل ہوا اور صحن عبور کرتا ہوا وہ اس کمرے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ جس میں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ دروازے کا ایک پٹ نیم وا تھا۔ اس نے

دیکھا کمرے کے اندر سلامہ، مراجل، ماروہ اور دمنہ چاروں نمازیں پڑھ رہی تھیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔

''تو کیا ماروہ اسلام قبول کر چکی ہے؟''

تھوڑی دیر کے لئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی مگر جلد ہی وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گیا اور اس کا سر جھک گیا۔

احمد گھر پر نہ تھا۔ شاید وہ نماز پڑھنے مسجد میں گیا ہوا ہو۔ خنیس پتہ نہیں کب تک وہاں کھڑا رہا کہ اندر سے سلامہ کی آواز آئی۔

''کون ہے باہر؟''

خنیس آہستہ آہستہ اندر آ گیا۔ اس کے کپڑے اور چہرہ خون آلود تھا۔

چاروں گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔

روتی ہوئی آواز میں سلامہ نے پوچھا۔

''تم باہر کیوں کھڑے تھے بیٹا؟''

جواب مختصر اور مدھم تھا۔

''آپ نماز پڑھ رہی تھیں ماں۔''

''حرب کہاں ہے؟''

''آ رہا ہے۔''

''جنگ کا کیا بنا؟''

''ہم ہار گئے۔''

''تم بجھے ہوئے ہو بیٹا ___ خیریت تو ہے۔''

''نہیں ماں ___ قبیلہ اب میرے خون کا دشمن ہو چکا ہے میں آپ لوگوں سے ملنے آیا ہوں اب حالات کیا ہوں گے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔''

سلامہ نے خنیس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''خدا تمہاری مدد کرے گا۔''

''اخی کہاں ہے ماں؟''

''نماز پڑھنے گیا ہوا ہے۔ تم دونوں کے لئے وہ بڑا فکرمند تھا۔ میں تمہیں ایک خوشخبری بھی سنانا چاہتی ہوں۔''

''کہو ماں۔''

''ماروہ اسلام قبول کر چکی ہے۔''

خنیس نے اسی طرح کی سنجیدگی سے کہا۔

''میں اسے مبارکباد دیتا ہوں۔''

سامنے کھڑی ہوئی ماروہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ یوں کھڑی تھی گویا پتھر کا کوئی حسین مجسمہ ہو جس کا رخ خنیس کی طرف کر کے کھڑا کر دیا گیا ہو۔

سلامہ نے پھر پوچھا۔

''قتیبہ بن مسلم کہاں ہے؟''

روتی ہوئی آواز میں خنیس نے جواب دیا۔

''قتل کر دیا گیا ہے۔''

سلامہ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''میرے خدا___ قتیبہ قتل ہو چکا ہے۔''

اتے میں حرب اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ احمد بھی تھا۔ خنیس فوراً آگے بڑھ کر احمد سے ملا۔ احمد بڑا چپ چاپ اور افسردہ تھا۔

شاید حرب اسے سب کچھ بتا چکا تھا۔

سلامہ کی کانپتی ہوئی آواز اس بار سنائی دی۔

''مراجل، دمنہ اور احمد تم سب دوسرے کمرے میں جاؤ___ میں خنیس اور ماروہ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

وہ سب جب دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ سلامہ ماروہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے کے ایک کونے میں لے گئی پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''بیٹی میں جانتی ہوں کہ اس موقعہ پر جب کہ خنیس رخصت ہو رہا ہے۔ تم اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہو۔ وہ ایسے حالات میں ہم سے رخصت ہو رہا ہے کہ مستقبل قریب میں مجھے اس سے ملنے کی کوئی امید نہیں___ ایسے موقعہ پر تمہارے جذبات کیا ہیں میں جانتی ہوں اس لئے میں نے سب کو دوسرے کمرے کی طرف چلے جانے کو کہہ دیا ہے۔ میں خنیس کو تمہارے پاس بھیجتی ہوں تم کھل کر اپنے دل کا غبار ہلکا کر لو۔''

سلامہ خنیس کے پاس آئی___ اور بین کرتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

''خنیس! میرے لال! ماروہ تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے جاؤ اس کی بات سن لو___''

خود وہ باہر نکل گئی۔

صحن میں کھڑے ہوئے وہ خنیس کے گھوڑے کے پاس آئی اور اس کی گردن تھپتھپاتے ہوئے وہ مدھم مدھم سسکیوں میں رونے لگی۔

خنیس گردن جھکائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا بالکل مجرموں کی طرح ماروہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

ماروہ نے صرف چند ثانیے اسے دیکھا پھر اس نے اپنا سر دیوار پر ٹکا دیا اور زور زور سے رونے لگی۔

خنیس نے جب بڑی مشکل سے اسے چپ کرایا تو تھوڑی دیر تک وہ دہشت اور مایوسی کے ملے جلے جذبات سے اسے دیکھتی رہی اس کے چہرے سے یوں ظاہر تھا جیسے اس کی عزیز ترین چیز کوئی اُس سے زبردستی چھین رہا ہو۔

اچانک اس بے چاری کا دل بھر آیا اور خنیس کی عبا درست کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟''

''فی الحال میری کوئی منزل نہ ہوگی___ قبیلے کا سردار وکیع شاید مجھے زندہ گرفتار کرنے کے لئے میرے پیچھے اپنے آدمی لگا دے۔ اس کے علاوہ خراسان کا نیا والی یزید بن مہلب عنقریب یہاں پہنچنے والا ہے___ وہ ہر اس شخص کا دشمن ہے جو قتیبہ بن مسلم کا حامی رہا ہو___ وہ بھی یہاں پہنچنے کے بعد مجھ سے انتقام لے گا۔ ایسی صورت میں ایک جگہ جم کر میں کیسے رہ سکتا ہوں۔''

ماروہ نے تجویز پیش کی۔

تو پھر قطونہ کے پاس چلے جائیں___ جب چاروں طرف پھیلے ہوئے خطرات کچھ کم ہو جائیں گے تو میں بھی تمہارے پاس چلی آؤں گی۔''

خنیس کی گردن جھک گئی۔

''ایسا نہیں ہو سکتا___ اس طرح میری وجہ سے ان کا قبیلہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ بات میں پسند نہیں کرتا۔''

ماروہ پھر رو دینے والی تھی۔

''پھر کہاں جاؤ گے؟''

''کچھ عرصہ روپوشی کی زندگی بسر کروں گا اور جب حالات سازگار ہو گئے تو لوٹ آؤں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ میں کبھی کبھی تم سے ملنے ضرور آیا کروں گا۔ آؤ اب باہر چلیں۔ ماں انتظار کر رہی ہوگی۔''

دونوں باہر آئے۔

برآمدے میں آ کر خنیس نے پکارا۔

''ماں۔''

اندھیرے میں آنسو پونچھتی ہوئی سلامہ ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

''ہمیں اب رخصت کرو ماں۔''

سلامہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

خنیس نے آواز دی۔

''اخی۔''

حرب دوسرے کمرے سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے احمد، دمنہ اور مراجل بھی تھے۔

''آؤ اخی چلیں۔''

اس نے حرب سے کہا۔

''چلو۔''

حرب صحن کی طرف چل دیا۔

احمد کی کپکپاتی ہوئی آواز آئی۔

''ٹھہر جاؤ___''

احمد بھاگتا ہوا اندر گیا اور نقدی کا ایک تھیلا لے آیا جسے وہ خنیس کی طرف ہی بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ رکھ لو افراط وتفریط کے اس دور میں تم دونوں کے کام آئے گی۔''

خنیس نے حرب کی طرف اشارہ کیا۔

''اخی کو دے دیں۔''

''نہیں یہ تم ہی رکھو___ میں نے حرب کو سمجھا دیا ہے۔ روپوشی کے اس دور میں وہ تمہیں یہ احساس نہ ہونے دے گا کہ وہ تمہارا بڑا بھائی ہے اور تمہیں اس کی بات ماننا ہے___ تم اس سے بہادر ہو___ طاقت ور اور دانشمند ہو___ اس دور میں حرب کی حفاظت بھی میں تمہیں سونپتا ہوں___ اب تم دونوں کوچ کر جاؤ___ قبیلے کا لشکر واپس آ گیا تو ضرور وہ لوگ تم دونوں سے الجھ پڑیں گے۔''

سلامہ دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ان کے گھوڑوں کے پاس لائی اور خنیس کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔

''تمہارے گھوڑے کی خرجین میں میں نے خشک پھل، گوشت اور کچھ کھانے کا سامان بھی ڈال دیا ہے۔ نقدی کی تھیلی سنبھال کر رکھنا___ جب کبھی ہمیں ملنے آؤ۔ تو بڑی احتیاط سے

آنا___ اب تم جاؤ میں تم دونوں کو دل پر پتھر رکھ کر خدا حافظ کہتی ہوں۔''

گھر کے سب افراد انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے۔ رات کی تاریکی میں وہ دونوں گھر سے باہر نکلے۔ تین چار گلیوں سے ہوتے ہوئے وہ بستی سے باہر نکلے اور پھر اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے۔

سردار حریم کے باغات کے پاس سے جب وہ گزر رہے تھے تو ایک نسوانی آواز فضاؤں میں تیرتی ہوئی ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

''اخی___''

روتی اور بین کرتی ہوئی آواز تھی۔

خنیس نے ایک دم گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں___ اور حرب کو بھی رکنے کو کہا۔ حرب اس کے قریب آتے ہوئے پریشانی سے بولا۔

''کیا ہوا؟''

''کسی نے ہمیں روکا ہے۔''

''رات کے اس سمے کون ہو سکتا ہے؟''

''عتیقہ ہے۔''

''پہلے یقین کر لیں کہیں دھوکہ نہ ہو۔''

''ہرگز نہیں___ میں اپنے غم گساروں اور ہمدردوں کی آواز پہچاننے میں دھوکا نہیں کھاتا۔''

پھر وہ گھوڑے سے اتر گیا۔

اور آہستگی سے کہا۔

''میں خنیس ہوں عتیقہ___ سامنے آ جاؤ___ کیا بات ہے___ میرے ساتھ دوسرا حرب ہے گھبراؤ نہیں۔''

عتیقہ بھاگتی ہوئی باہر آئی___ اور پھر خنیس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''تم دونوں کہاں جاؤ گے اخی؟''

خنیس کا دل بھی بھر آیا۔

''جہاں تقدیر لے جائے___ ہمارے ذہن میں ابھی تک کوئی منزل بھی نہیں ہے۔''

''یہ سب کچھ کیا ہے اخی؟''

وہ روہانسی آواز میں بولی۔

''خدا کو ایسا ہی منظور تھا۔''

عتیقہ آنسو پونچھتی ہوئی علیحدہ ہوگئی۔

''میرے ساتھ آیئے میں آپ دونوں کے لئے کچھ سامان لائی ہوں۔''

خنیس اس کے ساتھ باغ میں گیا۔ جھاڑی نما ایک درخت کے نیچے کھانے پینے کی کافی چیزیں پڑیں تھیں۔ خنیس اور عتیقہ دونوں نے مل کر انہیں حرب کے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیا۔ دونوں نے عتیقہ کو خدا حافظ کہا۔

اور اپنے گھوڑے سامنے والے سیاہ پہاڑ کی طرف پوری رفتار سے چھوڑ دیئے۔ ان کا رخ شومان شہر کی طرف تھا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور حرب پوری رات گھوڑے کی پیٹھ پر سفر کرتے رہے۔

دوسرے روز جبکہ سورج طلوع ہوا تھا تو وہ بزدہ کے شہر میں داخل ہوئے۔ سر پر منڈلاتے ہوئے خطرات نے انہیں بے حد چوکنا بنا دیا تھا۔ بڑی سڑک سے ہٹ کر وہ ایک معمولی سی سرائے میں داخل ہوئے تاکہ اگر کوئی تعاقب میں ہو تو دھوکہ کھا جائے۔

دونوں بھائیوں نے سرائے سے کھانا کھایا۔ گھوڑوں کے لئے دانے چارے کا بندوبست کیا اور تھوڑی دیر ستانے کے بعد وہ پھر اپنے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ بزدہ سے نکل کر وہ نسف کے سراتے کش کو جاتی ہوئی شاہراہ کو انہوں نے چھوڑ دیا اور ایک گمنام راستہ کے ذریعہ وہ قصبہ نام کے شہر میں داخل ہوئے جو بڑی شاہراہ سے ہٹ کر تھا اور جہاں لوگوں کی آمد و فت بہت کم تھی۔

اس شہر میں انہوں نے کوئی ایک ماہ قیام کیا۔ اس دوران یزید بن مہلب خراسان پہنچ گیا اور صوبے کا نظم و نسق اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

قصبہ سے نکل کر سودا کے پہاڑی سلسلہ میں سے ہوتے ہوئے ایک روز سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے وہ کش شہر میں داخل ہو رہے تھے۔

ان کا ارادہ رات یہیں بسر کرنے کا تھا۔ اسی لئے وہ کسی اچھی سرائے کی تلاش میں تھے۔

ایک سرائے کے سامنے جب انہوں نے گھوڑے کھڑے کئے۔ تو سرائے کے اندر سے پانچ آدمی نکلے اور باہر بندھے ہوئے اپنے گھوڑے کھولنے لگے۔ ان میں سے ایک کی نظر جب اچانک خنیس پر پڑی تو اس کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور اپنے ساتھی کو ٹہوکا لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

''سرقوسہ ___ وہ دیکھو بھیڑیا۔''

اس نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔

''کون بھیڑیا؟''

''فربار شہر کا عرب خنیس بن یوسف اور تمہارے چچازاد بھائی باغر کا قاتل۔''

اس کا ہاتھ تلوار کے دستے پر چلا گیا۔

''تم نے کیسے پہچانا؟''

''میں نے اسے ایک بار ترمز کے توفیل کی حویلی میں دیکھا تھا۔''

سرقوسہ نے تلوار کھینچ لی۔

''تو پھر یہیں نپٹ لیں اس سے۔''

''بالکل آج کل یہ تنہا اور یکتا ہے جنگ میں چونکہ اس نے قتیبہ بن مسلم کا ساتھ دیا تھا لہٰذا یزید بن مہلب اور خود اس کا قبیلہ بھی اس کے خلاف ہیں۔ یہی نہیں یزید بن مہلب کے سپاہی اسے گرفتار کرنے کے لئے اس کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ ان حالات میں یہ بالکل بے بس ہے اس وقت اگر ہم اس سے ٹکرا جائیں تو یقیناً اسے ختم کر کے باغر کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔''

''یہ اس کے ساتھ دوسرا کون ہے؟''

''اس کا بڑا بھائی حرب بن یوسف ہے ___ دونوں ہی مفرور ہیں۔''

خنیس بھی ان کی گفتگو سن چکا تھا۔ وہ نیچے اتر کر گھوڑے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ حرب بھی ان پانچوں کو گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

وہ پانچوں اب اپنی تلواریں لہراتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خنیس ان کی ہر حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے اپنی بھاری آہنی زنجیر کھول لی تھی اور اس کے بائیں ہاتھ کی گرفت اپنی ڈھال پر تھی۔

حرب بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ گھوڑے کی زین پر بیٹھے ہوئے شاہین کی آنکھیں آگ برسانے لگی تھیں اور وہ بڑی تیز نگاہوں سے ان پانچوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

شاید وہ بھی خطرے کی بو پا گیا تھا۔

سرقوسہ نزدیک آتے ہوئے بولا۔

''کیا تم ہی خنیس بن یوسف ہو جسے لوگ بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہیں؟''

خنیس چند قدم آگے بڑھ گیا۔

''ہاں۔''

''تم نے ہی میرے چچازاد بھائی باغر کو قتل کیا تھا؟''

''میں بزدل نہیں ہوں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔''

''تو پھر آج اس شہر سے تمہاری لاش ہی نکلے گی۔''

خنیس بپھر گیا۔

''تم بکتے ہو ___ ابھی میرا کام ادھورا ہے ___ میں موت کا تصور بھی نہیں کرسکتا خدا کی قسم گو میرا گھوڑا تھکا ہوا ہے اور اس کے سم زخمی ہو چکے ہیں تاہم میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اتنے بدمعاش اور لے آؤ۔ میں تم سب کا وہی حشر کروں گا۔ جو کہ باغر کا ہوا تھا۔''

وہ پانچوں جوں ہی خنیس کے قریب آئے۔ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑا ہوا حرب تیر کی طرح آگے لپکا اور ان پر حملہ آور ہوگیا ___ آن کی آن میں ایک آدمی کو ختم کرنے کے بعد وہ دوسرے پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

اسی لمحہ بالکل حرب کے ساتھ ہی خنیس اپنی آہنی زنجیر سے ان پر پل پڑا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے تین آدمیوں کے سر اس نے تربوز کی طرح پھوڑ کر رکھ دیئے تھے۔ باقی دو حرب کی تلوار کا شکار ہوگئے تھے۔

سرائے کا مالک سرائے کے بیرونی پھاٹک کے پاس کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ خنیس کی زنجیر سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا۔ اسی حالت میں وہ سرائے کے پھاٹک پر آیا اور مالک سے پوچھا۔

''ہم یہاں رات بسر کرنا چاہتے ہیں ___ ہمارے گھوڑے تھک چکے ہیں اور ان کے سم زخمی ہیں ___ امید ہے تم انکار نہ کرو گے۔ ہم جھگڑالو لوگ نہیں۔ انہوں نے خود بغیر کسی وجہ کے ہمارا راستہ روک کر لڑائی کی طرح ڈالی تھی۔ سو ہم نے انہیں ایسا سبق دیا جو ان کے لئے مناسب تھا۔''

سرائے کا مالک مسکرایا۔

''تم دونوں بہادر اور شجاع جوان ہو ___ تمہیں سرائے میں نہ ٹھہرانا بھی ایک غداری ہے۔''

خنیس نے حیرت سے پوچھا۔

''کیوں ___؟''

''یہ پانچوں بدمعاش کل سے میری سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور جو کچھ انہوں نے کھایا ہے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کی۔ اب یہ مجھے لمبے چوڑے کھانے کا حکم دے کر تھوڑی دیر کیلئے کہیں باہر جارہے تھے۔ شاید کوئی لوٹ مار کے لئے کیونکہ یہ ڈکیت ہیں۔''

خنیس حرب کے ساتھ سرائے میں داخل ہوگیا۔

''میں تمہارا مشکور ہوں۔''

''ایک اور بات سنو۔''

''کہو۔''

''ان کے تین ساتھی اور بھی ہیں۔ وہ کل کے کہیں باہر گئے ہوئے ہیں آج وہ بھی لوٹ کر آئیں گے۔ اس لئے تم ذرا محتاط رہنا ___ تم اندر چل کر بیٹھو میں ملازم سے کہہ کر تمہارے گھوڑے طویلے میں پہنچاتا ہوں تاکہ ان کی خوراک کا بندوبست کرے اور پھر مجھے یہ لاشیں بھی ٹھکانے لگانی ہیں۔ اگر یہ اس طرح یہاں پڑی رہیں تو میری سرائے بند ہوجانے کا اندیشہ ہے۔''

اس وقت جب کہ رات دو گھڑیاں بیت چکی تھی ایک آرام دہ کمرے میں حرب سو رہا تھا مگر اس کے ساتھ والے بستر میں خنیس ابھی تک جاگ رہا تھا۔

وہ بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں چھت پر لگی ہوئی تھیں اس کا شاہین پلنگ کے پائے پر بیٹھا تھا اور آہنی زنجیر اسی پائے سے لٹک رہی تھی۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح سے لیٹا رہا حتیٰ کہ سرائے کا بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

وہ شاید اسی وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ فوراً پلنگ سے اترا اور اپنے کمرے سے باہر آکر کھڑا ہوگیا۔ اس کا شاہین اور آہنی زنجیر اس کے پاس تھے۔ دروازہ کھلنے پر تین سوار اندر داخل ہوئے۔

ان میں سے ایک نے بڑی غصیلی آواز میں پوچھا۔

''کیا وہ ابھی تک اس سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے ___ جس نے ہمارے ساتھیوں کو ختم کیا ہے۔''

سرائے کے مالک نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ خاموش تھا۔

نووارد پھر گرجا۔

''سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہاری گردن اڑادوں گا۔''

اس سے قبل کہ سرائے کا مالک کوئی جواب دیتا ___ رات کے گھپ اندھیرے میں خنیس کا وہی غیر مانوس قہقہہ بلند ہوا جس کی بازگشت سرائے کی پوری عمارت میں سنائی دی اور ساتھ ہی اس کی آواز بلند ہوئی۔

''میں یہیں ہوں اور تمہارا ہی منتظر ہوں۔''

نووارد نے پوچھا۔

''کون ہو تم؟''

''وہی جسے تم لوگ بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہو۔''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

خنیس پھر بولا۔

''میں تمہیں بھاگنے نہیں دوں گا۔''

خنیس نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا___ تھوڑی دیر تک تاریک فضا میں شاہین کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی۔ پھر وہ ان تینوں پر جھپٹ پڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک فضا میں چیخ و پکار اور آہ زاری بلند ہوتی رہی۔

پھر سکوت چھا گیا___ گہرا اور مہیب سکوت۔

وہ تینوں ختم ہو چکے تھے۔ سرائے کا مالک ابھی تک حیران و پریشان کھڑا تھا۔ شاہین اپنا کام کر کے واپس آ چکا تھا۔

اپنے کمرے میں واپس جانے کے لئے خنیس جب واپس مڑا تو حرب اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار اور ڈھال تھی اور وہ مسکرا رہا تھا۔

خنیس نے مڑتے ہی کہا۔

''تم جاگ گئے اخی۔''

حرب اور کھل کر ہنس دیا۔

''میں سویا ہی کب تھا۔ میں نے تو ویسے ہی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم جاگ رہے ہو اور میں سو جاؤں۔''

دونوں بھائی اپنے کمرے میں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر وہ دونوں ہی ایک اٹھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

خنیس کے ہاتھ میں خون آلود زنجیر اور ڈھال تھی اور حرب بھی تلوار اور ڈھال سے مسلح تھا۔

عین دروازے کے سامنے خنیس جا کھڑا ہوا۔ ڈھال اپنے سامنے کر لی اور وہ زنجیر کا وار کرنے کے لئے پوری طرح تیار کھڑا تھا۔

ایک طرف کھڑے ہو کر حرب نے دروازہ کھولا۔ تو سامنے سرائے کا مالک مخارق کھڑا تھا۔

دونوں بھائی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

خنیس نے مخارق سے پوچھا۔

''ہم سے کوئی کام ہے؟''

مخارق اندر آ گیا۔

''میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں___ میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم دوسری بار میرے کام

آئے ہو اگر تم دخل اندازی نہ کرتے تو یہ یقیناً میرا خاتمہ کر دیتے۔''

خنیس مسکرا دیا۔

''یہ کوئی بڑا کام نہیں___ اور پھر تم بھی تو انہیں ہمارا پتہ نہ دے رہے تھے۔''

''یہ میرا اصول ہے جو شخص میری سرائے میں قیام کرتا ہے اس کی حفاظت میں اپنا فرض سمجھتا ہوں___ اب تم آرام کرو___ تمہارے کمرے کے گرد میں اپنے آدمی کھڑے کر دیتا ہوں جو تمہاری حفاظت کریں گے۔''

''اس کی کوئی ضرورت نہیں___ ہم اپنی حفاظت کے طریقوں سے آگاہ ہیں۔''

مخارق واپس چلا گیا___ خنیس اور حرب اپنے بستروں میں گھس گئے۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی وہ کنش سے کوچ کر گئے۔

☆.....☆.....☆

سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔

فضا دُھندلی ہوتی جارہی تھی ___ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ دھواں ہی دھواں پھیلتا جارہا تھا۔

خینس اور حرب دریائے زنیل کا چوبی پل عبور کرنے کے بعد شومان شہر میں داخل ہورہے تھے۔ شہر جب سے مسلمانوں کی عملداری میں آیا تھا۔ اس میں کافی تبدیلیاں رونما ہوگئی تھیں۔ شہر کے وسط میں جہاں کبھی ایک بڑا آتش کدہ تھا، وہاں اب ایک شاندار مسجد تھی جس کے مینار میلوں دُور تک دکھائی دیتے تھے۔

دونوں نوطس کے گھر کے پاس آئے۔ مگر وہاں تالا پڑا ہوا تھا۔

وہ کچھ پریشان سے ہوگئے۔

انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے تاکہ کوئی جان پہچان کا کوئی آدمی نہ مل جائے وہ کچھ دیر وہاں کھڑے رہے۔

اتنے میں مسجد کی طرف سے پرسکوت آواز بلند ہوئی۔

اللہ اکبر ___ اللہ اکبر ___ !

اذان ہورہی تھی۔

وہ دونوں مسجد کی طرف لپکے۔ اپنے گھوڑے انہوں نے مسجد کے باہر باندھ دیئے اور وضو کر کے خدا کے حضور سربسجود ہوگئے۔ شومان شہر جہاں ایک نمازی نہ تھا۔ آج وہاں مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

نماز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ نوطس اگلی صف میں نماز ادا کررہا تھا۔ جب سارے نمازی چلے گئے۔ تو نوطس نفل ادا کرنے لگا۔

خینس اور حرب جو ذرا پچھلی صف میں تھے۔ اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

مسجد میں اب ان تین کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ نفل ادا کرنے کے بعد نوطس کافی دیر تک سر جھکائے حمد وثناء کرتا رہا ___ پھر اس نے دعا کے لئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور نہایت

رقت آمیز لہجے میں کہنے لگا۔

''اے آسمان اور زمین کے مالک ___ اے دو جہاں کے خالق ___ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے اسلام کی روشنی سے روشناس کیا۔ تیرے اور تیرے رسولؐ کے بعد میں اسی ہستی کا بھی شکر گزار ہوں جس نے بھیک مانگنے سے میری گلوخلاصی کی اور اسلام قبول کرنے میں مجھے رغبت دلائی اور جس کا نام خینس بن یوسف ہے ___ رب جلیل وہ جہاں کہیں بھی ہو زندہ اور خوش ہو۔ اس نے قوم پرستی اور تیری رضا کی خاطر ہی قتیبہ بن مسلم کا ساتھ دیا تھا۔ آج حالات اس کے خلاف ہیں۔ میرے مالک تو اس پر اپنا سایہ رکھنا۔ اس پرآشوب دور میں جب کہ وہ جگہ جگہ سر چھپاتا پھر رہا ہوگا۔ میں تیرے حضور اس کی سلامتی کے لئے التجا کرتا ہوں۔''

نوطس دعا مانگ رہا تھا۔

اور اس کے پیچھے خینس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس کی پلکوں سے آنسو اس کی عبا کو بھگو رہے تھے۔ حرب پر بھی رقت طاری تھی۔

نوطس دعا ختم کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ خینس ابھی تک اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے نوطس ٹھٹکا چند لمحے غور سے خینس کی طرف دیکھا۔ پھر شاید اطمینان کے لئے اس کی نگاہیں حرب پر جم گئیں۔ اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا تھا اور خوشی میں ڈوبی ہوئی اس کی آواز بلند ہوئی۔

''خینس ___''

خینس نے سر اوپر اٹھایا۔

اور عجیب طرح سے نوطس کی طرف دیکھنے لگا۔ نوطس نے جھک کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''کب آئے ہو؟''

خینس کھڑا ہوگیا اور نوطس سے لپٹ گیا۔

''تم بہت بلند ہو۔''

''سب تمہاری وجہ سے ہے۔ تم شہر میں کب داخل ہوئے؟''

''ابھی ابھی۔''

''کسی نے تمہیں پہچانا تو نہیں۔''

''ہم دونوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے۔''

''تم نے بہت اچھا کیا۔ یزید بن مہلب نے شہر کے والی کو تمہاری گرفتاری کا حکم نامہ بھجوا دیا ہے۔ ایسے ہی حکم نامے اس نے دیگر شہروں میں بھی بھجوائے ہیں اس شہر میں اب ہر لمحہ تمہارے

لئے خطرہ ہے۔"

خنیس کا سر جھک گیا۔

"تو اس کا مطلب ہے ہم یہاں بھی نہیں رہ سکتے اور ابھی ہماری پناہ گاہ کے لئے تلاش اور سعی ختم نہیں ہوئی۔"

"تم نے ٹھیک سوچا ہے۔ پر تم فکر نہ کرو۔ مجھے امید تھی تم ضرور یہاں آؤ گے۔ لہٰذا میں نے پورے انتظامات کر رکھے ہیں۔

"کیسے انتظامات ___؟"

"آج ہی رات بلکہ ابھی ابھی ہم یہ شہر چھوڑ دیں گے۔"

"کہاں جائیں گے؟"

"طراز سمرقند کے ساتھ ہی ایک یہ گمنام قصبہ ہے اور کوئی امید بھی نہیں کر سکتا کہ تم اس قصبہ میں رہائش پذیر ہو سکتے ہو۔ وہاں میرا ایک دوست ہے اس کے پاس ایک فالتو مکان بھی ہے۔ اس میں ہم رہیں گے۔ اس کے پاس بیشمار بھیڑ، بکریاں، اونٹ اور گھوڑے ہیں۔ دن کے وقت ہم اس کا ریوڑ چرایا کریں گے اور رات کو اس مکان میں پڑ کر سو رہا کریں گے اس پر آشوب دور میں ہمیں ایسا کرنا ہی پڑے گا۔"

حرب بھی بول پڑا۔

"نوطس ٹھیک کہتا ہے ___ یہاں ہمارے لئے واقعی خطرہ ہے۔ ہم طراز میں ہی رہیں گے اور وہاں بھی کبھی خطرہ پیدا ہو گیا تو ہم وہاں سے بھی شمال کی طرف نکل جائیں گے ویسے بھی ترک سردار ارطبون کا کاروان اسی راستے پر سفر کرتا ہے۔ اگر زیادہ خطر ہوا تو ہم ترکوں کا بھیس بدل کر اس کے قبیلے میں داخل ہو جائیں گے۔ وہاں ہم زیادہ محفوظ ہوں گے کیونکہ اتنے بڑے قبیلہ میں دو آدمیوں کو چھپا لینا سردار ارطبون کے لئے کوئی اتنا بڑا اور مشکل کام نہ ہو گا۔"

خنیس کھڑا ہو گیا۔

"اگر تم دونوں کا بھی یہی ارادہ ہے تو چلو جہاں بھی تم دونوں کہو گے میں تمہارے ساتھ جانے لئے تیار ہوں۔"

مسجد سے باہر نکل کر نوطس نے اپنے جوتے پہنتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں شہر کے جنوبی دروازے کے باہر میرا انتظام کرو ___ میرے پاس کافی اثاثہ ہے۔ میں سب کچھ لے کر تمہیں وہیں آ کر ملوں گا۔"

خنیس نے اٹھ کر نوطس کا بازو پکڑ لیا۔

"نوطس چچا تم یہیں رہو ___ ہمارے ساتھ تم کیوں دھکے کھاتے ہو ہمیں تقدیر پتہ نہیں کہاں کہاں دھکے کھلاتی ہے۔ تم ہمارے ساتھ اس تلخ زندگی کا انتخاب نہ کرو۔"

نوطس کی آواز بھرا گئی۔

"اس شہر میں رہنا اب میں حرام سمجھتا ہوں ___ میں باقی ساری زندگی تمہارے ساتھ ہی گزاروں گا۔ تم باتوں میں وقت ضائع نہ کرو ___ یہاں کا انتظامی حلقہ تمہیں گرفتار کرنے کے لئے بڑا چوکس ہے بس تم دونوں جنوبی دروازے کے باہر میرا انتظار کرو ___ یہ آخری فیصلہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی نوطس جوانوں کی طرح بھاگتا ہوا مسجد سے باہر نکل گیا۔

رات کی تاریکی میں بڑی احتیاط اور رازداری کے ساتھ وہ شہر کے جنوبی دروازے سے نکلے اور درختوں کے ایک جھنڈ میں کھڑے ہو کر وہ نوطس کا انتظار کرنے لگے۔ انہیں تھوڑی دیر ہی وہاں کھڑا ہونا پڑا تھا کہ نوطس شہر کے دروازے سے نکلتا ہوا دکھائی دیا وہ کچھ آگے بڑھ کر اپنے دائیں بائیں غور سے دیکھتے ہوئے خنیس اور حرب کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اتنے میں خنیس نے سیٹی بجائی۔

نوطس ادھر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے خنیس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا اور اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

نوطس نے ایک وزنی تھیلی خنیس کو دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سب سنہری سکوں کی تھیلی ہے اسے اپنی خرجین میں رکھ لو ___ جلاوطنی کے اس دور میں یہ ہمارا مضبوط سہارا ہو گی۔"

خنیس نے چپ چاپ تھیلی لے کر اپنے گھوڑے کی خرجین میں ڈال لی اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

تھوڑی دیر بعد دریائے زنیل کا چوبی پل عبور کرنے کے بعد ان کے گھوڑے سمرقند کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑی تیزی سے دوڑ رہے تھے۔

کئی دن کی لگاتار مسافت کے بعد وہ تینوں ایک روز سمرقند سے ایک فرسنگ جنوب کی طرف ایک ایسی بستی میں داخل ہو رہے تھے جس کا نام طراز تھا۔ بستی کے مشرقی محلے میں آ کر نوطس نے ایک حویلی کے دروازے پر دستک دی۔

ایک ادھیڑ عمر کے مرد نے دروازہ کھولا۔

پہلے وہ چند لمحوں تک گھور گھور کر نوطس کو دیکھتا رہا۔ پھر چلا پڑا۔

"اوہ ___ نوطس ___ میرے عزیز دوست اور محسن۔"

نوطس بھی آگے بڑھ کر اس سے لپٹ گیا۔

''کیسے ہو اغوس۔''

دونوں تھوڑی دیر تک آپس میں لپٹے رہے اور جب علیحدہ ہوئے تو نوطس نے اسے خنیس اور حرب سے متعارف کرایا۔ اغوس تینوں کو لے کر اندر چلا گیا اور ایک کھلے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔

نوطس نے بیٹھتے ہی کہا۔

''اغوس ہم تینوں یہاں مستقل رہائش کا ارادہ رکھتے ہیں کیا تم ہمیں اپنا وہ مکان دے دو گے جو خالی پڑا ہے۔ ہم تمہیں اس کی قیمت ادا کریں گے۔''

اغوس نے ناراض ہو کر کہا۔

''اجنبیوں کی سی باتیں نہ کرو نوطس ___ تم میرے ایسے دوست ہو جسے میں بھائی سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں ___ تم تینوں میرے پاس اسی مکان میں رہو گے۔''

''یوں نہیں۔''

''اگر تم چاہتے ہو کہ ہم طراز میں رہیں۔ تو تمہیں اپنے اس فالتو مکان میں ہمیں رہنے کی اجازت دینا ہوگی۔'' ہماری کچھ مجبوریاں ہیں جن کی بناء پر علیحدہ رہنے ہی میں ہماری سلامتی ہے کیونکہ تمہارا وہ مکان بستی سے باہر ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے لئے زیادہ مناسب ہے۔''

''کیا مجبوری ہے تمہیں؟''

اغوس نے پوچھا۔

''فی الحال میں انہیں کہہ نہیں سکتا۔''

نوطس نے جواب دیا۔

''اگر یہی بات ہے تو تم اس مکان میں جا کر رہ سکتے ہو ___ مگر۔''

''مگر کیا؟''

''ایک شرط پر۔''

''کہو۔''

''میں اس مکان کی قیمت تم سے نہ لوں گا۔ آج سے اس مکان کو تم اپنا ہی جانو۔''

''منظور ہے مگر ایک شرط کے ساتھ۔''

''تم بھی کہہ دو۔''

اغوس بولا۔

''تم ہمیں اجازت دو گے کہ ہم دن کے وقت تمہارا ریوڑ چرایا کریں اور رات اس مکان میں بسر کریں۔ سمجھو یہ بھی ایک مجبوری ہے اور اگر تم نے نہ مانا ہم اسی وقت یہاں سے کوچ کر کے

سمرقند کی کسی سرائے میں جا رہیں گے۔''

نوطس نے کہا۔

''اگر تمہاری اسی میں خوشی ہے تو میں یہ بھی منظور کرتا ہوں۔''

''تو پھر اٹھو۔ ہم اسی وقت وہاں جانا چاہتے ہیں۔''

اغوس کھڑا ہو گیا۔

''چلو جیسی تمہاری مرضی۔''

اغوس نے ان کے لئے اس مکان کی اچھی طرح صفائی کرادی۔ دوسرے روز سے وہ اس مکان میں رہنے لگے۔

صبح سے شام تک وہ اغوس کا ریوڑ چراتے رہے اور رات بستی سے باہر اس مکان میں بسر کر لیتے۔

اغوس نے انہیں ایک لونڈی اور غلام مہیا کر دیئے تھے جو ان کے کھانے کا انتظام کرتے اور یوں نوطس کے ساتھ خنیس اور حرب سمرقند کے نواح میں گمنام سی زندگی بسر کرنے لگے۔

☆.....☆.....☆

ماروہ، سلامہ، دمنہ اور مراجل صحن میں بیٹھی کھانا تیار کر رہی تھیں اور باتیں بھی کر رہی تھیں۔ موضوع خنیس اور حرب تھے اور سب ان کی سلامتی کے لئے دعا کر رہے تھے۔ ماروہ ان سب میں پیش پیش تھی۔ خنیس کے متعلق وہ سخت فکر مند تھی۔ وہ اس کے متعلق بہت کچھ سننا چاہتی تھی۔

کہ وہ کہاں ہے ___ کس حال میں ہے؟

ایسے بہت سے سوال اس کے ذہن میں تپش پیدا کرتے تھے۔ جن کا جواب اسے کوئی بھی دینے والا نہ تھا۔

صحن کے ایک طرف طوانہ گھوڑوں کے آگے گھاس پھیلا رہا تھا کہ احمد بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سب نے باتیں کرنا چھوڑ دیں۔ احمد ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ طوانہ بھی بھاگ کر وہیں آ گیا اور فکر مندی سے احمد کی طرف دیکھنے لگا۔

گھبراہٹ اور فکر مندی میں کھڑے ہوتے ہوئے سلامہ نے پوچھا۔

''کیا ہوا بیٹے؟''

احمد نے سانس درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

''ماں! یزید بن مہلب کا بھائی حبیب چند سپاہیوں کے ساتھ ہماری بستی میں آیا ہے۔ اس نے سردار وکیع اور کچھ دوسرے لوگوں سے بھی بات کی ہے وہ خنیس اور حرب دونوں کو گرفتار کرنے

آئے ہیں اور اگر وہ دونوں نہ ملے تو وہ ماروہ کو پکڑ کر لے جائیں گے تاکہ اس پر خوب سختی کی جائے اور جب جینس ان سختیوں کے متعلق سنے گا تو وہ ضرور ماروہ کو چھڑانے آئے گا اور اس طرح اسے گرفتار کر لیا جائے۔''

سلامہ چلا اٹھی۔

''یہ نہیں ہو سکتا۔''

''یہ ہو چکا ہے ماں ___ تم ماروہ سے کہو طوانہ کے ساتھ وہ مکان کی پشت سے نکل جائے۔ میں وہاں ایک رسہ باندھ دیتا ہوں جس کی مدد سے وہ آسانی کے ساتھ نیچے اتر جائیں۔''

سلامہ رو پڑی۔

''کہاں جائے یہ ___ میں اسے نہیں جانے دوں گی۔ میں اس کی حفاظت کروں گی۔''

''ضد نہ کرو ماں ___! ماروہ اور طوانہ سے کہو بھاگ جائیں۔ حبیب اپنے سپاہیوں اور بستی کے چند جوانوں کے ساتھ یہاں آ گیا تو ماروہ کی عزت بھی محفوظ نہ رہے گی۔

پھر وہ یکبارگی ہی زور سے چلا پڑا۔

''ضد نہ کرو ماں ___ خدا کے لئے ماروہ اور طوانہ سے کہو مکان کی پشت سے بھاگ جائیں میں اپنے چھوٹے بھائی کی عزت اپنے سامنے لٹتے نہ دیکھ سکوں گا۔ میں ہر وہ ہاتھ کاٹ دوں گا جو ماروہ کی طرف اٹھا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اس گھر میں خون نہ بہے تو ماروہ سے کہو طوانہ کے ساتھ بھاگ جائے۔ یہاں سے نکل کر وہ نسف کی کسی سرائے میں جا کر ٹھہر جائیں اور جب حالات ٹھیک ہو گئے تو میں خود جا کر انہیں لے آؤں گا۔''

ماروہ کھڑی ہو گئی۔

اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے اس نے سلامہ سے کہا۔

''اخی ٹھیک کہتے ہیں ماں ___ ہم دونوں کا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔ جب حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو ہم دونوں لوٹ آئیں گے۔ اس میں ہم سب کی بہتری ہے۔''

احمد بھاگتا ہوا اندر گیا اور ایک تھیلی لا کر ماروہ کو تھماتے ہوئے کہا۔

''یہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی ہے اگر تم ساری زندگی بھی اسے اپنے آپ پر خرچ کرتی رہو تو یہ ختم نہ ہو۔ اگر اس دوران جینس ہمیں ملنے آ گیا تو میں اسے بھی تمہارے متعلق ضرور بتا دوں گا۔ وہ نسف میں تمہاری حفاظت بھی کرے گا اور تم سے ملتا بھی رہے گا۔''

روتی ہوئی آواز میں ماروہ نے کہا۔

''جلدی کیجئے اخیؑ ___! آپ مکان کی پشت پر رسہ باندھ دیں۔ میں اس کے ذریعہ نیچے

اتر جاؤں گی اور نسف کی سرائے میں ٹھہر کر حالات کے بہتر ہونے کا انتظار کروں گی۔ میری ماں کی قبر بھی وہیں ہے اور اس کی موجودگی میں مجھے کچھ حوصلہ رہے گا۔''

پھر وہ اندر گئی۔

اور دو تلواریں لے آئی۔ ایک اپنے اور ایک طوانہ کے لئے۔

احمد تیزی سے اندر گیا اور ایک لمبا رسہ لے آیا۔ طوانہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے جلدی جلدی کہا۔

''طوانہ ___ تم دو گھوڑے لے کر مکان کے پچھواڑے میں چلے جاؤ ___ پر جلدی جلدی۔'' طوانہ گھوڑے کھولنے لگا۔

احمد اور ماروہ چھت پر آئے۔ رسے کا ایک سرا احمد نے پکڑے رکھا اور دوسرا نیچے زمین پر پھینک دیا جس کی مدد سے ماروہ نیچے اتر گئی۔ احمد چھت پر ہی کھڑا رہا۔ جب طوانہ وہاں پہنچ گیا اور وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر دریائے جیحون کی طرف جانے والے راستے کی طرف چلے گئے تو احمد رسہ لے کر نیچے اتر آیا۔

گھر کا ہر فرد اداس تھا۔ کھانے پکانے کا کسی کو ہوش تک نہیں تھا۔ چولہے میں جلتی ہوئی آگ بجھ گئی۔ اتنے میں بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ احمد نے دروازہ کھول کر دیکھا تو باہر خراسان کے والی یزید بن مہلب کا بھائی حبیب کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ پندرہ خراسانی سپاہی تھے اور تین نوجوان بنی تمیم کے تھے۔

حبیب نے احمد سے کہا۔

''میں والی خراسان کا بھائی حبیب ہوں۔''

احمد باہر نکل کر کھڑا ہو گیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

''میں جان گیا ہوں۔''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''میں احمد ہوں۔''

''جینس اور حرب کے بھائی ہو؟''

''جی ہاں ___''

''وہ دونوں کہاں ہیں؟''

''مجھے کچھ خبر نہیں۔ لڑائی کے بعد سے وہ روپوش ہیں۔''

طنزاً حبیب نے کہا۔

''نہ سہی ___ مگر ماروہ کہاں ہے ___ جسے خنیس اپنے ہاں ترمز سے لایا تھا اور جس سے وہ محبت بھی کرتا ہے۔''

''اس سے تمہارا کیا تعلق؟''

''وہی جو خنیس سے ہے۔''

''وہ بھی یہاں سے جا چکی ہے۔''

حبیب نے تلوار کھینچ لی۔

''تم بکواس کرتے ہوئے وہ یہیں ہے ہم تمہارے مکان کی تلاشی لیں گے۔ تم نے ضرور اسے کہیں چھپا دیا ہوگا۔''

''میں جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ یہاں سے جا چکی ہے۔''

''میں تمہارے گھر کی تلاشی لوں گا۔''

''تم اکیلے اندر آ سکتے ہو ___ میں تمہیں سارا گھر دکھا دیتا ہوں۔''

''نہیں میرے ساتھ یہ سپاہی اور تمہارے قبیلے کے یہ دونوں جوان بھی اندر جائیں گے۔''

''ٹھہر جاؤ۔ میں پھر پردہ کرالوں۔''

''پردہ کرالو ___ یا ماروہ کو کہیں چھپا دو ___ یا اسے بھاگ جانے کو کہہ دو ___''

احمد بولنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے قبیلے کے تین جوانوں میں سے ایک بولا۔

''جھوٹ کیوں کہتے ہو احمد ___ ماروہ کو ہم نے خود گھر میں آج دوپہر کے بعد دیکھا ہے۔ خاموشی سے اس کے حوالے کر دو، سارا قضیہ ختم ہو جائے گا۔''

احمد نے بڑی عاجزی سے کہا۔

''واللہ میں جھوٹ نہیں کہتا ___ وہ یہاں سے جا چکی ہے۔''

''ہمیں نہیں پتہ تم جھوٹ کہتے ہو یا سچ ہم مکان کی تلاشی ضرور لیں گے۔''

''پھر ذرا ٹھہرو، میں اپنی ماں سے پوچھ لوں وہ اس بارے میں کیا کہتی ہے اس کا فیصلہ میرے لئے آخری ہوگا۔''

''جاؤ پوچھ آؤ۔''

احمد اندر آیا اور سلامہ سے کہا۔

''ماں! باہر خراسان کے والی کا بھائی آیا ہے۔ اس کے ساتھ پندرہ سپاہی اور تین قبیلے کے جوان ہیں وہ ماروہ کو لے جانے کے سلسلے میں ہمارے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں اس بارے میں تم کیا جواب دیتی ہو۔ اگر کہو تو میں ان سب کو دروازے سے باہر ہی روک دوں۔ تم ماں بھی ہو

اور باپ بھی ___ اپنا فیصلہ دو ___ خدا کی قسم اگر تم کہو تو میں ہر ایک جوان کے پاؤں کاٹ دوں جو اس گھر میں زبردستی گھسنے کی کوشش کرے۔''

سلامہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''ماں، یقیناً یہ سوچ رہی ہوگی! کہ اس وقت خنیس گھر پر ہوتا اور اپنی وزنی آہنی زنجیر اور خونخوار شاہین سے ان سب کا راستہ روک دیتا۔ قسم مجھے پیدا کرنے والی کی تم اپنا فیصلہ دو پھر دیکھنا احمد ثابت کر دے گا کہ وہ اسی خنیس بن یوسف کا بھائی ہے جو آٹھ آٹھ، دس دس جوانوں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ اگر میں نے تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس ہونے دی تو تم مجھے دودھ مت بخشنا۔''

سلامہ نے سر اوپر اٹھایا۔ اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''جذباتی نہ بنو ___ انہیں اندر آنے دو ___ اگر تلاشی لینے سے یہ جھگڑا ختم ہو سکتا ہے تو ہو جانے دو۔ میں اس گھر میں خون بہتا نہیں دیکھنا چاہتی اور نہ ہی اس قضیہ کو طول دینا چاہتی ہوں ___ تم انہیں کہو بے شک تلاشی لے لیں۔''

احمد نے واپس جا کر دروازہ کھولا ___ اور سر جھکا کر ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

''میری ماں کا حکم ہے تم تلاشی لے سکتے ہو۔''

حبیب کے پیچھے پیچھے وہ سب اندر آ گئے اور مکان کی تلاشی لینے لگا۔ کافی دیر تک مکان کو دیکھنے کے بعد جب انہیں ماروہ کہیں بھی دکھائی نہ دی تو حبیب غصہ میں پاگلوں کی طرح باہر آیا اور احمد کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

''بتاؤ کہاں ہے ماروہ؟''

احمد نے ایک ہی جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑا لیا۔

''میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ یہاں سے جا چکی ہے، پر تم خود ہی تلاشی لینے پر تلے ہوئے تھے۔''

سردار حریم کی لڑکی عتیقہ اسی لمحے بھاگتی ہوئی آئی اور دروازے پر کھڑی ہو کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ سارا منظر دیکھنے لگی۔

حبیب جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بنو تمیم کے ان تین جوانوں میں سے ایک نے دمنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ سامنے اس کی بیوی کھڑی ہے۔ جب تک یہ ماروہ کو ہمارے حوالے نہیں کرتا اس کی بیوی کو پکڑ کر لے جاؤ۔ اگر اس میں ذرہ بھر بھی غیرت ہوئی تو ماروہ ہمارے حوالے کر کے اپنی بیوی کو یرغمال سے چھڑا کر لے جائے گا۔''

حبیب نے ایک سپاہی سے کہا۔

''پکڑ لو اس کی بیوی کو۔''

احمد نے تلوار کھینچ لی اور چلا کر کہا۔

''خبردار جو کوئی اس کی طرف بڑھا___ جس نے اسے ہاتھ لگایا۔ میں اس کے ہاتھ ہی کاٹ دوں گا۔''

اس سپاہی نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔

''میں اس کو ہاتھ لگاتا ہوں___ دیکھتا ہوں تم میرا کیا بگاڑ لیتے ہو۔''

وہ سپاہی آگے بڑھ کر دمنہ کو ہاتھ لگانا ہی چاہتا تھا کہ احمد بجلی کے کوندے کی طرح آگے بڑھا اور تلوار کے ایک ہی وار سے سپاہی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ پھر وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

اور زخمی اور بپھرے ہوئے درندے کی طرح دھاڑا۔

''میں نے کہا نہ تھا۔ اسے ہاتھ مت لگانا۔''

حبیب نے چیخ کر سپاہیوں سے کہا۔

''پکڑ لو اس بدمعاش کو___''

سپاہی ابھی تلواریں ہی کھینچ رہے تھے کہ احمد پھر حملہ آور ہوا اور دو سپاہیوں کو ڈھیر کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ سلامہ بھاگتی ہوئی اندر آ گئی اور تین تلواریں لے آئی۔ ایک ایک تلوار اس نے دمنہ مراجل کو تھما دی۔

اور ایک خود سنبھالتے ہوئے اس نے کہا۔

''اگر مرنا ہی ہے تو اپنے گھر کے صحن میں عزت کی موت مر جاؤ۔''

سپاہی بپھرے ہوئے احمد کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اتنے میں سلامہ، مراجل اور دمنہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان تینوں نے مل کر دو سپاہی ختم کر دیئے۔ لہٰذا کچھ سپاہی پلٹے اور ان تینوں پر بھی حملہ آور ہو گئے۔

سپاہیوں کے مقابلے میں احمد نے اپنی جان پوری طرح لڑا دی تھی۔ مگر سپاہیوں کی تعداد زیادہ تھی اور اس کی قسمت ہار چکی تھی۔ لہٰذا وہ قتل ہو گیا اور اس کی لاش سے بہنے والا خون گھر کے کچے صحن کو تر کرنے لگا۔

سلامہ، مراجل اور دمنہ بھی بڑی بے جگری سے لڑ رہی تھیں۔ مگر اتنے سپاہیوں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی اور وہ بھی ایک ایک کر کے قتل ہو گئیں۔ ایک سپاہی نے سلامہ کے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ دی تھی۔ وہ جب زمین پر پڑی مر رہی تھی تو اس نے صحن کی خون آلود مٹی کو اپنی مٹھی

میں بھرتے ہوئے بڑی بے بسی اور حسرت سے کہا۔

''حبیس۔ میرے بچے میرے لال تم کہاں ہو___ کاش تم یہاں ہوتے اور اپنی ماں کی حسرت زدہ موت کا نظارہ کر سکتے۔ تم جہاں کہیں بھی ہو میری آنکھوں کے نور خوش اور سلامت رہو___''

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا آخری سانس لیا اور اس فانی دنیا سے کوچ کر گئی!

حبیب اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا اور گلی میں آ کر سپاہیوں سے کہا۔

''دو دو مل کر چاروں طرف پھیل جاؤ۔ اگر وہ یہاں سے جا ہی چکی ہے تو کہیں نزدیک ہی ہو گی۔ اسے ہر حالت میں زندہ گرفتار کرنا ہے۔'' سپاہی ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

حبیب بھی چلا گیا۔

بستی کے تینوں جوان بھی اس کے ساتھ تھے۔ عتیقہ بھاگتے ہوئے آگے بڑھی اور سلامہ کی خون آلود لاش سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆.....☆.....☆

طوانہ اور ماروہ دریائے جیحون کی طرف اپنے گھوڑے بڑی تیزی سے بھگاتے رہے انہیں اپنے پیچھے دو سپاہی تعاقب کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔

جب سپاہی ان سے قریب آ گئے تو وہ دونوں رک گئے اور ایک ایک سپاہی کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔

ان کا خیال تھا کہ ان دونوں کو ختم کرنے کے بعد وہ اپنے تعاقب سے بے فکر ہو کر سفر کر سکیں گے مگر قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

طوانہ سپاہی کے آگے تھوڑی دیر ٹھہر سکا اور اس کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ تاہم ماروہ دوسرے سپاہی پر تابڑ توڑ اور جان لیوا حملے کر رہی تھی اور عین اس لمحے جبکہ اس نے اپنے مقابل لڑنے والے سپاہی کی گردن کاٹی تھی۔ دوسرا سپاہی بھی اس پر حملہ آور ہو چکا تھا۔

ماروہ نے بڑی سرعت سے اپنی تلوار کھینچی اور اس سپاہی کا وار روکا مگر سپاہی کی تلوار اس کی تلوار سے پھسل کر ماروہ کے ٹخنے پر لگی اور ماروہ کا بایاں پاؤں کٹ کر زمین پر گر گیا۔

درد کی شدت سے ماروہ کے چہرے پر پسینہ آ گیا تھا۔ تاہم اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور اس سپاہی کو کمر سے دو حصوں میں کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر دائیں پاؤں کی ٹھوکر گھوڑے کو لگائی اور اسے دریائے جیحون کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا۔

ماروہ کے کٹے ہوئے پاؤں سے خون بری طرح بہہ رہا تھا۔ گھوڑا تھوڑا سا ہی آگے گیا تھا کہ

ماروہ اس پر بیٹھی بیٹھی بے ہوش ہوگئی۔

دریائے جیحون کے کنارے ایک بوڑھا مچھیرا مچھلیاں پکڑ کر رہا تھا ___ ماروہ کا گھوڑا اس کے قریب ہی جب دریا سے پانی پینے لگا تو مچھیرے کی نگاہ ماروہ کے کٹے ہوئے پاؤں پر پڑی جہاں سے خون ٹپک رہا تھا۔

وہ کوئی رحم دل انسان تھا۔ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ ماروہ کو گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے اتار کر دریا کے کنارے لٹا دیا۔ اس کا زخم دھویا اور خون بند کرنے کی خاطر اس نے اپنا میلا کچیلا لباس پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا۔

سورج غروب ہوگیا تھا اور فضا میں اب اندھیرا پھیل رہا تھا۔ بوڑھے مچھیرے نے جلدی جلدی اپنا جال سمیٹا ___ ماروہ کو گھوڑے پر بٹھایا ___ پکڑی ہوئی مچھلیاں ایک تھیلے میں ڈالیں اور گھوڑے پر بیٹھ کر اس نے ماروہ کو سنبھال لیا اور اندھیرے میں دریائے جیحون کے کنارے ہی وہ اپنی بستی میں داخل ہوگیا۔

ایک بوسیدہ سے مکان کے سامنے وہ گھوڑے سے اترا اور اس کی باگ پکڑ کر اس مکان کے اندر چلا گیا۔

چھوٹا سا ایک مکان تھا۔ جس کے اندر مٹی کا ایک چھوٹا سا چراغ روشن تھا جس میں چربی جل رہی تھی اور ٹوٹی ہوئی ایک کھاٹ جس پر کوئی چادر بستر نہ تھا۔ ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

بوڑھے مچھیرے نے گھوڑے کو صحن میں باندھ دیا۔ ماروہ کو اٹھائے وہ اندر چلا گیا اور اسے اس بوڑھی عورت کے سامنے ایک دوسری چارپائی پر لٹا دیا۔

عورت نے گھبرا کر پوچھا۔

''یہ کون ہے؟''

بوڑھے نے کمر سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

''کوئی مظلوم لڑکی ہے بے چاری ___ میں مچھلیاں پکڑ کر رہا تھا کہ ایک گھوڑا میرے قریب ہی آکر دریا سے پانی پینے لگا۔ اس پر یہ لڑکی سوار تھی اور بے ہوش پڑی ہوتی تھی اس کا ایک پاؤں کٹا ہوا ہے جس میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ میں نے اپنا لباس پھاڑ کر اس کے زخم پر باندھ دیا اور اسے اپنے گھر لے آیا۔''

بوڑھی عورت اٹھ کر ماروہ کے پاس آئی اور اس کا سر گھما کر چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

''ہائے میرے خدا ___ کیسی خوبصورت لڑکی ہے ___ بے چاری پر پتہ نہیں کیا افتاد پڑی ___''

بوڑھے نے کچھ سوچ کر کہا۔

''ہوسکتا ہے اس کے کوئی دشمن ہوں جن سے لڑائی میں اس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔ دیکھا تم نے اس کی کمر سے تلوار لگی ہوئی ہے اور وہ خون آلود بھی ہے۔ مجھے تو کوئی یہ شہزادی معلوم دیتی ہے۔''

''اچھا جو بھی ہے۔ اس بات کو چھوڑ دو ___ پہلے جا کر جراح کو بلا لاؤ! ہمارے یہاں کوئی اولاد نہیں ___ خدا نے ہمیں پالی پوسی بیٹی دے دی ___ تم جلدی جاؤ اور وقت ضائع نہ کرو۔''

''مچھلیاں بھی لے جاؤں بیچ آؤں گا۔''

''ساری نہ لے جانا ___ کچھ گھر میں ہی رہنے دینا۔ میں اسے پکا کر کھلاؤں گی۔ اور سنو! تم اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ہوسکتا ہے اس کے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں اور ان کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ ہمارے ہاں ٹھہری ہوئی ہے۔''

بوڑھا مچھیرا باہر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ جراح کو اپنے ساتھ لے آیا۔ جراح ایک ضعیف انسان تھا جس کے بال چاندی کی طرح سفید تھے اور اس کے ہاتھ میں بکری کی کھال کا بنا ہوا ایک تھیلا تھا۔

اس نے پہلی بندھی ہوئی پٹی کھولی ___ زخم کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر اس کی بڑی احتیاط سے مرہم پٹی کر دی۔

جب وہ پٹی کی گانٹھ لگا رہا تھا ___ تو بڑھیا نے پوچھا۔

''کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟''

جراح نے بڑی تسلی سے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ___ میں نے ایسی ___ دوا لگا دی ہے جو انشاء اللہ اسے چند ہی یوم میں ٹھیک کر دے گی۔''

''مگر یہ تو ابھی تک بے ہوش پڑی ہے۔''

''یہ اس کے حق میں بہتر ہی ہے۔ ورنہ ابھی تک اس نازک لڑکی کی درد کی شدت سے جان ہی نکل گئی ہوتی۔ میں تمہیں ایک دوائی دیئے جاتا ہوں۔ ایک گھڑی بعد اس کے منہ میں انڈیل دینا فوراً ہوش میں آجائے گی۔ اتنی دیر تک میری مرہم اپنا اثر دکھا چکی ہوگی اور وہ اسے محسوس بھی نہ ہونے دے گی کہ میرا پاؤں کٹا ہوا ہے۔ ویسے کسی ظالم اور بھیڑیئے نے ظلم کیا ہے۔ کتنی خوبصورت اور معصوم بچی ہے ___ داغ لگا دیا ہے بے چاری کو۔''

''محترم جراح میری ایک التجا بھی ہے۔''

''کہو۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس بے چاری کے دشمن ابھی تک اس کے تعاقب میں ہوں۔ لہٰذا میں چاہتی ہوں اس کا ہمارے ہاں ٹھہرنا راز ہی رہے۔''

''تم فکر نہ کرو___ شبرہ پہلے ہی اس سلسلہ میں مجھ سے بات کر چکا ہے۔'' اس نے بوڑھے مچھیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جو اس بڑھیا کا شوہر تھا۔

''تم فکر نہ کرو۔ کسی کو پتہ تک نہ چلے گا کہ یہ بے چاری یہاں ہے۔''

''ایک اور احسان کیجئے۔''

''وہ کیا؟''

باہر صحن میں اس لڑکی کا گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ وہ اپنے ساتھ لے جایئے۔ جب کوئی آپ سے پوچھے تو آپ کہہ دیں یہ میں نے دُور دراز کے مریضوں کو دیکھنے کے لئے خریدا ہے ہمارے ہاں وہ گھوڑا چھپ نہیں سکتا۔ اس کے ساتھ بندھی ہوئی خرجین کھول کر یہیں رکھ جائیں شاید اس میں اس کا سامان ہو۔''

''اچھا میں لے جاتا ہوں___'' پھر اس نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور مٹیالے رنگ کی دوائی نکال کر بڑھیا کو دیتے ہوئے کہا۔

''یہ دوائی ایک گھڑی بعد اسے پلا دینا___ فوراً ہوش میں آجائے گی۔ اگر کوئی خطرے کی بات محسوس کرو تو فوراً مجھے مطلع کر دینا میں آجاؤں گا۔''

جراح چلا گیا___ بوڑھا اور بڑھیا ماروہ کے پاس بیٹھ کر اسے محبت اور حسرت کے ملے جلے جذبات سے دیکھنے لگے۔

ایک گھڑی بعد بڑھیا اٹھی۔ پہلے مٹی کے ایک پیالے میں پانی لائی پھر چارپائی پر بے ہوش پڑی ہوئی ماروہ کا منہ کھول کر دوا ڈالی___ اور پیالے کی مدد سے اس کے دانت پکڑ کر پانی پلا دیا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ماروہ نے آنکھیں کھول کر دو تین بار جھپکائیں پھر حیرت اور پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی___ آخر میں اس کی نگاہیں بڑھیا پر جم کر رہ گئیں اور نحیف سی آواز میں اس نے پوچھا۔

''میں کہاں ہوں___ کون مجھے یہاں لایا؟''

بڑھیا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''میرا نام مرجینا ہے اور یہ میرا گھر ہے۔'' پھر اس نے بوڑھے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ میرا شوہر ہے۔ اس کا نام شبرہ ہے۔ یہ آج دریا پر مچھلیاں پکڑ رہا تھا کہ تمہارا گھوڑا اس

کے قریب ہی آکر پانی پینے لگا۔ تم اس پر بے ہوش پڑی تھیں۔ تمہارا پاؤں کٹا ہوا تھا اور اس میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ میرا شوہر تمہیں گھر لے آیا۔ ابھی ابھی جراح تمہاری مرہم پٹی کر کے گیا ہے۔ اس نے یقین دلایا ہے بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔ تم بالکل فکر مند نہ ہونا۔''

ماروہ نے ایک لمبی آہ بھری۔

اور اپنی پاؤں کٹی ٹانگ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہلکے سے کہا۔

''آہ___ میرا پاؤں کٹ چکا ہے___ اب جینس کو مجھ سے پہلی سی محبت نہ رہے گی۔ مجھ سے نفرت کرنے لگے گا۔ اللہ___''

''میں کتنی بدنصیب ہوں۔''

دردمندی سے مرجینا نے پوچھا۔

''یہ جینس کون ہے؟''

''اس سے میری شادی ہونے والی تھی۔''

''تم مسلمان ہو؟''

''ہاں___ اور تم۔''

''ہم قتیبہ کے حملے کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ پہلے ہم آتش پرست تھے۔ ہماری پوری بستی ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی کچھ لوگ ابھی تک آتش پرست ہیں۔ میں بھی کیالے بیٹھی ہوں۔ تمہارے زخم میں درد تو نہیں ہو رہا؟''

''نہیں___ ایسا محسوس ہوتا ہے اس مرہم پٹی سے میں جلد ہی ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

جراح بھی یہی کہہ رہا تھا۔

''کیا تم بتاؤ گی۔ تمہارا پاؤں کیسے کٹا۔''

''میری اپنے دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔''

''کیا تم مجھے اپنی پوری داستان کہنا پسند کرو گی؟''

''ضرور___'' اس کے ساتھ ہی ماروہ نے اپنی مختصر سی داستان مرجینا سے کہہ دی___

مرجینا غمزدہ اور خاموش ہوگئی۔

ماروہ نے اس سے پوچھا۔

''تم لوگوں کا ذریعہ معاش کیا ہے؟''

''میرا شوہر دریائے جیحون سے مچھلیاں پکڑ کر بیچتا ہے۔ اسی سے ہم گزر اوقات کرتے ہیں۔''

''میرا گھوڑا کہاں ہے؟''

''وہ ہم نے جراح کے ہاں بھیج دیا ہے۔ دراصل ہم تمہاری موجودگی کو خفیہ رکھنا چاہتے ہیں اور وہ گھوڑا ہم جیسے غریب مچھیروں کے ہاں چھپ نہ سکتا تھا۔''

''تم لوگوں نے بالکل ٹھیک کیا ہے پر اس کی خرجین میں میرا کچھ سامان اور نقدی تھی۔''

شبرہ نے جواب دیا۔

''خرجین باہر صحن میں پڑی ہے۔ ٹھہرو میں ابھی لے کر آتا ہوں ___'' شبرہ جب باہر نکل گیا تو مرجینا نے ماروہ سے پوچھا۔

''میں نے تمہارے لئے مچھلی رکھی ہوئی ہے اگر تم کھانا پسند کرو تو بنا ڈالوں؟''

''جو دو گی کھالوں گی۔''

شبرہ نے خرجین نکال کر ماروہ کے سامنے رکھ دی۔ ماروہ نے خرجین سے احمد کی دی ہوئی نقدی کی تھیلی نکال کر کھولی اور اس میں سے دو طلائی سکے نکال کر شبرہ کو تھماتے ہوئے اس نے کہا۔

''یہ لے جاؤ ___ چچا اور گھر کے لے ضروری سامان خرید کر لاؤ۔ کیا کیا خریدو گے یہ چچی سے پوچھ لو۔''

شبرہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

دونوں سنہری سکوں کو اپنی ہتھیلی پر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

''دو سنہری سکے ___''

''اس گھر کے لئے ہر چیز خریدنے کے لئے تو ایک ہی کافی ہے۔ بلکہ زیادہ۔ ایک تم واپس لے لو۔''

ماروہ مسکرادی۔

''دونوں رکھ لو پھر ضرورت پڑے گی۔''

شبرہ کچھ دیر تو سوچتا رہا۔ پھر دونوں طلائی سکے اس نے کچھ اس طرح ماروہ کے سامنے پھینکے گویا وہ سکے نہیں دو دہکتے ہوئے انگارے ہوں ___ یا زہریلے ناگ ہوں جو اس نے غلطی سے ہاتھ میں پکڑ لئے ہوں اور ساتھ ہی وہ گہری سی آواز میں بولا۔

''نہیں نہیں ___ تم اس گھر میں مہمان ہو۔ ہم تم سے یہ سکے قبول نہیں کریں گے۔ اس سے یہی ظاہر ہوگا کہ میں صرف ان سنہری سکوں کی خاطر تمہیں اپنے گھر لایا تھا۔ ہرگز نہیں ___ تم جب تک جی چاہے اس گھر میں رہو ___ تم اس گھر کی بیٹی ہو میں محنت کر کے تمہاری ہر ضرورت کو پورا کروں گا۔''

وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔

شبرہ جذباتی ہو گیا تھا۔

لہٰذا ماروہ خاموش رہی۔

مرجینا بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر جاتے ہوئے کہا۔

''میں ابھی آئی ذرا کھانا تیار کرلوں۔''

ماروہ سوچوں میں الجھ گئی۔

اس کے ذہن میں شاید یہی موضوع تھا کہ اس دنیا میں کیسے کیسے لوگ بستے ہیں۔ کچھ دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے اور کچھ ہمدردی میں بے مثال۔ اگر یہ نہیں تو پھر وہ یہی سوچنے لگی ہو کہ اس کا خنیس کہاں ہے اور کیا پاؤں کٹ جانے کے بعد بھی وہ اس سے ویسی ہی محبت کرے گا؟''

☆.....☆.....☆

ایک ماہ گزر گیا تھا۔ ماروہ کی کٹی ہوئی ٹانگ کا زخم اب ٹھیک ہو چکا تھا۔ شبرہ نے جراح سے مل کر اس کے لئے ایک بیساکھی کا بھی بندوبست کر دیا تھا۔ جس کی مدد سے وہ بڑی آسانی سے چل پھر سکتی تھی۔

زخم سے زیادہ خون نکل جانے کے باعث وہ کافی کمزور ہو گئی تھی۔ تاہم مرجینا نے کچھ اس جانفشانی سے اس کی خدمت کی تھی اور اس کی صحت اب کافی حد تک بحال ہو چکی تھی۔

ایک روز صبح ہی صبح ماروہ نے شبرہ سے کہا۔

''چچا ___ آج میں یہاں سے رخصت ہونا چاہتی ہوں۔''

شبرہ اداس ہو گیا اور وہ منہ سے کچھ نہ کہہ سکا۔ پاس بیٹھی ہوئی مرجینا کا رنگ بھی ہلدی ہو گیا تھا۔ تاہم ضبط کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''ظالموں سے بھری ہوئی دنیا میں تم کہاں جاؤ گی بیٹی؟''

''نسف کی کسی سرائے میں جا کر قیام کروں گی۔ ہمارے حالات جب بہتر ہو جائیں گے تو خنیس کا بڑا بھائی احمد آ کر مجھے لے جائے گا ___ گھر سے یہی بات ہم میں نکلتے وقت طے ہوئی تھی۔''

''میں تو کہتی ہوں یہیں ٹھہری رہو۔''

روہانسی آواز میں ماروہ نے کہا۔

''میں دل پر پتھر رکھ کر یہاں سے رخصت ہو رہی ہوں ___ میں جہاں کہیں بھی ہوں گی آپ کو کبھی نہ بھول سکوں گی۔ آپ دونوں ہی نے تو خدا کے بعد مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔''

ماروہ نے تھیلی سے مٹھی بھر کر طلائی سکے نکالے اور انہیں شبرہ کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ رکھ لو چچا___ تم اب بوڑھے ہو چکے ہو۔ تم سے محنت نہیں ہو سکتی۔ یہ تمہارے کام آئیں گے۔ میرے حالات جب ٹھیک ہو گئے تو میں تم دونوں کو اپنے پاس ہی بلا لوں گی۔''

شبرہ تڑپ کر رہ گیا۔

''نہیں نہیں___ میں نہ لوں گا بیٹی___ تم روپوشی کی زندگی بسر کر رہی ہو ہماری نسبت تمہیں ان کی زیادہ ضرورت ہے___''

ماروہ کی آنکھوں میں آنسو گئے۔

جنہیں پونچھتے ہوئے اس نے کہا۔

''اگر آپ نے نہ لئے تو میں سمجھوں گی آپ کو مجھ سے محبت نہیں نفرت ہے۔''

شبرہ کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

ماروہ رو دی۔

''تو پھر لے لو چچا۔ آپ کی بیٹی آپ کو دے رہی ہے۔''

شبرہ نے بڑی ہی حسرت اور مایوسی سے ماروہ کی طرف دیکھا پھر بددلی سے سکے سنبھال لئے۔

ماروہ کی روتی ہوئی آواز پھر سنائی دی۔ بالکل اسی طرح جیسے..... پار سے بول رہی ہو۔

''میرا گھوڑا لا دو چچا۔''

شبرہ چپ چاپ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ماروہ کا گھوڑا لے آیا ماروہ اٹھی___ بیساکھی کے سہارے چلتی ہوئی صحن میں آئی۔ خرجین زین سے باندھی کمر پر تلوار درست کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے بیساکھی زین سے باندھ لی۔ دروازے پر کھڑے ہو کر شبرہ اور مرجینا نے بھیگی پلکوں___ پھڑپھڑاتے ہونٹوں اور فضا میں ہلتے ہوئے ہاتھوں سے اسے خدا حافظ کہا اور ماروہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔ اس کا رخ نسف شہر کی طرف تھا۔

شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا کہ ماروہ اسی سرائے میں داخل ہوئی جس میں اس کی ماں قتل ہوئی تھی سرائے کے بیرونی دروازے سے جب وہ اندر داخل ہوئی تو ایک خیال اس کے ذہن سے ٹکرایا۔

کیا ٹانگ کٹ چکنے کے باوجود خنیس مجھے برداشت کرے گا؟ ذہن کے ایک تاریک گوشے نے خدشہ کا اظہار کیا۔

اگر وہ نفرت کرنے لگا پھر___؟

ماروہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

''نہیں نہیں___ میں اس کی نفرت برداشت نہ کر سکوں گی۔ میں مر جاؤں گی___'' اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے حسرت سے کہا۔

''آہ میرے خدا تو نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا ہے۔''

وہ ان ہی خیالوں میں الجھی ہوئی تھی کہ سرائے کے مالک ارمن کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''میں اپنی بیٹی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔''

ماروہ چونک پڑی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے زبردستی مسکرا دی۔ ارمن نے اسے نیچے اترنے میں مدد دی اور جب ماروہ نے گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی بیساکھی سنبھالی تو ارمن نے غور سے اس کی بائیں ٹانگ کی طرف دیکھا اور پھر بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

''تمہارا پاؤں کیسے کٹ گیا بیٹی؟''

بھاری آواز میں ماروہ نے جواب دیا۔

''دشمنوں کے ظلم کا شکار ہو گیا۔''

ارمن نے ایک طویل آہ بھری۔

''بڑا ظالم ہے یہ زمانہ۔''

ماروہ نے چند سنہری سکے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

''میرے لئے ایک کمرے کا انتظام کر دو۔''

ارمن نے حیرت کا اظہار کیا۔

''ایک کمرے کے لئے اتنی بڑی رقم۔''

''میں مستقل طور پر یہیں رہنا چاہتی ہوں۔''

ارمن پریشانی سے اس کی سمت دیکھنے لگا۔

''تم گھبراؤ نہیں میں تمہیں اس کے علاوہ بھی نقدی دوں گی۔''

''یہ بات نہیں___ میں سوچ رہا ہوں کہ اس دنیا میں تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا جہاں تم اپنی باقی ماندہ پھیکی زندگی کے دن گزار سکو۔''

ارمن نے کہا۔

ماروہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"نہیں ___"

ارمن نے سکے لے لئے۔

"آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھادوں۔"

"چلو ___ کمرہ ایسا ہو جس کے آس پاس آمدورفت نہ ہو۔"

ماروہ بولی۔

"میں اپنے کمرے کے ساتھ والا کمرہ تمہیں دے دُوں گا۔ میری سرائے میں سب سے آرام دہ اور پرسکون کمرہ وہی ہے ___"

ارمن کے ساتھ جب وہ اس کمرے میں آئی۔ تو کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اس نے ارمن سے کہا۔

"اگر میرا کوئی عزیز مجھے ملنے آئے تو کہنا ماروہ یہاں نہیں ہے۔"

ارمن نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

"خواہ ان میں وہ جوان بھی ہو جس کے ساتھ اس روز تم میری سرائے میں آئی تھیں جس نے اپنا نام خنیس بن یوسف بتایا تھا۔ جس کے کندھے پر ایک خونخوار شاہین بھی تھا اور جسے یہاں کے لوگ طاقت کا دیوتا کہتے ہیں۔"

دل پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے ماروہ نے کہا۔

"ہاں اسے بھی کہنا کہ میں یہاں نہیں ٹھہری ہوئی۔"

"کیا تم اس سے نفرت کرنے لگی ہو؟"

"نہیں ___ پاؤں کٹ جانے کے باعث میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی۔"

"تم شائد احساس کمتری کا شکار ہوگئی ہو۔"

"نہیں ___ میں اپنے آپ کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رکھنا چاہتی ___ میرا یہ آخری فیصلہ ہے اب تم جاؤ ___ اور ہاں کسی سے بات کر کے میرا گھوڑا فروخت کر دینا۔" ارمن باہر نکل گیا اور ماروہ نڈھال سی ہو کر بستر پر گر گئی۔

☆.....☆.....☆

خنیس حرب اور نوطس سوادر کے پہاڑی سلسلے کی ایک بلند چٹان پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے دور دور تک گھوڑوں، بھیڑیوں اور اونٹوں پر مشتمل اغوس کا ریوڑ چر رہا تھا تینوں کی پشت پر تیروں سے بھرے ہوئے ترکش ___ کندھوں سے لہراتی ہوئی کمانیں اور کمر میں چمک دار تلواریں تھیں اس کے علاوہ خنیس کے سامنے اس کی بھاری آہنی زنجیر پڑی ہوئی تھی اور اس کا

شاہین اس کے کندھے پر بیٹھا ہوا تھا۔

نیچے دامن میں بستی کی طرف سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور تینوں مڑ کر ادھر دیکھنے لگے۔

چھ سوار بڑی تیزی سے اسی چٹان کی طرف بڑھ رہے تھے جس پر وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے۔ نزدیک آنے پر وہ انہیں پہچان گئے۔ وہ یزید بن عہلب کے سپاہی تھے جو کہ شائد انہیں گرفتار کرنے کی غرض سے آئے تھے۔

نوطس نے گھبرا کر خنیس سے پوچھا۔

"ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

خنیس کے چہرے پر سختی پھیل گئی۔ سنجیدگی سے اس نے جواب دیا۔

"بالکل خاموش رہو۔ آنے دو ان کو۔"

خنیس نے اپنی زنجیر کا کڑا ہاتھ میں لے لیا تھا اور ایک طرح سے وہ زنجیر کے ساتھ کھیلنے لگا۔ آن کی آن میں وہ سوار ان تینوں کے سامنے آ کھڑے ہوئے حرب اور نوطس نے تلواریں نکال لیں۔ خنیس اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہا۔

سپاہیوں کا سالار بولا۔

"تم میں سے خنیس اور حرب کون ہے؟"

خنیس نے ان کی طرف دیکھے بغیر سر جھکائے ہوئے کہا۔

"میں اور یہ ___"

اس نے حرب کی طرف اشارہ کیا۔

سالار پھر بولا۔

"منہ اوپر کر کے بات کرو ___ شرماتے کیوں ہو عورتوں کی طرح۔"

خنیس کا سر پھر بھی جھکا رہا۔ تاہم اس کی آواز پہلے کی نسبت زیادہ بھاری اور تیز ہوگئی تھی۔

"تم میری ذات پر حملہ کر رہے ہو ___ تم نے سن رکھا ہوگا کہ میں عورتوں کی طرح سے بزدل نہیں ہوں ___"

"باتیں نہ بناؤ ___ ہمارے ساتھ تم دونوں بھائی یزید کے پاس چلو ___ ہم تمہیں گرفتار کرنے آئے ہیں ___"

"اگر ہم نہ جائیں پھر ___"

"ہم زبردستی کریں گے۔"

''اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ جاؤ۔ میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے میں تم لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتا۔ یزید اگر مجھے گرفتار کرنے کا اتنا ہی شوقین ہے تو جاؤ اسے جا کر کہو خود آ کر مجھے گرفتار کرے۔''

''ہمیں بدمعاشی نہ دکھاؤ اور اٹھ کر ہمارے ساتھ ہولو۔ نہیں تو مجھے خود نیچے اتر کر تمہارا گریبان پکڑنا پڑے گا۔''

''واپس لوٹ جاؤ میں پھر تمہیں کہتا ہوں۔''

''میں دوبار تمہیں ساتھ چلنے کو کہوں گا اور تیسری بار میری تلوار تمہاری گردن پر ہوگی ___ سمجھے ___''

خنیس کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بپھرتا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی اس نے زنجیر بھی اٹھالی تھی۔

''تم بھول رہے ہو ___ خنیس بن یوسف ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ___ سنو میں آخری بار تمہیں کہتا ہوں کہ لوٹ جاؤ۔''

سالار نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔

''تم انسان کے بچوں کی طرح نہیں مانو گے۔''

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا تھا۔ خنیس اس پر یوں حملہ آور ہوا تھا جیسے گھات میں چھپا ہوا چیتا جست مار کر اپنے شکار پر جھپٹ پڑتا ہے۔ خنیس کی آہنی زنجیر سالار کے سر پر پڑی اور اس کا سر کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا ___ ایک ہی جست میں وہ اس کے گھوڑے پر سوار ہوگیا اور آن کی آن میں باقی پانچ سواروں کو بھی اس نے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ حرب اور نوطس وہیں کھڑے حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے۔

گھوڑے سے اتر کر وہ اپنی خون میں ٹپکتی ہوئی آہنی زنجیر پکڑے نوطس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں غصے میں یوں سرخ ہوگئیں تھیں جیسے ابھی ان سے خون ٹپک پڑے گا۔

غصے کے عالم میں وہ بات نہ کر پا رہا تھا اور اس کے کندھے پر بیٹھا ہوا شاہین اپنے پر پھڑپھڑا رہا تھا۔ دوبارہ وہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

نوطس اور حرب اٹھے۔ ساری لاشوں کو اٹھا کر ایک گڑھے میں پھینکا اور اوپر پتھر ڈال دیئے۔ جس جگہ لڑائی ہوئی تھی۔ وہاں ابھی تک خون کے دھبے تھے۔ ان دونوں نے پاؤں سے رگڑ رگڑ کر وہ نشانات مٹا دیئے پھر وہ دونوں ایک بڑی سی چھاگل لے کر ریوڑ میں گھس گئے اور بکریوں کا دودھ دوہنے لگے۔ پہلے دونوں نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر چھاگل بھر کر خنیس کے لئے بھی دودھ لے آئے۔ اس وقت تک اس کا غصہ فرو ہو چکا تھا اور وہ انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

نوطس نے اسے دودھ سے بھری ہوئی چھاگل تھمائی جسے اس نے منہ سے لگالیا اور ایک ہی سانس میں سارا دودھ پی گیا۔

جب اس نے چھاگل ایک طرف رکھ دی تو نوطس نے کہا۔

''آج شکار نہیں کرو گے۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''ابھی کر لاتا ہوں۔''

اپنے شاہین کو کندھے پر بٹھائے وہ پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر چڑھنے لگا۔

جب وہ چند قدم دور چلا گیا تو نوطس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا۔

''کاش تم کسی ہراول دستے کے کمانڈر یا کسی جرار لشکر کے سپہ سالار ہوتے تو دنیا کے نڈر اور بہادر جرنیل ہمیشہ تم پر فخر کیا کرتے۔''

خنیس پہاڑ کی چوٹی پر آیا اور فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں پر اپنے شاہین کو چھوڑ کر وہ شکار کرنے لگا۔ کوئی ایک گھڑی کوشش کے بعد وہ چار راج ہنس، تین مرغابیاں اور چھ سات اور برفانی علاقے کے پرندے پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ سارے پرندوں کو پاؤں سے پکڑ کر اس نے انہیں دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور لا کر نوطس کے سامنے ڈال دیا۔

''لو چچا بھونو انہیں ___ انہیں دیکھ کر تو میری بھوک چمک اٹھی ہے۔''

نوطس آگ کا الاؤ روشن کرنے لگا۔ اتنے میں خنیس اور حرب نے مل کر سارے پرندے صاف کر دیئے تھے نوطس نے ان سب کو لوہے کے ایک لمبے تیر کے اندر پرو دیا اور آگ کے جلتے ہوئے الاؤ پر وہ ان پرندوں کو بھوننے لگا۔

نوطس ابھی پرندے بھون رہا تھا کہ حرب اپنے سامنے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے چلایا۔ ''ادھر دیکھو خنیس ___ شائد کوئی بڑا لشکر آ رہا ہے۔ گرد دیکھو اُڑ اُڑ کر آسمان کو پہنچ رہی ہے۔''

خنیس نے کھڑے ہو کر دیکھا۔

اور پھر مسکراتے ہوئے اس نے کہا۔

''یہ کسی کا لشکر نہیں اخی ___ کارواں ہے یا تو سفدیوں کا ہے یا ہمارے ترک سردار ارطبون کا ہے۔ ٹھہرو میں پہاڑ پر چڑھ کر دیکھتا ہوں میں پہلی ہی نظر میں جان جاؤں گا کہ یہ ترک ہیں یا سفدی۔''

خنیس بھاگتا ہوا قریبی پہاڑی پر چڑھ گیا۔

اس نے دیکھا۔

ایک بہت بڑا کاروان جو کئی میل میں پھیلا ہوا تھا۔ ان سے ایک میل دور گزرتی ہوئی شاہراہ پر سمرقند کی طرف سے آرہا تھا۔

خنیس نے دیکھا کارواں کے آگے کچھ مسلح گھوڑ سوار تھے۔ ان کے پیچھے ان گنت جانوروں پر مشتمل ریوڑ اور اس کے پیچھے سامان اور عورتوں مردوں سے لدی ہوئی خچریں اور گھوڑے تھے۔

وہ زور سے چلایا۔

''اخی ___ سردار ارطبون کا کاروان آرہا ہے۔''

بڑے بڑے پتھر پھلانگتا ہوا نیچے اترا۔ پھر ریوڑ کو ہانکنے والی اس نے لمبی چھڑی اٹھائی۔ اس کے سر پر اپنا سفید عمامہ باندھا اور پہاڑی پر چڑھ کر وہ لکڑی سے بندھے ہوئے سفید عمامے کو کارواں کی طرف کر کے فضا میں لہرانے لگا۔

ان کی سیدھ میں آکر کاروان رک گیا۔

پھر چار سوار اس میں سے باہر نکلے اور اپنے گھوڑے اس پہاڑی کی طرف دوڑا دیئے جس پر خنیس کھڑا ہوا تھا۔ چاروں خنیس کے پاس آکر بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس سے ملے اور بعد میں وہ حرب اور نوطس سے بلغگیر ہوئے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔

اور جب وہ کاروان میں آئے تو ہر طرف یہی صدا بلند ہونے لگی۔

''خنیس بن یوسف، خنیس بن یوسف۔''

کاروان اپنا رخ تبدیل کر کے اب اسی کھلے اور وسیع میدان کی طرف بڑھنے لگا تھا جس کے اندر خنیس اور حرب اور یوسف اپنا ریوڑ چرا رہے تھے۔ کارواں کا ہراول دستہ جب اس کے پاس پہنچا تو سردار ارطبون اس میں سے نکلا۔ اس کے پیچھے پیچھے قطونہ بھی تھی۔ جو چوری چوری اور میٹھی میٹھی نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ارطبون پہلے خنیس سے گلے ملا۔ پھر حرب سے اور آخر میں اس نے نوطس سے مصافحہ کیا۔

قطونہ شرماتے شرماتے بس اتنا ہی پوچھ سکی۔

''کیسے ہو خنیس ___؟''

''ٹھیک ہوں ___''

خنیس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ارطبون پہلی بار بولا۔

''اچھا ہوا تم راستے میں ہی مل گئے ہو ___ ورنہ ہم تو تمہاری بستی ہی کی طرف جارہے

تھے ___''

''کیوں خیریت ہے؟''

خنیس نے پوچھا۔

''ہمیں پتہ چلا ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی جو جنگ ہوئی تھی اس میں تم نے قتیبہ کا ساتھ دیا تھا اور اب قتیبہ کے قتل کے بعد یزید بن مہلب تمہارا مخالف ہو گیا ہے ___ کیا یہ درست ہے؟''

''ہاں تم نے ٹھیک ہی سنا ہے سردار۔''

ارطبون اداس ہو گیا۔

''پھر ___؟''

''میں آج کل روپوشی اور جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہوں۔''

ارطبون ہاتھ ملنے لگا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ ان دنوں یہاں کس کے پاس رہ رہے ہو؟''

خنیس نے نوطس کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے محترم نوطس کا ایک دوست یہاں رہتا ہے۔ ہم تینوں اس کے پاس ریوڑ چراتے ہیں۔''

ارطبون چلا اٹھا۔

''نہیں نہیں ___ میں تمہیں یوں تنہا نہ رہنے دوں گا۔ میرے ہوتے ہوئے تم یوں کسی کا ریوڑ چرا کر روپوشی اور جلاوطنی کی زندگی بسر نہیں کر سکتے ہو۔ اگر تم رضامندی کا اظہار کرو تو میں آج ہی تمہاری شادی قطونہ سے کر دیتا ہوں اور اس طرح ہمارے قبیلے میں تم ایک معزز سردار کی حیثیت سے زندگی بسر کرو ___ خدا کی قسم اگر یزید بن مہلب کا پورا لشکر بھی تمہیں گرفتار کرنے کو نکل کھڑا ہو تو میرا قبیلہ ان سب کے سامنے سینہ سپر ہو جائے گا۔''

قطونہ نے شرما کر منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔

''سردار ___ اس پرآشوب دور میں جبکہ میری اپنی زندگی کا چراغ جھلملاتا ہوا دکھائی دے رہا ہے میں اپنی بیوی کی طرف سے ذمہ داری کیسے قبول کر سکتا ہوں؟ اور پھر یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ماروہ یہاں نہ ہو۔ میں اُسے اُس کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ میں اگر شادی کروں گا تو دونوں میں سے ایک ساتھ اور یہی میرا ان دونوں کے ساتھ وعدہ ہے۔''

''تو پھر میری ایک بات مانو ___ آج ہی اپنی بستی روانہ ہو جاؤ اور جا کر ماروہ اور اپنی امی کو یہیں لے آؤ اور یوں تم ماروہ قطونہ اور اپنی ماں کے ساتھ ہمارے قبیلے کے ساتھ رہو اور اگر تم کہو تو

میں حرب کی شادی کا بھی اپنے قبیلے میں بندوبست کردوں۔"

"نہیں سردار ___ اخی کے لئے ایک لڑکی کا انتخاب ہو چکا ہے۔"

"تو پھر اسے بھی اپنے ساتھ لیتے آؤ ___ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے گھر والوں پر خبر نہیں کیا گزر رہی ہوگی۔ تم جا کر سب کو لے آؤ ___ میں نصف شہر میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

خنیس نے گہری نگاہوں سے حرب کی طرف دیکھا۔

اس نے کچھ سوچ کر کہا۔

"سردار ٹھیک ہی کہتا ہے اس طرح گھر والوں کی خیریت کی خبر بھی ہو جائے گی اس کے علاوہ امی اور مارو کو ہم اپنے ساتھ لے آئیں گے ___ گھر پر اخی، دمنہ اور خالہ کافی ہیں۔"

خنیس نے مسکرا کر کہا۔

"اور عتیقہ کو بھی لے آئیں گے۔"

حرب مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

خنیس نے ارطبون سے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو سردار ___ میں اور اخی آج ہی اپنی بستی کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں ___ میرا یہ محسن نوطس بھی تمہارے ہی قبیلہ میں رہے گا۔ اب آؤ! کھانا کھائیں اس کے بعد ہم رخصت ہو جاتے ہیں۔"

ارطبون کے اشارہ کرنے پر فوراً وہاں خیموں کا شہر آباد ہو گیا۔ جہاں خنیس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں سردار ارطبون کا خیمہ نصب کیا گیا ___ اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔

☆.....☆.....☆

اندھیرا خوب پھیل چکا تھا۔ خنیس اور حرب اپنی بستی سے باہر کھڑے تھے وہ سوچ رہے تھے کہ کس طرح بستی میں داخل ہوں۔ کیونکہ بستی کی گلیوں میں ابھی خوب گہما گہمی تھی اور لوگ اپنے اپنے ریوڑ کو چشمے سے پانی پلا کر لوٹ رہے تھے۔

چند درختوں کی اوٹ میں وہ کافی دیر تک کھڑے رہے۔ اتنے میں انہیں ایک لڑکا دکھائی دیا۔ جو اپنی چند بکریاں لے کر بستی کی طرف جا رہا تھا۔

خنیس اسے پہچان گیا۔

وہ سردار ہریم کے محلے کا رہنے والا تھا۔ خنیس نے اسے آواز دے کر روکا۔ اس کے قریب آ کر اسے پیار کیا اور دو دینار اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"سردار ہریم کی لڑکی عتیقہ سے کہنا کہ حرب تمہیں باغ میں بلاتا ہے۔ کسی اور سے نہ کہنا۔

عتیقہ کو علیحدہ کر کے اس کے کان میں کہنا۔"

بچہ خوش تھا۔ مسکرانے لگا۔

"میں سب جانتا ہوں ___ تم فکر نہ کرو ___ میں ابھی اسے بھیجتا ہوں۔"

خنیس اور حرب دونوں سردار ہریم کے باغ میں آئے حرب اسی شہ نشین پر بیٹھ گیا۔ جس پر وہ عتیقہ سے ملا کرتا تھا۔ تاہم خنیس اس کے پس منظر میں انگور کی بیلوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آہنی زنجیر اس کے سامنے پڑی تھی۔ کمان اس کے ہاتھ میں تھی اور احتیاط کے طور پر اس نے تیر چلہ پر چڑھا لیا تھا۔

کافی دیر گزر گئی۔ کوئی بھی نہ آیا تھا۔

دور ایک پروقار آواز سنائی دی۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

بستی کی مسجد سے اذان بلند ہو رہی تھی۔

اذان ختم ہونے کے تھوڑی دیر بعد کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی ___ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی باغ میں داخل ہوا ہو۔

خنیس نے چلہ پر چڑھائے ہوئے تیر کا رخ اسی سمت کر لیا تھا جس طرف سے پاؤں کی آہٹ سنائی دی تھی۔ حرب بھی کھڑا ہو چکا تھا اور اپنی تلوار کھینچ کر وہ اس پر اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا۔

پاؤں کی آہٹ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر شہ نشین کے قریب عتیقہ نمودار ہوئی اور دھیمی آواز میں اس نے پکارا۔

"حرب ___!"

حرب آگے بڑھا۔

"آ جاؤ ___ میں کافی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں ___"

عتیقہ جھجکی، بھاگی اور پھر حرب کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

"کب آئے ہو ___؟"

اس کی آواز میں ایسا درد تھا جیسے ہوا بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔

"شام ڈھلے کا یہاں کھڑا ہوں۔"

"اخی کہاں ہے؟"

"ہم دونوں کی حفاظت کے لئے وہ اسی باغ میں چھپا ہوا ہے۔"

انگور کی بیلوں میں چھپا ہوا خنیس ان کی ساری گفتگو سن رہا تھا ___ اس نے تیر اور کمان اب زمین پر رکھ دیئے تھے اور ان دونوں کی سمت ہمہ تن گوش ___ حرب کی آواز پھر سنائی دی۔

''میری امی کیسی ہے؟''

عتیقہ سسک پڑی اور کوئی جواب نہ دیا۔

حرب نے اس کے شانے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''تم بولتی کیوں نہیں مارو ہ بہن اور اخی کیسا ہے؟''

خنیس نے تیر ترکش میں ڈال، کمان کندھے سے لٹکائی اور اپنی زنجیر اٹھا کر وہ انگور کی بیلوں سے باہر نکل آیا۔

شہ نشین کے قریب آتے ہوئے وہ دُکھ سے اور ہلکے ہلکے بین کرتی ہوئی سی آواز میں اس نے کہا۔

یَا اَخِیْ یَا تِیْنِی طِیْبَ دَمِیْ مِنْ جَانِبِ الْقَرِیَہِ

''اے میرے بھائی ___ مجھے بستی کی طرف سے اپنے خون کی بو آتی ہے!''

حرب بوکھلا گیا تھا۔

کانپتی ہوئی آواز میں اس نے پھر پوچھا۔

''تمہیں محمدؐ کے رب کی قسم بتاؤ ___ میری ماں میرے بھائی اور میری بہنوں پر کیا گزری ___ ورنہ میں موت کی پرواہ کئے بغیر خود بستی میں داخل ہو کر دیکھوں گا کہ میرے گھر پر کیا بیتی ___!''

خنیس بھی ان دونوں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

عتیقہ بڑی مشکل سے بولی۔

''امی، مراجل، دمنہ اور احمد قتل ہو چکے ہیں۔ ماروہ اور طوانہ کو احمد نے پہلے ہی گھر سے بھگا دیا۔ وہ دونوں اب کہاں ہیں کچھ خبر نہیں ___''

خنیس دیوانوں کی طرح چلایا۔

''یہ خبر سننے سے قبل کاش قیامت آ گئی ہوتی اور میں مر چکا ہوتا۔ یا میں بہرہ ہو چکا ہوتا۔ نہیں تو یہ زمین ہی پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتا۔ بتاؤ عتیقہ کس کس نے ہمارے خون میں ہاتھ رنگے۔''

عتیقہ آنسو پونچھ رہی تھی۔

''یزید بن مہلب کا بھائی حبیب سپاہیوں کا ایک دستہ لے کر آیا تھا۔ جس نے تمہارے گھر کو

برباد کر دیا۔''

''ہماری بستی کا کوئی جوان بھی اس کے ساتھ تھا؟''

''ہاں ___ مالک بن نویرہ، خریم بن نویرہ دونوں بھائی اور قریع بن عوف بھی ان کے ساتھ تھے۔''

خنیس شہ نشین پر بیٹھ گیا۔

''تم واپس چلی جاؤ عتیقہ ___ ہمارا مرنا جینا اب یہیں ہوگا۔ جب تک ہم ان تینوں سے نپٹ نہ لیں واپس نہ جائیں گے۔ اس کے بعد سردار وکیع حبیب اور یزید بن مہلب کے ساتھ اپنا حساب بے باق کروں گا۔''

قریب ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی ___ خنیس چونک کر کھڑا ہو گیا اور زنجیر مضبوطی سے تھام لی۔

حرب بھی اس کے پہلو بہ پہلو تلوار کھینچ کر تن گیا تھا اور عتیقہ ان دونوں بھائیوں کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

رات کے اندھیرے میں ایک بھاری آواز بلند ہوئی۔

''گھبراؤ نہیں میں حریم ہوں۔''

دوسرے ہی لمحے سردار حریم ایک درخت کے پیچھے سے نمودار ہوا اور بڑی پروقار چال چلتا ہوا وہ ان دونوں کے سامنے کھڑا ہوا بڑی گرمجوشی سے اس نے خنیس اور حرب کے ساتھ مصافحہ کیا اور ہمدردی سے کہا۔

''مجھے تمہارے گھر کی بربادی کا غم ہے۔ یہ سب کچھ وکیع کے ایماء پر ہوا ہے وہ جب قتیبہ بن مسلم کے خلاف صف آراء ہو رہا تھا تو اس وقت بھی میں نے اسے منع کیا تھا مگر اس نے میری نہ مانی تھی۔ جب یزید کا بھائی حبیب ماروہ کو لے جانے کی نیت سے آیا تو بھی میں نے وکیع سے کہا تھا کہ حبیب اگر ماروہ کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ ہمارے قبیلے کی عزت کا سوال ہے۔ لہٰذا تم اسے سختی سے جھڑک دو لیکن اس نے پھر بھی میری بات نہ مانی اور میں خاموش ہو رہا۔ کیونکہ قبیلے کے زیادہ تر جوان وکیع کے ساتھ ہیں۔ اس نے انہیں سنہری درہموں کے بدلے خرید لیا ہے مگر وہ دن دور نہیں جب ان طلائی درہموں کا نشہ اتر جائے گا اور پھر تم دیکھو گے سردار حریم سردار وکیع سے کس طرح انتقام لیتا ہے۔''

حریم ذرا رُکا، پھر کہا۔

''عتیقہ جب گھر سے نکلی تھی تو اسی وقت مجھے شک گزرا تھا کہ ضرور کوئی بات ہے۔ بہرحال

میں خوش ہوں کہ اس نے حرب جیسے جوان کو اپنی زندگی کا ساتھی چنا ہے حرب بیٹا! تم جہاں کہیں بھی ہو ___ مطمئن رہو ___ عتیقہ میرے پاس تمہاری امانت ہوگی۔''

خنیس نے اپنی زنجیر کندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ہم مالک خریم اور قریع سے انتقام لئے بغیر نہ جائیں گے۔''

سردار حریم نے اپنا ہاتھ پیار سے خنیس کے کندھے پر رکھ دیا۔

''مالک اور خریم سے تو تم آج ہی رات انتقام لے سکتے ہو۔ رہا قریع بن عوف تو وہ ترمز شہر گیا ہوا ہے۔ وکیع کے کہنے پر وہ اسی پارسی توفیل کو یہ کہنے گیا ہے کہ خنیس بن یوسف آج کل بے یارو مددگار ہے۔ خراسان کا والی بھی اس کے خلاف ہے لہٰذا تم اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھاؤ اور خنیس بن یوسف سے اپنا انتقام لے لو۔ دیکھا کیسی ذلیل حرکت کی ہے وکیع نے۔ وہی توفیل تو قبیلے کے لوگوں کا قاتل ہے اور جس سے انتقام لینے کے لئے اس نے تمہیں بھیجا۔ آج وہی وکیع اس توفیل کو تمہارے خلاف اُکسا رہا ہے۔ پورے قبیلے کے لئے شرم کی بات ہے۔''

خنیس نے غصہ میں تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''میں قریع سے وہیں نبٹ لوں گا ___ جبکہ وہ ترمز سے لوٹ رہا ہوگا۔''

''وہ اکیلا نہیں۔ اس کے ساتھ بستی کے چار جوان اور بھی ہیں۔''

''خنیس بن یوسف تعداد کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب تک میری زنجیری کڑیاں ایک دوسری میں پیوست ہیں۔ جب تک میرے گھوڑے کے سم ٹھیک ہیں جب تک میرے شاہین کی پرواز لامتناہی ہے اور ___ جب تک مجھے اپنے خدا پر بھروسہ اور اعتماد ہے خنیس بن یوسف کو شکست نہیں دی جاسکتی۔ تم نے کہا تھا سردار کہ مالک اور خریم سے ہم ابھی انتقام لے سکتے ہیں کیا وہ اس وقت بستی سے باہر ہیں۔''

''ہاں ___ آج ان کی چشمے کا پانی اپنے باغ کو لگانے کی باری ہے تم اگر ہمت سے کام لو تو ان دونوں کو ان کے باغ میں ہی ختم کر سکتے ہو ___ مگر احتیاط سے ہاتھ ڈالنا۔ وہ آج کل تم سے خطرے کی بناء پر اپنے ساتھ چند جوان ضرور رکھتے ہیں ___'' خنیس اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ جو شہ نشین کے ایک طرف کھڑا تھا۔ ایک لمبی زقند لی اور دوسرے ہی لمحے وہ گھوڑے پر تھا۔ ہاتھ ہلا کر اس نے کہا۔

''اچھا سردار خدا حافظ ___ زندگی ہوئی تو پھر ملوں گا۔''

اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگادی ___ حرب بھی اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا اور دونوں مشرق کی سمت اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑانے لگے۔

ایک باغ کے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ گھوڑوں سے اتر پڑے۔ اب وہ کافی محتاط دکھائی دے رہے تھے گھوڑے انہوں نے ایک جگہ کھڑے کر دیئے اور خود اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہ دونوں پہلو بہ پہلو آگے بڑھنے لگے۔ باغ کے اندر پانچ سات مشعلیں روشن تھیں اور کچھ سائے حرکت کرتے ہوئے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

وہ ان کے ذرا قریب ہوئے۔ چار آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں مالک اور خریم بھی تھے۔ وہ پانی کی نالی کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ خنیس اور حرب جب ذرا اور آگے بڑھے تو انہیں دوسری جانب ذرا فاصلے پر دو آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ جو شائد باغ میں داخل ہونے والے بڑے راستے کی نگہداری کر رہے تھے۔

خنیس نے ان پر اپنے شاہین کو چھوڑا ___ شاہین جب ان میں سے ایک پر جھپٹ رہا تو دوسرا چاروں کی طرف بھاگا اور زور زور سے شور کرنے لگا۔

''یہیں کہیں تمہارے پاس ہی خنیس بن یوسف ہے۔ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا۔ اس نے شاہین سے ابونخیلہ کو ختم کر دیا ہے۔''

وہ چاروں کھڑے ہو گئے اور تلواریں سونت لیں ___ بھاگ کر آنے والا پانچواں بھی ان کے ساتھ آکر مل گیا۔

خنیس مشعلوں کی روشنی میں ان کے سامنے آکھڑا ہوا اس کے دائیں ہاتھ میں زنجیر تھی اور بائیں میں ڈھال ___ اس سے ذرا ہٹ کر بستی کی طرف جانے والے راستے پر سے حرب بھی ان کے سامنے نمودار ہوا۔ شاید وہ کسی کو بھاگنے کا موقعہ نہ دینا چاہتے تھے۔

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے شاہین خنیس کے کندھے پر آکر بیٹھ گیا مشعلوں کی تیز روشنی میں انہوں نے دیکھا۔ شاہین کی چونچ انسانی خون میں بھیگی ہوئی تھی وہ پانچوں دہشت زدہ ہو گئے اور پھر اس منظر میں اور زیادہ دہشت پھیل گئی۔ جب خنیس نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر وہی اپنا غیر مانوس اور بھیانک قہقہہ بلند کیا۔ خنیس اور حرب دو مختلف سمتوں سے ان کی طرف بڑھے۔

جس طرف سے حرب حملہ آور ہو رہا تھا اس طرف ان پانچوں کا دھیان کم تھا۔ ان سب کی نگاہیں زنجیر ہلاتے ہوئے خنیس پر جمی ہوئی تھیں۔ حرب نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور ان پر جھپٹ پڑا اور ایک کو ختم کرنے کے بعد وہ دوسرے پر جب حملہ آور ہو رہا تھا تو باقی تینوں کا رخ بھی حرب کی طرف ہو گیا اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ ایک لمبی جست کے ساتھ خنیس جنگ میں کودا تھا اور اس کی زنجیر فضا میں ابھرتی اور گرتی ہوئی سرسرا رہی تھی بڑی ہی آسانی کے ساتھ وہ تین کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور چوتھے کی روح حرب کی تلوار سے پرواز کر گئی تھی۔

وہ وہاں زیادہ دیر رکے نہیں۔ پانچوں کو ختم کرنے کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے اور تھوڑی دیر میں ان کے گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑتے ہوئے بستی کے پاس سے گزرتے ہوئے مشرق کی سمت جا رہے تھے۔ ان کا رخ نسف شہر کی طرف تھا۔ جہاں ترک سردار ارطبون نے ان سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

صبح صادق کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ چاندنی مدھم پڑ گئی تھی۔ دور مغرب کے افق میں چاند غروب ہوتا جا رہا تھا۔ بڑی بڑی چٹانوں کے سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ خنیس اور حرب جب بزدہ اور نسف کے درمیان بہنے والے دریا عبور کر رہے تھے۔ تو انہیں نسف شہر کے شمالی جانب پہاڑ کے دامن میں بیشمار مشعلیں جلتی دکھائی دیں۔ وہاں سردار ارطبون فروکش تھا۔ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر دونوں نے وضو کیا اور دونوں ایک چٹان پر چڑھ گئے۔

حرب قبلہ رو کھڑا ہو گیا اور اذان دینے لگا۔

اذان کے الفاظ اور خالص عربی انداز میں ہر سو موتیوں کی طرح بکھر گئے۔ وہ جب اذان ختم کر چکا اور دونوں بھائی دعا مانگنے لگے تو سردار ارطبون کے قبیلہ کی طرف سے کسی کی پرسوز اور مسحور کن آواز سنائی دی۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

وہاں بھی اذان ہو رہی تھی۔

دونوں بھائیوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں سوال جواب ہوئے۔ پھر دونوں بھائیوں نے اپنا سامان سمیٹا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھنے لگے۔ جب وہ قبیلے میں داخل ہوئے تو قبیلے کے بیشمار مرد باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے ایک کھلے میدان میں جمع تھے اور سردار ارطبون امامت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی اس کے پیچھے نماز ادا کی۔

نماز کے بعد وہ دونوں بھائی جب سردار ارطبون کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ تو قطونہ پہلے کمرے میں نماز ادا کر رہی تھی۔ خنیس کھڑا ہو کر اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ ارطبون اندر آیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں ___ کب آئے ہو؟''

خنیس اس کی طرف مڑ گیا۔

''ابھی ابھی آئے ہیں ___''

''سمرقند میں تمہیں ایک خوشخبری سنانا بھول ہی گیا تھا کہ میرا سارا قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اب تم اپنی کہو تم مارو وہ اور اپنی امی کو ساتھ کیوں نہیں لائے۔

خنیس اداس ہو گیا ___ اور اس کا سر جھک گیا۔ ارطبون مایوس ہو گیا۔

''میں تمہارا جھکا ہوا سر نہیں دیکھ سکتا ___ کہو ان پر کیا افتاد گزری ہے۔''

خنیس نے سر اوپر اٹھایا اور مختصر الفاظ میں ساری کہانی کہہ دی۔ ارطبون نے اپنی تلوار کھینچ لی۔

''قسم خدا کی اگر تم کہو ___ تو ابھی قبیلے میں کوچ کا طبل بجا دوں اور تمہارے خاندان کے قاتلوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں ___''

قطونہ جو نماز کے بعد وہیں آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ خنیس کی کہانی سن کر رو رہی تھی۔ تلوار لہراتے ہوئے ارطبون جب باہر جانے لگا تو خنیس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''نہیں سردار ___ میں ایسا نہیں چاہتا ___ میں تمہارا مشکور ہوں ___ تم دیکھو گے خنیس بن یوسف کیسے اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے ___''

ارطبون پھر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ___ خنیس نے حرب سے کہا۔

''اخی ___ تم آرام کرو۔ میں ذرا نسف شہر ہو آؤں ہو سکتا ہے یہیں سے ہی مارو وہ کا کچھ پتہ چل جائے۔ میں جب تک اسے تلاش نہیں کر لیتا۔ چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

''تم فکر نہ کرو میں جلدی لوٹ آؤں گا۔ یہاں ایسا کوئی خطرہ نہیں۔ میں صرف یہاں کی سراؤں میں اسے ڈھونڈوں گا شائد وہ یہیں کہیں ٹھہری ہوئی ہو۔''

قطونہ اس کے قریب آئی۔

''کھانا کھا کر جاؤ۔''

خنیس باہر نکل گیا۔

''مجھے بھوک نہیں ___''

آنسوؤں کی لڑیاں قطونہ کی آنکھوں سے بہہ نکلیں اور وہ واپس مڑتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

ارطبون اور حرب اسی کمرے میں لکڑی کی بھدی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

☆.....☆.....☆

شہر کی کئی سراؤں میں ماروہ کی تلاش میں دھکے کھانے کے بعد خنیس بوڑھے ارمن کی سرائے میں داخل ہوا___ اس وقت ماروہ ارمن کے کمرے میں کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی۔ خنیس کو دیکھ کر وہ بیساکھی کے سہارے لڑکھڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی اور پردے کے پیچھے ہو کر خنیس کو دیکھنے لگی۔

گھوڑا باہر باندھنے کے بعد خنیس ارمن کے کمرے میں آیا اور دکھ سے پوچھا۔

''بوڑھے ارمن___ کیا تم نے اس لڑکی کو کہیں دیکھا ہے جس کی ماں تمہاری سرائے میں کبھی قتل ہوگئی تھی جس کا نام ماروہ ہے اور جو مجھ سے محبت کرتی ہے۔''

ارمن نے کچھ دیر اسے اور تھوڑی دیر اس کے کندھے پر بیٹھے ہوئے شاہین کو دیکھا۔ پھر اس کی گردن جھک گئی اور دل پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

''تمہارے جیسے طاقت کے دیوتا کو مایوس دیکھ کر مجھے دکھ ہوا ہے۔ مجھے افسوس ہے میں نے اس لڑکی کو کہیں نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ میری سرائے میں ٹھہری ہے۔''

ماروہ ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

خنیس کی آواز کپکپا گئی۔

''کاش وہ یہیں آ کر ٹھہر جاتی___ خدا جانے کہاں ہوگی___ میں اس کی تلاش میں کونہ کونہ چھان ماروں گا۔''

ماروہ سن رہی تھی اور رو رہی تھی۔

''اچھا ارمن اگر وہ تمہاری سرائے میں آ کر ٹھہرے تو اسے ٹھہرا لینا میں تمہارے سارے واجبات ادا کر دوں گا۔''

''میں تم سے وعدہ کرتا ہوں___ کیا تم اس سے شادی کرنے والے تھے؟''

''ہاں میری زندگی میں وہ روشنی بن کر آئی تھی اور اب وہ اندھیرا پھیلا کر روپوش ہوگئی ہے۔ بوڑھے ارمن___ اس کے بغیر میرا جینا بے کار ہے میں اسے ہر جگہ تلاش کروں گا اور جب تک وہ نہیں ملتی میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''اب تم کہاں جاؤ گے؟''

''میں ترمز جا کر اسے اس کے خالو کے گھر دیکھوں گا___ کیا خبر وہ وہیں پر چلی گئی ہو___''

''پر سنا ہے وہ تو تمہارا دشمن ہے۔''

''تو کیا ہوا___ ماروہ کی خاطر میں سمندر میں بھی کود جاؤں گا۔''

جب وہ کمرے سے باہر نکلنے لگا۔ تو ماروہ کا جی چاہا بھاگ کر اس سے لپٹ جائے اور پھوٹ پھوٹ کر اسے اپنی ساری روئیداد سنا دے مگر جانے کیا وہ سوچ کر خاموش رہی اور دروازہ تھام کر رونے لگی۔

خنیس جب سرائے سے باہر نکل آیا تو وہ بھی باہر آئی اور اسے سامنے والے پہاڑوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔

جب وہ پہاڑ پر چڑھنے کے بعد اس کے دوسری جانب اتر کر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو ماروہ بے حد اداس ہوگئی۔ بیساکھی ٹیکتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ تھام کر دکھ سے اس نے کہا۔

''الٰہی تو نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا۔ یہ کیسا ظلم ہے۔ میرے مالک کہ خنیس جو میری زندگی کا حاصل ہے میں اسے خنیس کہہ کر نہیں پکار سکتی___'' لڑکھڑا کر وہ آگے بڑھی اور بستر پر گر کر سسک کر رو دی۔

خنیس واپس قبیلہ میں آیا، حرب قطونہ اور ارطبون خیمے میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ نوطس شائد دوسرے کمرے میں تھا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ قطونہ خنیس سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر وہ خاموش تھا۔ سمندر کی طرح___ وہ اداس تھا۔ قفس میں بند طائر کی مانند، حرب کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بجھے ہوئے لہجہ میں کہا۔

''میں ترمز جا رہا ہوں اخی___ شائد ماروہ وہیں چلی گئی ہو۔''

حرب کھڑا ہوگیا۔

''میں بھی چلوں گا۔''

''چلو پھر___''

دونوں اٹھ کر باہر آئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مشرق کی طرف بڑھنے لگے۔ ارطبون، قطونہ اور نوطس میں سے کوئی بھی انہیں روکنے کی ہمت نہ کر سکا۔

☆.....☆.....☆

خنیس نے ترمز کے شاہک کے دروازے پر دستک دی، شاہک نے خود دروازہ کھولا اور خنیس سے بغلگیر ہوتے ہوئے شکوہ کیا۔

"کافی عرصہ بعد لوٹے ہو ___ آؤ بیٹھو۔"

وہ اسے اندر کھینچنے لگا۔

"پہلے ایک کام کرو ___ میں جلدی میں ہوں۔ توفیل کے ہاں جا کر پتہ کرو۔ مارو وہ تو وہاں نہیں آئی۔"

شاہک اسے کھینچ کر اندر لے گیا۔

"تم بیٹھو ___ میں ابھی پتہ کر کے آتا ہوں ___"

شاہک نے خشک پھلوں سے بھری ہوئی ایک طشتری ان دونوں بھائیوں کے سامنے رکھ دی اور خود باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آیا اور خنیس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مارو یہاں نہیں آئی۔"

خنیس کھڑا ہو گیا۔

"ہم اب چلتے ہیں ___"

شاہک نے روکنا چاہا۔

"شام ہونے والی ہے۔ رات یہیں بسر کرو صبح کوچ کر جانا۔"

"نہیں۔ میری قسمت میں اب کہیں رکنا نہیں لکھا۔"

"ایک اور بات سنو ___"

"کہو۔"

"توفیل کے آدمی پھر تمہاری تلاش میں سرگرم ہیں۔"

خنیس نے بے پرواہی سے کہا۔

"ایسے آوارہ کتے میرے پیچھے بہت بھاگتے پھرتے ہیں۔ میں جب چاہوں انہیں اپنی زنجیر گھما کر بھگا دیتا ہوں ___ خدا کی قسم توفیل اگر میرے راستے کی رکاوٹ بنا تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔"

دونوں بھائی باہر نکل گئے۔ گلی میں آ کر حرب نے پوچھا۔

"اب کدھر ___؟"

خنیس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کش شہر کی طرف جاتے ہیں ___ شائد وہیں مل جائے۔"

"گھوڑوں کو آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے انہوں نے دریائے زنیل عبور کیا۔ پھر پہاڑی سلسلے میں سے گزر کر کش کی طرف جانے والی شاہراہ پر وہ اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

شام کے سرمئی سائے جب پھیل رہے تھے اور تاریکی بڑی بڑی چٹانوں کا منہ چڑانے لگی تھی۔ انہیں اپنے سامنے اسی شاہراہ پر پندرہ بیس سوار آتے دکھائی دیئے۔ وہ پوری طرح مسلح تھے اور گھوڑوں کو مارتے بھگاتے آ رہے تھے۔ وہ جب ان دونوں بھائیوں کے نزدیک آئے تو خنیس نے اپنی زنجیر اور ڈھال کھینچ لی۔ حرب بھی حالات کا مقابلہ کرنے کی خاطر مستعد ہو چکا تھا۔

وہ بیس سوار ان کے اپنے قبیلے کے تھے ان میں قریع بن عوف بھی تھا جن کی انہیں تلاش تھی اور شائد وہ سب مالک بن نویرہ اور خریم بن نویرہ کا انتقام لینے کے لئے ان دونوں بھائیوں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کے بعد وہ ازلی دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ وہ سب دونوں بھائیوں کا محاصرہ کرنے لگے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ ان کے چاروں طرف پھیلتے جا رہے تھے۔ خنیس ان کی ایک ایک حرکت کا بڑی گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا۔

سرگوشی کے انداز میں خنیس نے حرب سے کہا۔

"آج کا دن سخت ترین دن ہوگا ___ قبیلے نے بہادر اور شجاع ترین بیس جوان ہمارے سامنے لا کھڑے کئے ہیں۔ اگر تم ہمت نہ ہارو تو ہم ان سے بچ کر نکل سکتے ہیں گو وہ میرے ہر طریقہ جنگ سے خوب واقف ہیں پھر بھی میں انہیں یوں ہانک دوں گا جس طرح گڈریا اپنے ریوڑ کو ہانکتا ہے جنگ کے دوران میرے قریب قریب رہنا اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یہ ہمارے لئے نقصان دہ ہوگا ___"

حرب نے اپنے سر پر خود درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

"جب تک تم میرے ساتھ ہو ___ مجھے فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں لوگوں کی نگاہوں میں تم طاقت کے دیوتا ہو ___ اور جو بھی تم سے ٹکراتا ہے۔ وہ ہمیشہ شکست کھا جاتا ہے۔"

خنیس نے اپنی زنجیر لہرائی۔

"تیار ہو جاؤ ___ وہ دائرہ تنگ کرتے جا رہے ہیں ___ میں انہیں دور ہی روکنا چاہتا ہوں ___"

اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک طرف حملہ آور ہوا۔

حرب اس کے پہلو بہ پہلو تھا۔ وہ سب بھی اسی طرف سمٹے جس طرف وہ دونوں حملہ آور

ہوئے تھے۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ خنیس کے حملہ کرنے کا انداز نیا اور نرالا تھا۔ وہ پہلے بائیں ہاتھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن اپنے گھوڑے کو بجلی کی سی تیزی سے موڑ کر وہ اپنی پشت پر حملہ آور ہو گیا اور وہاں سے جو سوار تیزی سے سمٹ رہے تھے اس اچانک حملے کی تاب نہ لا سکے۔

چار خنیس کی زنجیر ایک حرب کی تلوار اور ایک شاہین کا شکار ہو گئے مگر وہ بھی عیار نکلے جوں ہی خنیس اور حرب محاصرہ توڑ کر نکلے ان سب نے ایک ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور زبردستی ان دونوں کو دو علیحدہ علیحدہ گروہوں سے لڑنے پر مجبور کر دیا۔ خنیس لڑتا لڑتا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اسی طرح حرب بھی لڑتا لڑتا اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ دونوں بھائی پہاڑی سلسلہ میں ایک دوسرے کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

خنیس بے چارہ حرب کے متعلق بہت فکرمند تھا اور پھر حرب کی نسبت اس پر حملہ آور ہونے والوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔

حرب کی دوری کا خیال آتے ہی وہ اپنی زنجیر ہلا ہلا کر ایک نئے ولولہ کے ساتھ حملہ آور ہونے لگا تھا۔ اب وہ ڈھال سے بھی وار کرنے لگا تھا اس کا شاہین بھی دشمن پر جھپٹ پڑا تھا۔

آدھ گھنٹے کی مسلسل نبرد آزمائی کے بعد وہ اپنے مقابلے میں لڑنے والے دس جوانوں کو زیر کر کے انہیں ختم کر چکا تھا اور جب وہ اپنا گھوڑا دوڑتا ہوا اس سمت آیا جدھر حرب لڑتا ہوا اس کی نگاہوں سے غائب ہوا تھا۔ تو ذرا آگے آ کر وہ دنگ رہ گیا وہاں لڑنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ صرف پتھروں کے بیچ میں حرب کی لاش پڑی ہوئی تھی اور حرب کا سر غائب تھا۔ شاید وہ کاٹ کر لے گئے تھے۔

خنیس جذبات کے دباؤ تلے پاگل سا ہو گیا اور بڑے بھائی کی لاش سے لپٹ کر وہ سسک پڑا۔

کافی دیر تک وہ حرب کی لاش سے بے سدھ لپٹا رہا ___ پھر اٹھا۔ زین سے بندھے ہوئے کلہاڑے اور خنجر کی مدد سے پہاڑ کے دامن میں گڑھا کھودا اور حرب کی لاش کو دفنا دیا ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اس کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور جنگلی گلاب کے پھول توڑ کر قبر پر بکھیر دیئے۔ اپنی عبا سے آنسو پونچھتا ہوا وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا بڑی ہی بدولی سے وہ اس پر سوار ہوا اور اسے نسف کی طرف جانے والی شاہراہ پر ڈال دیا۔

☆.....☆.....☆

آدھی رات کے قریب اس نے نسف میں بوڑھے ارمن کی سرائے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ کھولا ___ خنیس اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اس کے سامنے کھڑا تھا اس کا پورا لباس خون آلود تھا اور وہ اداس تھا۔

ارمن ایک طرف ہٹ گیا اور خنیس چپ چاپ اندر داخل ہو گیا۔ گھوڑا طویلے میں باندھ کر

وہ بڑی خاموشی کے ساتھ ارمن کے کمرے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

بوڑھا ارمن بھی سرائے کا دروازہ بند کر کے وہاں آ گیا اور اس کی حالت دیکھ کر اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"طاقت کے دیوتا۔ کیا تم پھر ماروہ کی تلاش میں میری سرائے میں آئے ہو ___ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے کسی جنگ سے لوٹ رہے ہو ___"

ساتھ والے کمرے میں سوئی ہوئی ماروہ یہ گفتگو سن کر جاگ اٹھی تھی اور اندھیرے میں دروازے کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

خنیس خاموش رہا۔ ارمن پھر بولا۔

"طاقت کے دیوتا ___ کیا کسی نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے اور تم اس سے انتقام لینے کے لئے نکلے ہو۔"

خنیس کا جھکا ہوا سر اوپر اٹھ گیا۔

"تم نے ٹھیک سوچا ہے ارمن ___ میرے قبیلے والوں نے پہلے میری ماں بھائی بھاوج اور خالہ کو قتل کر دیا تھا اور آج انہوں نے میرے ساتھ اس بھائی کو بھی قتل کر دیا ہے جو اس دنیا میں میرا واحد سہارا تھا۔ میں اپنے قبیلے کے لوگوں سے انتقام کی خاطر نکلا ہوں مجھے ایک کمرہ دے دو میں صبح سویرے یہاں سے کوچ کر جاؤں گا اور کل پورا دن سفر کر کے اگلی رات میں اپنے قبیلے میں جا کر خون کا کھیل کھیلوں گا۔"

ماروہ یہ خبر سن کر گرتے گرتے بچی تھی ___ لنگڑاتی ہوئی وہ اپنے بستر پر جا گری اور بستر میں منہ دے کر رونے لگی تھی۔ ارمن نے پوچھا۔

"آج تمہارا بھائی کیسے قتل ہوا؟"

"قبیلے کے بیس جوان کش کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہمارے مقابلے میں آ کھڑے ہوئے تھے ان میں سے زیادہ کو میں نے ختم کر دیا لیکن ہائے افسوس ان کے کچھ ساتھی میرے بھائی کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر لے گئے۔"

ارمن نے ہمدری سے کہا۔

"تمہارے حالات سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا ہے ___ سنو طاقت کے دیوتا ___ مجھے یقین ہے کہ ایک روز تم اپنے ہر دشمن پر قابو پا لو گے ___"

خنیس نے کہا۔

"مجھے کمرہ دے دو ___ میں آرام کرنا چاہتا ہوں ___ صبح میں نے پھر کوچ کرنا ہے

میرے گھوڑے کے دانے چارے کا بھی خیال رکھنا۔"

ارمن نے اسے کمرہ دے دیا اور وہ جا کر آرام کرنے لگا۔

دوسرے روز ماروہ جب اٹھی تو ہچکچاتی اور ادھر ادھر دیکھتی ہوئی وہ ارمن کے کمرے میں آ گئی۔

ارمن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی ہو بیٹی؟"

ماروہ بجھی ہوئی تھی۔

"رات یہاں خنیس بن یوسف آیا تھا نا۔"

"ہاں آیا تھا ___ مگر چلا گیا۔"

ماروہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"کب؟"

"صبح جبکہ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ وہ یہاں سے جا چکا ہے۔ کیا تم وعدہ توڑ کر اس سے ملنا چاہتی تھی ___"

"نہیں میں اسے دیکھنا چاہتی تھی ___ میں اس کے سامنے نہیں آؤں گی۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے میں دنیا کے ہر شخص کی نفرت برداشت کر سکتی ہوں ___ مگر خنیس بن یوسف کی نہیں ___"

"وہ بہت پریشان تھا ___ اس کی ماں بہن اور بھائی بھاوج وغیرہ قتل ہو گئے اور جو ایک بھائی بچا تھا۔ وہ بھی قتل ہو گیا ہے۔"

ماروہ رو رہی تھی۔

"میں سن چکی ہوں۔"

"کب؟"

اس نے حیرت سے پوچھا۔

"رات جب وہ آیا تھا تو اس کی آواز سن کر میں جاگ گئی تھی ___ جاتے ہوئے اس نے بتایا نہیں ___ وہ کہاں سے آیا ہے اور کدھر جائے گا۔"

"ہاں کوچ کے وقت ا ں نے طویلے میں مجھ سے گفتگو کی تھی وہ ترمز کی طرف سے آیا ہے اور اب اپنی بستی کی طرف گیا ہے۔ وہ ان لوگوں سے انتقام لے گا جنہوں نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا ___ وہ بہت جذباتی ہو گیا تھا۔ کہہ رہا تھا قبیلے میں بہت سے لوگ ہیں جن سے اس نے انتقام لینا ہے ___ اور وہ کہتا تھا۔ میں یزید بن مہلب اور اس کے بھائی حبیب سے بھی انتقام

لوں گا۔"

ماروہ نے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے۔

"کعبہ کا رب اسے اپنی امان میں رکھے ___" ماروہ پیچھے ہٹی اور بیساکھی سے ٹک ٹک کی آواز پیدا کرتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

شام جب ڈھل گئی تھی اور اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔

خنیس فقیروں اور مانگنے والوں کے بھیس میں اپنی بستی میں داخل ہوا اس نے اپنے شاہین اور آہنی زنجیر کو ایک میلی کچیلی سی تھیلی میں ڈال رکھا تھا۔ جو اس کے کندھے سے لٹک رہی تھی۔

بستی کے دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ چکرا کر رہ گیا ___ دروازے کے اوپر ایک بڑی مشعل روشن تھی اور ایک لکڑی سے اس کے ساتھ بندھا ہوا حرب کا خون آلود سر لٹک رہا تھا اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آگے بڑھ گیا۔

تاریکی میں جب وہ گلی کا موڑ مڑ رہا تھا تو پیچھے سے کسی نے اسے پکارا۔

"اخی۔"

خنیس کھڑا ہو گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔

"اخی ___ میں ہوں عتیقہ ___"

خنیس اس کے قریب آیا اور بجھی ہوئی دھیمی آواز میں پوچھا۔

"تم نے مجھے کیسے دیکھ لیا؟"

"میں باغ سے تمہارا تعاقب کر رہی ہوں جب تم نے اپنا گھوڑا باندھا اور لباس تبدیل کیا تھا تو میں وہیں شہ نشین کے ایک طرف چھپی بیٹھی تھی۔ مجھے یقین تھا آج رات تم ضرور آؤ گے۔ تم کس ارادے سے بستی میں داخل ہوئے ہو یہ میں بھی جانتی ہوں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے سے قبل میرے ساتھ آؤ۔"

خنیس اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

عتیقہ اپنے گھر میں داخل ہو گئی اور اسے بھی اندر آ جانے کو کہا۔ گھر پر کوئی بھی نہ تھا۔ خنیس نے پوچھا۔

"سردار کہاں ہے؟"

"وہ خفیہ طور پر قبیلے میں اپنے طرفداروں کو آج یہاں جمع کر رہے ہیں اور سردار وکیع کے خلاف کوئی فیصلہ کن بات کریں گے۔"

عتیقہ کی آواز ایسی تھی جیسے کوئی بے بس عورت صدیوں روتی رہی ہو اور اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑتی جارہی ہو___

"میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں اخی___"

خنیس فکرمند ہوگیا اور اس کی گردن آپ ہی آپ جھک گئی۔

"پوچھو___"

"حرب کہاں ہے؟"

عتیقہ رو پڑی تھی۔

خنیس خاموش رہا اور گردن جھکائے رکھی___ عتیقہ کھل کر رو دی اور اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

"حرب کہاں ہے اخی___ کیا اس کی حفاظت میں نے تمہیں نہ سونپی تھی۔"

خنیس پھر بھی بت بنا کھڑا تھا۔ تاہم اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں تھیں عتیقہ روتے روتے چلا اٹھی۔

"حرب میرا سہاگ تھا اخی___ اور ایک بہن اپنے بھائی سے اپنا سہاگ مانگتی ہے۔"

خنیس ہونٹ کاٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ اپنی عبا کے اندر ہاتھ ڈال کر اس نے ایک چمکتا ہوا خنجر نکالا اور اسے عتیقہ کی طرف بڑھاتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں مجرم ہوں___ میں گناہ گار ہوں___ میں قاتل ہوں تمہارے سہاگ کا۔ یہ خنجر لو اور اسے میرے سینے میں اتار دو___ مجھ جیسے بدبخت انسان کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ جو اپنے بھائی کی حفاظت نہ کرسکا۔ لو___ لے لو یہ خنجر میں خوشی سے تمہیں اپنا انتقام لینے کی اجازت دیتا ہوں___"

عتیقہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور خنیس سے لپٹ گئی۔

"یہ کیا ہوگیا ہے اخی___ تقدیر ہم پر اتنی نامہربان کیوں ہے۔"

باہر گلی میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور خنیس علیحدہ ہوکر دروازے کی طرف لپکا۔ کوئی بالکل قریب آگیا تھا۔

خنیس دروازے کے پیچھے چھپ گیا۔

سردار حریم اندر داخل ہوا___ اور بوجھل سی چال چلتا کمرے کی طرف چلا گیا۔ خنیس اس سے بات کر کے شائد اپنا وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے لپک کر وہ گلی میں آیا اور اندھیرے

میں آگے بڑھنے لگا۔

ایک دروازے پر اس نے مانگنے کی صدا لگائی ایک شخص روٹی کا ٹکڑا اٹھائے اس کی طرف آیا۔ یہ ان پانچوں میں سے ایک تھا جس نے حرب کا سر کاٹا تھا۔ جوں ہی وہ روٹی کا ٹکڑا خنیس کو دینے لگا۔ خنیس نے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے ختم کر کے اس کی لاش ایک تنگ اور تاریک گوشے میں پھینک دی۔

وہ پھر آگے بڑھا___ اور چند گھر چھوڑ کر ایک اور دروازے پر دستک دی۔ وہاں سے ایک بچی اس کے لئے روٹی لائی۔ شائد یہ دوسرے قاتل کا گھر تھا۔ مگر وہ خود باہر نہ آیا تھا___

خنیس نے روٹی لے لی اور بچی کو کچھ نہ کہا۔

اس طرح وہ پانچ میں سے دو قاتلوں کو ختم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ جو قتل ہوئے تھے۔ اس میں قریع بھی عوف بھی تھا۔

اتنے میں بستی کے اندر شور مچ گیا اور لوگ کیا مرد کیا عورتیں بستی کے دروازے کی طرف بھاگنے لگے تھے۔ وہ بھی ان کے اندر دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔ بیشمار مخلوق دروازے کے پاس جمع تھی۔ کچھ مرد دروازے کے اوپر چڑھے ہوئے تھے اور کسی کی لاش اتارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ خنیس کے پاس کھڑی ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا۔

"کیا ہوا بہن؟"

اس عورت نے دکھ سے کہا۔

"حرب کے قتل ہوجانے پر سردار حریم کی لڑکی عتیقہ نے دروازے سے رسی باندھ کر خودکشی کرلی کیونکہ وہ حرب بن یوسف سے محبت کرتی تھی اور اب لوگ اس کی لاش اتار رہے ہیں۔"

خنیس گھبراہٹ میں آگے بڑھا۔ عتیقہ کی لاش نیچے اتار لی گئی تھی۔ خنیس لاش کے قریب گیا۔ عتیقہ کے گلے میں دھاگے سے بندھا ہوا ایک کاغذ لٹک رہا تھا جس پر کچھ لکھا تھا جسے لوگ پڑھ ہی رہے تھے۔

مشعل کی تیز روشنی میں خنیس نے بھی لکھا دیکھا۔

یَااَھْلُ الْقَرْیَۃِ قَدْظُلِمْتُمْ عَلَیْنَا

"اے بستی والو___ تم نے ہم پر ظلم کیا ہے۔"

قریب ہی سردار حریم چٹان کی مانند خاموش کھڑا تھا۔ وہ ہونٹ کاٹ رہا تھا اور تلوار کے دستے کو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ خنیس اس منظر کی تاب نہ لاسکا۔ وہ آنسو پونچھتا ہوا باہر نکل گیا اور سردار حریم کے باغ کی طرف بڑھنے لگا۔ جہاں اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

آدھی رات کے قریب جبکہ بنی تمیم کی بستی فرہار میں مکمل سکوت اور خاموشی تھی۔ قبیلے کے ان گنت جوان سردار حریم کے گھر پر جمع تھے اور سب آپس کے صلاح مشورہ میں مصروف تھے ظاہر یہی کیا گیا تھا کہ وہ لوگ عتیقہ کا افسوس کرنے کی خاطر وہاں جمع ہوئے ہیں۔ لیکن اصل مقصد کچھ اور تھا۔ سردار حریم اندر ہی اندر سردار وکیع کے خلاف بغاوت کر چکا تھا ___ ایک جوان نے ذرا بلند آواز سے کہا۔

''سردار ہم تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتے ہیں ___ واللہ اگر تم کہو تو ہم تمہارے دشمن کا سر کاٹ کر تمہارے قدموں میں لاکر پھینک دوں۔''

سردار حریم نے کھڑے ہو کر کہا۔

''میں تمہارا سردار نہیں خادم ہوں ___ کیا تم مانتے ہو کہ سردار وکیع نے ہمارے ساتھ کتنی زیادتیاں کی ہیں اس نے خنیس بن یوسف جو اس قبیلے کا شاہین تھا رسوا کیا۔ اس کے خاندان کو قتل کروا دیا۔ یہی نہیں اس نے خراسان کے فاتح قتیبہ بن مسلم کو قتل کیا اب ہم پر یزید بن مہلب کو مسلط کر دیا گیا ہے تاکہ ہم بول ہی نہ سکیں۔''

سردار حریم کی آواز بھرتی جا رہی تھی۔

''سنو میرے جاں نثارو ___ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے کون سا اچھا کام کیا ہے اس نے سندھ کے معصوم اور نوعمر فاتح محمد بن قاسم کو قتل کرا دیا۔ اس نے افریقہ اور اندلس کے بزرگ فاتح موسیٰ بن نصیر کو ختم کرا دیا۔ اس نے اس فاتح چین اور ایشیائے کوچک قتیبہ بن مسلم کو بھی قتل کروا دیا۔

حریم بھر گیا۔

''سنو قبیلے والو ___ سلیمان بن عبدالملک نے اسلامی فتوحات کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ اس نے اسلام کے نام پر بٹہ لگایا ہے وہ قاتل ہے وہ ناعاقبت اندیش ہے۔ میں اس کی بیعت فسخ کرتا ہوں اور اس کے مقرر کردہ والی یزید بن مہلب کے ہر حکم کو ٹھکرانے کا اعلان کرتا ہوں۔''

سب نے مل کر زور سے کہا۔

''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم ہمارے بزرگ باپ اور سردار ہو۔''

سردار حریم نے چلا کر کہا۔

''وکیع میری اکلوتی بیٹی عتیقہ کا قاتل ہے خدا کی قسم میں اس سے اس طرح انتقام لوں گا جس طرح گدڑیئے کے ہاتھوں زخمی بھیڑیا اس کے ریوڑ سے لیتا ہے میں تم سب کو تلقین کرتا ہوں کہ

قبیلے میں وکیع کے خلاف پرچار کرتے رہو اور وہ دن دور نہیں جب ہم اس فاسق سردار سے بھرپور انتقام لے سکیں گے۔''

ایک جوان نے اٹھ کر صلاح پیش کی۔

''ہمیں کسی طرح خنیس کو ڈھونڈ کر اپنے ساتھ ملا لینا چاہئے اس طرح سردار وکیع کے حلیفوں میں بددلی پھیل جائے گی اور اس کے طرفداروں کی تعداد کم ہو جائے گی۔''

سردار حریم نے اسے تسلی دی۔

''اس کی تم فکر نہ کرو ___ خنیس میرے ہاتھ میں ہے میں کسی مناسب موقعہ پر اسے بستی میں آنے کی دعوت دوں گا۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ کون اسے یہاں آنے سے روکتا ہے۔ خدا کی قسم جس نے بھی اس کے یہاں آنے پر اعتراض کیا میں اس کی گردن کاٹ دوں گا اب تم لوگ جاؤ اور دن رات محنت کر کے اپنے ساتھیوں اور حلیفوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرو۔''

سب اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

خنیس لگاتار چار سال تک ماروہ کو ڈھونڈتا رہا۔ مگر ماروہ اسے کہیں نہ ملی۔ اس نے خراسان کی ایک ایک سرائے چھان ماری مگر ماروہ کہاں؟ اس دوران سلیمان بن عبدالملک مر چکا تھا اور عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بن چکے تھے۔ سلیمان کے آخری ایام میں یزید بن مہلب نے سلیمان کو ایک بڑی آمدنی کی خبر دی تھی مگر ابھی یہ رقم بھجوائی نہ گئی تھی کہ سلیمان مر گیا اور اس کی جگہ عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بن گئے۔

آپ نے یزید سے اس رقم کا مطالبہ کیا ___ یزید نے انکار کر دیا جس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا تھا۔ یہ ساری کارروائی سردار حریم کے حق میں تھی اور اس کے ساتھیوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔

دوسری طرف سردار وکیع بھی خاموش بیٹھا ہوا نہ تھا۔ حکومت میں یزید بن مہلب کے کچھ آدمی ایسے تھے جو سردار وکیع کی حمایت میں تھے۔ لہٰذا وکیع کا پلہ ابھی تک سردار حریم کے لئے بھاری ہی تھا۔ تاہم حریم اپنی کوشش میں لگا ہوا تھا اور اندر ہی اندر بغاوت کے شعلے بھڑکا کر وہ وکیع کی شان و شوکت کو کم کرتا جا رہا تھا۔

خنیس اب ان حالات سے بے خبر ماروہ کی تلاش میں جگہ جگہ گھومتا پھر رہا تھا ماروہ کی تلاش کو اس نے اپنا مقصد بنا لیا تھا۔ سردار ارطبون سے ملے بھی اسے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ بہرحال ماروہ کی تلاش نے اسے ہر چیز سے بے خبر کر دیا تھا۔

ایک روز وہ سمرقند سے نکلا اور پورا دن سفر کرتا ہوا کش شہر میں داخل ہوا۔ اس کی عبا میلی تھی اور پوستین پھٹ چکی تھی۔ پہاڑوں پر اس روز خوب برف پڑی تھی اور خشک ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ شاید وہ تھکا ہوا تھا یا سردی کی لہر نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔

شام ہونے والی تھی اور وہ سرائے میں داخل ہوا۔ صحن میں آ کر وہ گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ اسے اپنے چاروں طرف مکروہ قہقہے سنائی دیئے۔ بجلی کی سی پھرتی سے اس نے چاروں طرف دیکھا ___ باغر کا چھوٹا بھائی برقہ اپنے بہترین ساتھیوں کے ساتھ اس کا محاصرہ کر چکا تھا وہ سب مسلح تھے اور لڑنے مرنے پر تیار تھے۔

خینس نے اپنی آہنی زنجیر سنبھال لی اور بڑی ہی خونخوار سے وہ ان کی طرف دیکھنے لگا تاہم اس کی حرکات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ خوب تھکا ہوا ہے۔ وہ سب شائد اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے۔

برقہ آگے بڑھا اور بڑے کراہت آمیز لہجے میں کہا۔

''تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ خاموشی سے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو ___ یاد رکھو تمہیں گرفتار کرنے کے لئے میں نے پندرہ ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا ہے جو پورے خراسان میں بے مثل اور لاجواب ہیں۔ قبل اس کے کہ یہ مار مار کر تمہاری ہڈیاں توڑ دیں۔ اپنی زنجیر پھینک دو اور جو میں کہوں اس پر غیر مشروط طور پر عمل کرو۔''

ایک خوفناک سرسراہٹ کے ساتھ خینس نے اپنی زنجیر فضا میں لہرائی اور ساتھ ہی برقہ کی طرف دیکھ کر وہ غرایا۔

''تم نادان ہو ___ زندگی اور موت کے ایسے کھیل میں بہت کھیل چکا ہوں۔ یاد رکھو! خینس بن یوسف نے دشمن کے سامنے یوں جھکنا نہیں سیکھا۔ میں جس روز موت بن کر تمہاری طرف بڑھوں گا۔ اس روز تمہارے یہ پندرہ کرائے کے آدمی بھی تمہاری حفاظت نہ کرسکیں گے میرا راستہ چھوڑ دو اور مجھے میرے حال میں رہنے دو۔ میں پرانی عداوتوں کو بھول چکا ہوں میں کسی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں مجھے اب لڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں ___ جاؤ اپنا کام کرو ___''

برقہ آگے بڑھ آیا۔

''ہم جانتے ہیں کہ تم مارودہ کو تلاش کر رہے ہو۔ مگر تم میرے بھائی کے علاوہ ہمارے ان گنت جوانوں کے قاتل ہو سو تم سے انتقام ہم پر فرض ہے۔'' اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

''پکڑ لو اسے ___ اور ہر حال میں اسے زندہ گرفتار کرلو ___ میں اسے ایسی موت ماروں گا۔ جس سے انسانی روح بھی کانپ اٹھے۔''

وہ سب اس پر حملہ آور ہوگئے۔ وہ اپنی آہنی زنجیر کے ساتھ بڑی مہارت سے اپنا دفاع کرتے ہوئے بار بار جارحانہ حملے بھی کر رہا تھا۔ پندرہ مسلح نوجوانوں کے درمیان گھرا ہوا وہ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے بھیڑوں کے ریوڑ میں خونی بھیڑیا۔

یقیناً اس نے ان سب کو مار مار کر ختم کر دیا ہوتا۔ مگر ہائے بدبختی! قریب ہی چھت سے اچانک اس پر پتھروں کی بارش شروع ہوگئی شائد یہ سب کچھ پہلے سے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کیا گیا تھا۔ پتھروں کی بارش میں بھی وہ کافی دیر جوجھتا رہا آخر اس کا بدن لہولہان ہوگیا اور وہ لڑکھڑانے لگا۔ اسی لمحے حملہ آوروں کی تلواروں کے ان گنت دستے اس کی گردن اور سر پر پڑے اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔

☆.....☆.....☆

وہ جب ہوش میں آیا۔ تو اپنے آپ کو ایک تہہ خانے میں پایا جس کے اندر ایک کولہو لگا ہوا تھا اور ایک کونے میں سرسوں کے دانوں کا ڈھیر تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چند ہی فٹ کے فاصلے پر اس کا شاہین بیٹھا تھا اس کی آنکھوں میں وہ پہلی جیسی چمک نہ تھی اس نے اپنے آپ کا جائزہ لیا۔ بدن پر کوئی ہتھیار نہ تھا۔ عبا کے اندر ایک خنجر رہ گیا تھا۔

شائد انہیں وہ نظر نہ آیا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے میں صرف ایک روشن دان تھا جس میں موٹی موٹی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ سرسوں کے پاس پڑی ہوئی ایک لکڑی کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے اس نے روشن دان سے باہر دیکھا اور وہ اس جگہ کو پہچان گیا۔ جہاں اسے بند کیا گیا تھا۔

یہ کش شہر ہی تھا۔ جس سے صرف ایک فرلانگ کے باہر جوانوں کو جنگی تربیت دینے کے لئے ایک تربیت گاہ تھی جس میں کئی چار دیواریوں میں گھرے ہوئے میدان اور تہہ خانے تھے۔ ان ہی تہہ خانوں میں سے ایک کے اندر خینس کو قید کیا گیا تھا۔

وہ نیچے اترا ___ اور لکڑی اٹھا کر وہیں رکھ دی ___ وہ پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے تہہ خانے کا جائزہ لے رہا تھا کہ باہر قدموں کی چاپ سنائی دی ___ تو وہ پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد برقہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اندر آیا اور خینس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہوش ٹھکانے آگئے۔ لو آج سے ہی تمہاری سزا شروع پھر دیکھنا ہم تم جیسے بھیڑیئے کا کیا حشر کرتے ہیں___''

پھر اس نے ایک ادھیڑ عمر شخص کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کو اس کے کام پر لگا دو___''

برقہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اس بوڑھے کے ساتھ چند مسلح جوان رہ گئے تھے جو تہہ خانے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

بوڑھا اس کے قریب آیا اور بڑی سختی سے کہا۔

''اٹھ جاؤ جوان___''

خنیس اس کے چہرے سے تاڑ گیا تھا کہ وہ اپنے چہرے پر مصنوعی سختی لایا ہے ورنہ اندر ہی اندر وہ اس کے لئے ہمدردی کے جذبات رکھتا تھا۔

خنیس اٹھ کر کھڑا ہو گیا___ بوڑھا اس کا ہاتھ پکڑ کر کولہو کی طرف لے گیا اور لوہے کی بھاری بیڑیاں پہنانے کے بعد اس پر ساز کس دیا اور کولہو میں جوتتے ہوئے کہا۔

''یہ جو سرسوں پڑی ہے اس کو پیس کر تیل نکالنا ہے۔ یہ تمہارا روز کا کام ہوگا اور روزانہ اتنی سرسوں یہاں آجایا کرے گی۔''

سپاہیوں کی نظر بچا کر بوڑھا خنیس کے کان کے پاس منہ لے گیا اور ہمدردی سے خنیس سے کہا۔

''میں تمہارا ہمدرد ہوں___ تم بھی کسی کی ماں کے لال ہو۔ یہ لوگ تمہیں صرف ایک وقت تھوڑا سا کھانا دیں گے تاکہ تم زندہ نہ رہ سکو۔ ایک ہفتہ بعد جبکہ تم کمزور ہو جاؤ گے یہ تمہیں مقابلے کے لئے باہر نکالیں گے اور تمہارے مقابلے میں کوئی طاقت ور ترین جوان لائیں گے جو تمہیں بھرے میدان میں سسکا سسکا کر ختم کر دے گا۔ اس سے پہلے بھی یہاں بہت سے بدبخت جوان آئے جو برقہ اور اس کے بڑے بھائی باغر کے دشمن تھے اور سب موت کا لقمہ بن گئے۔ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے یہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے___ اب ان حالات سے نمٹنا تمہارا کام ہے۔ سنو___ میرا نام خیزر ہے___ میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میں تمہارے لئے ہمدردی رکھتا ہوں تو وہ میری گردن اڑا دیں۔''

بوڑھا جب پیچھے ہٹا تو دو غلام اندر آئے۔ ایک بوسیدہ سے کئی لحاف اٹھائے ہوئے تھا اور دوسرا لکڑیوں کا گٹھا___

دونوں چیزیں انہوں نے فرش پر پھینک دیں اور آگ روشن کر کے باہر نکل گئے۔ ان کے

پیچھے پیچھے خیزر بھی سپاہیوں کے ساتھ باہر چلا گیا اور تہہ خانے کا بھاری آہنی دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

خنیس کو زندگی میں پہلی بار بیڑیاں پہننا پڑی تھیں___ لہٰذا اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔ بہرحال اس نے سرسوں کو لہو میں ڈالی اور کولہو کھینچنے لگا۔ شام تک وہ کولہو کھینچتا رہا___ پورا دن اسے کسی نے کھانا نہ دیا۔ شام سے ذرا پہلے دروازہ پھر کھلا۔ چند مسلح جوان اندر آئے پہلے جتنی سرسوں اور اندر پھینک گئے اور جو تیل نکلا تھا۔ اٹھا کر لے گئے۔ ساتھ ہی وہ خنیس کے آگے تھوڑا سا کھانا بھی رکھ گئے۔ جو اس کی بھوک سے چار گنا کم تھا۔

پورا کھانا وہ دو ہی لقموں میں کھا گیا اور پھر اٹھ کر کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ لوہے کی بیڑیاں چلتے ہوئے کھنکھنا رہی تھیں۔ اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی اور اس کا ذہن پوری طرح کام نہ کر رہا تھا۔

''تہہ خانے میں چلتے چلتے اس کی نظر کھلی پر پڑی اس نے چند لقمے کھلی کے لے کر کھائے پھر چھوڑ دیئے___ پھر سوچا___ کولہو میں سرسوں ڈالی اور ساز پہن کر کولہو کو چلانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کھڑا ہو گیا___ ساز علیحدہ کیا___ تیل کے برتن کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر سارا تیل پی گیا۔ تیل کا برتن وہیں رکھنے کے بعد اس نے اپنے شاہین کی طرف دیکھا جس نے پچھلے کئی گھنٹے سے کچھ نہ کھایا تھا۔

خنیس نے وہی لکڑی دیوار کے ساتھ رکھی اور اس پر چڑھ کر روشن دان سے باہر دیکھنے لگا۔ شام ہو رہی تھی___ اور قسم قسم کے پرندے اپنے گھونسلوں کو جا رہے تھے۔ خنیس نے اپنا ہاتھ آگے لہرایا اور شاہین اڑ کر اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا۔

روشن دان کی لوہے کی سلاخوں میں سے خنیس نے شاہین کو باہر نکالا اور فضا میں پرندوں کی طرف اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد شاہین دو پرندوں کو دبوچ لایا خنیس نے پھر اسے واپس بھیج دیا۔ اسی طرح وہ دس بارہ پرندے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔

خنیس نے پرندوں کو اپنے خنجر سے ذبح کر کے صاف کیا اور ان کے پر اور فالتو بیکار گوشت روشندان سے باہر پھینک دیا۔ پہلے شاہین کو پیٹ بھر کے گوشت کھلایا اور اس کے بعد سارے پرندوں کو اس نے آگ پر بھون لیا۔ تین پرندے اس نے وہیں بیٹھ کر کھا لئے اور دیگر چھ صبح کے لئے چھپا کر رکھ لئے۔

رات اس نے آرام کیا___ صبح اٹھ کر وہ بھنے ہوئے چھ پرندے کھائے۔ تیل کا ایک برتن پیا اور کولہو میں جت گیا۔

وہ لوگ صرف شام کو اسے ایک روٹی اور پانی کی طرح تھوڑا سا شوربہ دیتے تھے۔ مگر خنیس تیل پی کر اور روشن دان میں سے پرندوں کا شکار کر کے گزارہ کرتا رہا۔ اس طرح اس کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑا۔ بلکہ تیل پینے سے اس میں اور زیادہ قوت پیدا ہوگئی تھی اس حالت میں پورا ایک ہفتہ گزر گیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس رات کے بھنے ہوئے پرندے کھانے کے بعد تیل پی کر اپنے آپ کو لہو میں جوت رہا تھا کہ چرچراہٹ کے ساتھ تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور بوڑھا خانہ مسلح جوانوں کے ساتھ اندر آیا اور خنیس سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

''اس ساز کو اُتار دو ___ تمہارے دن پورے ہوگئے۔ آج تمہارا مقابلے کا دن ہے۔'' پھر خنیس کے اور زیادہ قریب ہو کر کہا۔

''اس مقابلے کی میں نے تمہیں پہلے تنبیہ کر دی تھی۔ اگر تم خدا پر یقین رکھتے ہو تو اس سے اپنی سلامتی کی دعا مانگو ___ آج تک کوئی بھی قیدی جو اس تہہ خانے میں بند کیا گیا ہو مقابلے سے اپنی جان نہیں بچا سکا۔ تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے خوارزم سے ایک پہلوان کو بھاری رقم دے کر لایا گیا ہے۔ برقہ تمہیں سرعام ذلیل کر کے مروانا چاہتا ہے۔ جو جوان مقابلے کے لئے لایا گیا ہے۔ سنا ہے کوئی اس کی ضرب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چلو باہر زرتشت تمہاری مدد کرے۔

بوڑھے نے خنیس کی بیڑیاں کھول دیں اور وہ مسلح جوانوں کی نگرانی میں باہر آیا اس تہہ خانے کا دروازہ مقابلے کے میدان میں کھلتا تھا۔

خنیس جب میدان میں اترا۔ تو اس نے دیکھا کہ شہ نشین پر ترمز کا توفیل بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ برقہ تھا اور اِردگرد بے شمار ان گنت لوگ بیٹھے تھے جو شائد کش شہر کے تماشبین تھے ان میں برقہ اور توفیل کے بدمعاش ساتھی بھی تھے۔ میدان کے ایک طرف خنیس کا گھوڑا بھی کھڑا تھا اور اس پر خنیس کے اپنے سارے ہتھیار سجے ہوئے تھے ___

خنیس جب میدان میں ذرا آگے بڑھا تو برقہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اس کے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہارا گھوڑا کھڑا ہے ___ اور اس پر تمہارے سارے ہتھیار لگے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ہتھیار لے کر میدان میں اترو اور اپنے ہاتھوں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لو۔ شائد یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو۔''

خنیس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چپ چپ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بالکل اس طرح

جیسے وہ برسوں کا مریض ہو وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا ___ شائد یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ایک ہفتہ کھانا نہ ملنے کی وجہ سے وہ بے حد لاغر ہو چکا ہے۔

گھوڑے کے پاس آ کر اس نے اپنے ایک ایک ہتھیار کا جائزہ لیا پہلے تلوار کو جانچا اس کے بعد لوہے کا نیزہ، کلہاڑا اور ترکمان دیکھا آخر میں اس کا ہاتھ اپنی آہنی زنجیر پر پڑا۔ زین سے اس نے زنجیر کھولی اسے دائیں ہاتھ میں لیا ___ بائیں ہاتھ میں ڈھال سنبھالی اور زنجیر کو زمین پر گھسیٹتا ہوا وہ میدان میں اترا ___ اور پھر عین وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

چند ہی لمحوں بعد ایک نوجوان میدان میں اترا جو ہاتھی کی طرح بھاری بھرکم اور اونٹ کی طرح قد آور تھا ___ وہ تلوار اور پیتل کی ایک ڈھال پکڑے ہوئے تھا۔ جس کی چمک دور دور تک جاتی تھی۔

وہ خنیس کے سامنے آ کھڑا ہوا ___ اور گردن کسی قدر ٹیڑھی کرتے ہوئے پوچھا۔

''تم کون ہو ___ اور تمہارا جرم کیا ہے جو میرے حوالے کر دیئے گئے ہو۔''

خنیس نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

''اگر یہی سوال میں تم سے کروں پھر؟''

''ایسی باتوں کا جواب میری تلوار دیا کرتی ہے۔''

''دوست ___ میں بھی ہتھیاروں کی زبان سمجھتا ہوں۔''

''تو پھر تیار ہو جاؤ ___'' وہ خنیس کے مقابل سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے اپنی ڈھال لہرائی۔ ڈھال میں سے ایسی چمک نکلی جس نے خنیس کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور عین اسی لمحہ وہ خنیس پر تلوار سے حملہ کر چکا تھا خنیس نے بڑی ہی مشکل سے اس کا وار اپنی ڈھال پر روکا۔ ورنہ وہ تو اس کا سر اڑا چکا تھا۔

ڈھال سے جو چمک پھوٹی تھی اس نے خنیس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا پھیلا دیا تھا جس سے وہ گھبرا اٹھا تھا۔ ڈھال پر نہ جانے کیسی پالش کی گئی تھی۔ جس سے چکا چوند روشنی پھوٹتی تھی۔ جو آنکھوں کو اندھا کر دیتی تھی۔

خنیس اب محتاط نظر آ رہا تھا۔ اس کے مدمقابل پھر اپنی ڈھال لہرا کر اس کی آنکھوں کو بند کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خنیس وقت ضائع نہ کرنا چاہتا تھا اپنی ڈھال اُس نے اپنی آنکھوں کے سامنے کر لی تا کہ اس عجیب و غریب چمک سے بچا رہے۔ جو اس کے مقابل کی ڈھال سے نکل رہی تھی۔ وہ اس کی ڈھال کو اپنے لئے اس کی نسبت زیادہ خطرناک محسوس کر رہا تھا ___

یکبارگی ہی وہ بپھر گیا۔ اپنی زنجیر لہرائی ___ خوب قوت سے اُسے گھمایا اور پھر اس کی

ڈھال پر دے ماری۔ زنجیر اس قوت سے ڈھال پر پڑی تھی کہ ڈھال سے چنگاریاں پھوٹ نکلیں۔ اس کے مدمقابل کا ڈھال والا ہاتھ کانپ گیا۔ ڈھال کے کچھ حصے سے پالش اڑ گئی اور وہاں سے لوہا دکھائی دینے لگے اور اس میں سے پھوٹتی ہوئی چمک اب ختم ہو چکی تھی۔

خنیس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

طنزاً اس نے اپنے مقابل سے کہا۔

''اپنی ڈھال کی جس چمک سے تم مجھے زیر کرنا چاہتے تھے وہ میں نے ختم کردی ہے۔ اب میری زنجیر تمہارے سر پر آئے گی میں تمہیں پہلے ہی متنبہ کر رہا ہوں کہ بچ کر رہنا خنیس بن یوسف سے بچنا آسان نہیں ___''

اس نے تلوار کا ایک خطرناک وار خنیس پر کیا ___ جسے خنیس نے بڑی مہارت سے اپنی ڈھال پر روک لیا۔

اس نے اپنی زنجیر پھر گھمائی اور پوری قوت سے ماری۔ اس کے مقابل نے اسے ڈھال پر لیا۔ ڈھال اور زنجیر کے ٹکرانے سے ایک پُر شور دھماکہ ہوا اور ڈھال کئی جگہ سے ٹیڑھی ہو کر پھٹ گئی۔

خنیس اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر غرایا۔

''جس طرح تمہاری ڈھال پھٹ گئی بالکل اسی طرح ___ ہاں سنو جوان ___ بالکل اسی طرح میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔ ہر کوئی میری زنجیر کی ضرب برداشت نہیں کر سکتا یقیناً خوارزم سے تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ لائی ہے۔''

اس نے پھر خنیس پر اپنی تلوار بڑی مہارت سے ماری مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ خنیس کی ڈھال کافی دور ہی اس کی تلوار سے ٹکرا چکی تھی۔ خنیس ایک بار پھر اپنی زنجیر دائیں جانب سے لہرا کر ماری اور اس کی ڈھال اڑتی ہوئی دور جا گری۔ زنجیر ہوا میں اٹھ کر پھر گری اور خوارزم کے اس پہلوان کی تلوار اس کے ہاتھ سے نکل کر چند گز بائیں جانب گری ___

خنیس پھر آگے بڑھا اور اس کا مقابل پیچھے ہٹنے لگا۔ خنیس نے اپنی ڈھال پھینک دی اور زنجیر پھر لہرائی۔ زنجیر خوارزم کے پہلوان کے خود پر گرنا چاہتی تھی کہ وہ ایک طرف جھکائی دے گیا اور زنجیر کا دوسرا حصہ مضبوطی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔

برق کی سی پھرتی کے ساتھ خنیس آگے بڑھا اور ہاتھ لمبا کر کے اپنی زنجیر کو اس کی گردن کے گرد لپیٹ دیا۔ پھر اس نے زنجیر کے دونوں سرے پکڑ کر کھینچے۔ زنجیر کی کڑیاں چرچرائیں اور خوارزم کے اس جوان کی زبان باہر نکل آئی اور وہ ختم ہو کر وہیں زمین پر گر گیا۔

خنیس چند لمحوں تک اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر کھڑا رہا پھر اپنی زنجیر اس پر گھسیٹتا ہوا وہ میدان کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا اور توفیل اور برقہ کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا۔

وہ دونوں اٹھ کر میدان کے باہر نکل گئے۔

بوڑھا خیزران ہی مسلح جوانوں کے ساتھ اس تہہ خانے میں خنیس کو تہہ خانے میں لایا اور اسے بیڑیاں پہنانے لگا ___

خنیس نے پہلی بار اسے مخاطب کیا۔

''دردمند دل رکھنے والے بوڑھے خیزران! کیا میں پوچھ سکتا ہوں اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ___؟''

خیزران نے مدھم آواز میں کہا۔

''بہادر نوجوان ___ تمہارے متعلق میں نے سن رکھا تھا کہ تم بھیڑیئے اور طاقت کے دیوتا ہو۔ آج تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تمہارا مقابلہ ممکن نہیں ___ ایک ہفتہ تمہیں پھر اس تہہ خانے میں رکھا جائے گا تاکہ تم اور کمزور ہو جاؤ اور پورے سات روز بعد تمہیں پھر مقابلے کے میدان میں لایا جائیگا اور تمہارے مقابلے میں ایسے دو جوان لائے جائیں گے جس طرح کے جوان سے آج تمہارا مقابلہ ہوا ہے۔

خنیس نے اطمینان سے جواب دیا۔

''بوڑھے خیزران ___ جب تک میرا خدا مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے ایسے بیشمار نوجوان میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تم دیکھنا اگلی بار بھی میں مقابلے کے میدان سے کامیابی کے ساتھ اپنی زنجیر گھسیٹتا ہوا باہر نکلوں گا۔''

بوڑھا خیزران باہر چلا گیا ___ اور تہہ خانے کا دروازہ بند ہو گیا۔ خنیس پورا دن کولہو چلاتا رہا۔ شام سے ذرا پہلے اس کا کھانا آ گیا صرف ایک چپاتی اور دو گھونٹ شوربا تھا۔ حسب معمول کھانا کھا کر اس نے تیل پیا ___ اپنے شاہین سے پرندوں کا شکار کرنے کی خاطر وہ دیوار سے کھڑی لکڑی پر چڑھا اور روشن دان سے اپنے شاہین کے ذریعہ شکار کرنے لگا ___

شام ڈھلے تک جب تک کہ پرندے فضاؤں میں اڑتے رہے وہ شکار کر کے پرندے تہہ خانے میں پھینکتا رہا اور جب شاہین نے خالی آنا شروع کر دیا تو وہ نیچے اترا۔ سارے پرندے گنے۔ وہ چالیس تھے۔

خنیس نے سب کو صاف کر کے آگ پر بھون لیا۔ صرف تین پرندے کھائے اور باقی کے اس نے اپنے بستر کے اندر چھپا کر رکھ دیئے۔ پرندوں کے پروں میں سے ایک پر چن کر رکھ لیا

اور سارے پر اور گندہ گوشت باہر پھینکنے کے بعد وہ آگ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

اپنی قمیض سے چھوٹا کپڑا پھاڑا ___ اسے اپنے سامنے رکھا پھر عبا کے اندر سے اپنا خنجر نکالا اور اپنی ران پر اس سے زخم لگایا۔ جب ران کے اس زخم سے خون بہنے لگا تو اس نے پھر خون میں ڈبویا اور کپڑے کے اس چھوٹے سے ٹکڑے پر جو اس نے اپنی قمیض سے پھاڑا تھا۔ اس نے موٹا موٹا کر کے لکھا۔

''المدد''

کپڑے کا وہ ٹکڑا اس نے شاہین کے پاؤں سے باندھ دیا اور پھر اسے روشندان سے باہر نکال کر فضا میں چھوڑ دیا۔ شاہین تھوڑی دیر تک اس تہہ خانے کے اوپر اڑتا رہا پھر اس نے اپنا رخ تبدیل کیا اور شمال مغرب کی طرف اڑنے لگا۔ اس کا رخ بنو تمیم کی بستی فربار کی طرف تھا۔

خنیس کچھ مطمئن دکھائی دے رہا تھا ___ آگ کے جلتے ہوئے الاؤ میں اس نے اور لکڑیاں ڈال دیں۔ بوسیدہ سے لحاف اور کمبل اس نے اپنے گرد لپیٹ لئے اور تہہ خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر نہ جانے وہ کیا سوچنے لگا۔ باہر ہلکی ہلکی بارش کے ساتھ برف باری بھی ہو رہی تھی اور برہنہ رات کی یخ بستہ ہوائیں تہہ خانے کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر مہیب سا شور پیدا کر رہی تھی۔

ایک ہفتہ پھر گزر گیا ___ وہ لوگ خنیس کو کم کھانا دے کر کمزور کر رہے تھے مگر خنیس تیل پی کر اور شکار کئے ہوئے پرندے کھا کر اپنی صحت کو نہ صرف برقرار رکھے ہوئے تھا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ توانائی اپنے آپ میں محسوس کر رہا تھا۔

ہفتے کے اسی دن جس دن کہ پہلا مقابلہ ہوا تھا۔ صبح سویرے ہی تہہ خانے کا دروازہ کھلا، خنیس کی بیڑیاں کھول دی گئیں اور اسے مقابلے کے میدان میں لایا گیا۔ توفیل اور برقہ اسی طرح شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میدان میں پہلے کی مانند اس کا گھوڑا بھی کھڑا ہوا تھا۔

خنیس نے چپ چاپ اپنی آہنی زنجیر کھولی۔ گھوڑے سے لٹکتی ہوئی اپنی زرہ اور آہنی خود پہنا اور زنجیر کو گھسیٹتا ہوا وہ میدان کے وسط میں آ کھڑا ہو گیا اس روز میدان میں دو تنومند جوان اترے جو ہر لحاظ سے خنیس کی نسبت بہتر طور پر مسلح تھے۔

وہ دونوں اس کے بائیں دائیں جانب آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلواریں اور ڈھالیں تھیں اور خنیس کو وہ اس طرح دیکھنے لگے۔ جس طرح بھوکے بھیڑیئے بے بس بکری کی طرف دیکھتے ہیں۔ اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ بڑی بے تابی سے مقابلہ شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ جب حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے تو خنیس نے اپنے چاروں طرف زنجیر گھمانا شروع

کر دی۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ کر اس کی زنجیر روکنے کی تدابیر کرنے لگے۔ مگر اسی لمحے خنیس ان میں سے ایک پر بڑی پھرتی اور خونخواری سے حملہ آور ہوا۔ اپنی زنجیر اس نے اس کے آہنی خود پر خوب زور سے ماری اور اس کا خود اس کے سر میں اس طرح دھنس گیا جس طرح کوئی نوکیلا برتن پکے ہوئے تربوز کے اندر کھبو دیا جائے۔ اس کے سر سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے اور لوٹنے لگا۔

اس سے پیچھے ہٹ کر خنیس اب دوسرے کی طرف یوں دیکھنے لگا تھا جس طرح کوئی خونی درندہ اپنے شکار کی طرف دیکھتا ہے۔ خنیس نے اسے پہلے وار کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا اور زنجیر گھما کر اسے ماری جسے اس نے اپنی ڈھال پر روکا ___ ایک دھماکہ ہوا۔ اس کی ڈھال درمیان میں دھنس گئی اور پھٹ گئی ___ وہ بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ میں اس نے خنیس پر ایک وار کیا جو خالی گیا۔ اسی لمحے خنیس نے اس کے سر پر زنجیر ماری ___ اور اسے ڈھیر کر دیا۔

وہ میدان میں کھڑا ہو گیا ___ بوڑھا خیزر مسلح جوانوں کے ساتھ میدان میں اترا اور اسے تہہ خانے کی طرف لے جانے لگا۔ جب وہ اسے بیڑیاں پہنا رہا تھا ___ تو خنیس نے بڑی ہی رازداری سے پوچھا۔

''ہمدرد خیزر ___ اب کیا ہو گا؟''

خیزر نے بڑی شفقت سے کہا۔

''اگلے مقابلہ کا انتظار کرو۔ جب تم پر تین جوان چھوڑے جائیں۔''

''یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟''

بوڑھے خیزر نے بڑی حسرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''جب تک تمہاری موت تمہیں دبوچ نہیں لیتی۔''

''کیا تم بتا سکتے ہو یہاں توفیل اور برقہ کے کس قدر مسلح آدمی ہیں؟''

''تیس کے قریب ہوں گے۔''

''یہ تہہ خانہ کس کا ہے؟''

''برقہ کے بھائی باغر نے یہ تہہ خانہ اور میدان بظاہر جوانوں کو جنگی تربیت دینے کے بہانے بنایا تھا لیکن اصل میں یہاں وہ اپنے بدمعاش ساتھی کے ساتھ رہتا تھا اور لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتا تھا اور اپنے جس دشمن سے اس نے انتقام لینا ہوتا تھا وہ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا کرتا تھا جیسا اس کا چھوٹا بھائی برقہ تمہارے ساتھ کر رہا ہے کیا تمہارے ماں باپ ہیں۔''

خنیس پھر افسردہ ہو گیا۔

''قتل ہو چکے ہیں۔''

''کوئی بھائی بہن جو تمہاری مدد کا بندوبست کر سکے۔''

''کوئی نہیں ____''

''پھر اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دو۔''

''ہمدرد خیزر! میرا دل کہتا ہے ان کے ہاتھوں میری موت نہیں لکھی میری زندگی کا مقصد ابھی ادھورا ہے ____''

خیزر نے دکھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میرا دل کہتا ہے کسی روز اسی میدان میں تمہاری لاش خون میں لت پت تڑپ رہی ہوگی۔ میں نے بیشمار تنومند جوانوں کو بڑی بے بسی کے ساتھ اپنے آپ کو موت کے حوالے کرتے دیکھا ہے۔ اے طاقت کے دیوتا ____ یہ میدان موت کا میدان ہے اور یہ لوگ دن بدن تمہاری طاقت کم کر کے تمہیں اس میدان میں بچھڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''ایسا کبھی نہیں ہوگا بوڑھے خیزر۔''

''زرتشت کا خدا ایسا ہی کرے ____ کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ____ مگر میں مجبور ہوں طاقت کے دیوتا۔ کیا تم اس روشن دان کو اکھاڑ کر نہیں پھینک سکتے۔''

''یقیناً اکھاڑ دیتا اگر مجھے بیڑیاں نہ پہنائی گئی ہوتی۔''

''ان بیڑیوں کو بھی توڑ دو ____''

''اس طرح میں خود بھی زخمی ہو جاؤں گا اور کسی کام کا نہ رہوں گا۔ یہ میں اس وقت کروں گا جب بالکل ہی مایوس ہو جاؤں گا۔''

خیزر اسے بیڑیاں پہنا چکا تھا۔ لہٰذا وہ تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ خنیس نے ساز پہنا اور کولہو چلانے لگا۔

☆.....☆.....☆

شاہین راتوں رات ہی خنیس کی بستی میں پہنچ گیا۔ اس نے دو تین چکر بستی کے اوپر لگائے۔ رات کے سناٹے میں اس کے پاؤں سے بندھی ہوئی قطونہ کی جھانجریں دل پسند سی موسیقی پیدا کر رہی تھیں۔

قبیلے کا ایک نوجوان جو بستی سے باہر اپنے ریوڑ کے باڑے میں سویا ہوا تھا اس نے شاہین کی جھانجروں کی آواز سنی اور اندھیرے میں اسے پرواز کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ وہ اٹھا اور بستی کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ بھاگتا ہوا وہ جب خنیس کے گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ شاہین

اس کے چھپڑ کے اوپر بیٹھا ہوا تھا جس کے نیچے کبھی خنیس اپنا گھوڑا باندھا کرتا تھا۔

ڈرتے ڈرتے وہ آگے بڑھا۔ وہ خوفزدہ بھی تھا کہ شاہین اس پر حملہ ہی نہ کر دے تاہم ہمت کر کے وہ آگے بڑھا اور پچکار کر اس نے شاہین کو پکڑ لیا۔ اس نے اندھیرے میں ٹٹول کر شاہین کا پاؤں دیکھا۔ پیغام اس کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اس نے شاہین کو بغل میں لے کر اوپر چادر اوڑھ لی اور بھاگتا ہوا سردار حریم کے میکان پر آیا ____ اور دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد سردار حریم نے دروازہ کھولا اور آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

''کون ہے؟''

وہ نوجوان اندر گھس آیا اور بڑی رازداری سے کہا۔

''میں خوارزم بن خزیمہ ہوں سردار۔''

حریم نے دروازہ بند کر کے پوچھا۔

''کیا بات ہے تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟''

''خنیس بن یوسف کا کوئی پیغام آیا ہے سردار۔''

''کون لایا ہے پیغام؟''

اس نے شاہین کو بغل سے نکال کر دکھایا۔

''یہ دیکھو اس کا شاہین ہے اور اس کے پاؤں کے ساتھ ایک کپڑا بندھا ہوا ہے جس میں یقیناً کوئی پیغام ہے۔ میں اپنے ریوڑ میں سو رہا تھا کہ میں نے اسے بستی پر اڑتے دیکھ لیا۔ پھر یہ خنیس کے ہاں اتر گیا اور میں اسے پکڑ کر سیدھا تمہارے پاس لے آیا۔''

حریم نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

''تم نے بہت اچھا کیا۔ میں تمہیں اس کا بھاری انعام دوں گا۔''

خزیمہ نے بڑی دردمندی اور خلوص سے کہا۔

''مجھے انعام کی ضرورت نہیں سردار۔ میرے لئے تمہاری خوشنودی ہی کافی ہے۔''

سردار حریم نے اپنے سارے غلاموں کو جگا دیا۔ آن کی آن میں کئی مشعلیں روشن ہو گئیں۔

پھر اس نے شاہین کے پاؤں سے کپڑا کھولا اور روشنی میں پڑھا، لکھا تھا۔

''المدد ____''

سردار حریم پکار اٹھا۔

''خدا کی قسم خنیس بن یوسف کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے مدد کے لئے پکارا ہے ____''

پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔

لَبَّیکَ یَا بَنِیَّ لَبَّیکَ

''میں حاضر ہوں میرے بیٹے۔ میں حاضر ہوں۔''

خزیمہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''اور کیا لکھا ہے سردار؟''

حریم نے جلدی میں کہا۔

''کچھ بھی نہیں۔ اس نے صرف مدد کے لئے پکارا ہے۔ یقیناً وہ کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہے۔ ورنہ وہ کسی کو مدد کے لئے پکارنے والا نہیں۔''

خزیمہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''ہمیں کیا خبر وہ کہاں ہے؟''

''اس کی تم فکر نہ کرو۔ اس کا شاہین ہماری رہبری کرے گا۔ تم بھاگتے ہوئے جاؤ اور جارود بن مصعب کو بلا کر لاؤ۔''

خزیمہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا ___ حریمہ نے ایک غلام آواز دی اور پھر اسے شاہین کو کچھ کھلانے کا کہہ کر بڑی بے تابی سے وہ اپنے صحن کے اندر ٹہلنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر بعد خزیمہ ایک تنومند اور خوب کسے ہوئے جسم والے جوان کے ساتھ سردار حریم کے گھر میں داخل ہوا۔

وہ جارود بن مصعب تھا۔ اس نے بڑے ادب سے حریم کو سلام کیا۔ حریم نے خنیس کا پیغام اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھو خنیس بن یوسف نے ہمیں مدد کے لئے پکارا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم قبیلے میں اپنے حلیف نوجوانوں میں سے بیس بہترین تیغ زنوں کا انتخاب کرو اور ان کو ساتھ لے کر تم خنیس کی مدد کو روانہ ہو جاؤ ___ میں اس معاملے میں تاخیر پسند نہیں کروں گا ___''

جارود بن مصعب نے وہ کپڑا مشعل کی روشنی میں پڑھا اور سردار سے کہا۔

''یہ پیغام اگر اس کا شاہین لایا ہے تو یقیناً وہ کہیں پھنس چکا ہے اور اس موقعہ پر اس کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے خواہ ہمیں سردار وکیع سے کتنی ہی دشمنی کیوں نہ خریدنی پڑے ___''

حریم نے غرا کر کہا۔

''خدا کی قسم وکیع اگر اس معاملے میں میرے آڑے آیا تو میں حالات کی نزاکت کی پرواہ کئے بغیر اس کی گردن اڑا دوں گا۔ میں اس پر ثابت کر دوں گا کہ اس نے سنہری سکوں سے کچھ

نوجوانوں کو خرید رکھا ہے اس کے باوجود سردار حریم قبیلے میں اتنا ہی مقبول ہے جتنا وہ ___''

جارود نے نئی صلاح پیش کی۔

''ہمیں ابھی کھل کر وکیع کے سامنے نہیں آنا چاہئے۔ حالات کا تقاضا یہی ہے۔ میرا ارادہ ہے میں بیس نوجوان لے کر آج اندھیرے ہی اندھیرے خنیس کی مدد کو نکل جاؤں اور کسی کو پتہ تک نہ چلے کہ ہم خنیس کی مدد کو گئے ہیں۔ کچھ عرصہ ہمیں اور اندر ہی اندر کام کرنا چاہئے۔ اس کے بعد سردار وکیع سے اپنا حساب بے باک کرنے کی خاطر ہم سردار وکیع کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں گے۔''

سردار حریم نے تائید کی۔

''تم ٹھیک کہتے ہو ___ تم بیس نوجوانوں کو ساتھ لے کر میرے باغ میں پہنچو میں بھی وہاں پہنچتا ہوں اور خود تمہیں الوداع کہوں گا۔''

''اس طرح وقت ضائع ہوگا سردار۔ بیس بہترین جوانوں کو ساتھ لے کر میں خود ہی روانہ ہو جاؤں گا۔ ہمارے حلیف میرے حکم کو سردار حریم کا حکم ہی سمجھیں گے۔''

''چلو اسی طرح کر لو ___ میں تمہیں ان بیس جوانوں کا سالار مقرر کرتا ہوں۔ اگر تم کہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں سردار! جارود بن مصعب انشاء اللہ ناکام نہیں لوٹے گا۔ دشمن نے اگر خنیس بن یوسف کو زمین کی تہہ میں بھی چھپا دیا ہے تو خدا کی قسم میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔ مجھے اس کا شاہین دے دیں۔ وہ یقیناً ہماری رہبری کرے گا ___ میں جانتا ہوں اُس سے کس طرح کام لیا جاتا ہے۔ میں تیار ہو کر بستی کے باہر کھڑا ہوتا ہوں اور جن بیس نوجوانوں کے نام بتاتا ہوں تم ان کے نام ایک حکم نامہ لکھ دو اور خزیمہ انہیں لے کر بستی سے باہر آجائے اور میں روانہ ہو جاؤں گا۔ تمہارا تحریری حکم نامہ دیکھ کر وہ بلا تاخیر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں اب چلتا ہوں اور تیار ہو کر بستی سے باہر سب کا انتظار کرتا ہوں۔''

جارود بن مصعب چلا گیا۔ ایک تحریری حکم نامہ جلدی جلدی لکھ کر سردار حریم نے خزیمہ کو دیا اور وہ ان جوانوں کو تیار کر کے جانے ہی والا تھا کہ جارود پھر واپس آیا اور تاسف سے کہا۔

''میں نے ان بیس نوجوانوں کے نام تو دیئے ہی نہیں ___'' پھر اس نے حکم نامے کی پشت پر ہی ان نوجوانوں کے نام لکھ دیئے اور خزیمہ کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گیا۔

جارود تیار ہو کر بستی سے باہر کھڑا ہو گیا۔ اسے زیادہ دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ ایک ایک کر کے بیس نوجوان اس کے پاس آگئے اور ان کے پیچھے پیچھے سردار حریم اور خزیمہ بھی تھے۔

سردار حریم جارود کے قریب آیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا خنیس کا شاہین اسے تھماتے ہوئے کہا۔

''تم اسے بھول ہی گئے تھے۔ اب تم روانہ ہو جاؤ ___ میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔''

جارود نے شاہین کو دونوں ہاتھوں میں لے کر فضا میں چھوڑتے ہوئے کہا۔

''اے پرندوں کے شہنشاہ! چل بتا تیرا مالک کہاں ہے۔''

شاہین فضا میں ایک طرف اڑنے لگا اور جارود بن مصعب اپنے بیس سواروں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد خنیس تاریک اور سرد تہہ خانے میں سونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اس کا شاہین روشندان میں سے تہہ خانے میں داخل ہوا اور اس کے شانے پر آ کر بیٹھ گیا۔ خنیس نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کا سر چوم لیا۔

''کیا خبر لائے ہو میرے دوست؟''

''شاہین پر پھڑ پھڑا کر عجیب طرح کی آوازیں نکالنے لگا۔ اتنے میں روشندان میں سے کسی نے کمند اندر پھینکی۔ خنیس فوراً ادھر متوجہ ہو گیا۔ کمند روشن دان میں پھنس گئی تھی اور کوئی اسے کھینچ کر اس کی مضبوطی کا اندازہ لگا رہا تھا۔

خنیس نے تہہ خانے میں پڑی ہوئی لکڑی جلدی جلدی دیوار کے ساتھ کھڑی کی اور اس پر چڑھ کر وہ اپنا منہ روشن دان کے پاس لے گیا۔

باہر گھپ اندھیرا تھا ___ اور اسے کچھ نظر نہ آ رہا تھا ___ تاہم اس نے محسوس کیا کہ باہر سے جو کمند پھینکی گئی تھی۔ اس پر کوئی چڑھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے روشن دان پر منہ رکھتے ہوئے کہا۔

''خنیس ___''

خنیس نے اسی کے لہجہ میں کہا۔

''ہاں میں خنیس بن یوسف ہوں تم کون ہو۔''

آواز پھر آئی۔

''میں جارود بن مصعب ہوں اور تمہاری مدد کو آیا ہوں ___ تمہارے شاہین نے ہماری رہبری کی ہے وہ اس روشن دان میں گھسا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ تم یہیں ہو۔ کس نے تمہیں یہاں باندھ کر رکھا ہے۔ توفیل اور اس کے بدمعاش ساتھیوں نے؟''

''اس تہہ خانے کا دروازہ کدھر ہے؟''

''شمال کی جانب ___ دائیں ہاتھ کو جو دیوار ہے وہ پھاند کر پار کی جائے تو تہہ خانے کا دروازہ آ جاتا ہے ___''

''یہاں تمہاری نگرانی کے لئے کچھ لوگ پہرہ بھی دے رہے ہوں گے۔''

''ہاں تہہ خانے کے دروازے پر ہر وقت تین مسلح نوجوان کھڑے رہتے ہیں۔''

''کیا تہہ خانے کا دروازہ توڑا جا سکتا ہے؟''

''نہیں ___''

''پھر بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''

''اس روشن دان کو اکھاڑ دو۔''

''یہ کام تو تم اکیلے بھی اندر سے کر سکتے تھے۔''

''میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں۔''

''اچھا ٹھہرو میں پہلے پہرے داروں پر ہاتھ صاف کر آؤں۔''

''تمہارے ساتھ قبیلے کے کتنے جوان ہیں؟''

''بیس ___''

جارود بن مصعب نیچے اتر گیا اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ دیوار پھاند کر وہ چھپتا چھپاتا تہہ خانے کے دروازے پر آیا ___ وہاں تین آدمی پہرہ دے رہے تھے وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ان پر جھپٹا اور کوئی آواز پیدا کئے بغیر وہ ان کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوبارہ واپس آیا۔ تہہ خانے کے روشن دان کے دونوں کناروں پر اس نے دو علیحدہ علیحدہ رسے باندھے پھر سب نے مل کر زور لگایا اور روشن دان کو انہوں نے اکھاڑ کر پھینک دیا۔

اکھڑے ہوئے روشن دان میں سے اس نے ایک رسہ پھر اندر پھینکا اور اس کے ساتھ ہی خنیس کو آواز دی۔

''رسہ مضبوطی سے پکڑ کر رکھو ___ خنیس میں اندر آ رہا ہوں۔''

خنیس نے رسے کو پکڑ لیا۔ جارود دو اور جوانوں کے ساتھ اندر آیا ___ ان تینوں کے پاس کلہاڑے تھے۔ اندر آتے ہی انہوں نے خنیس کو فرش پر لٹا کر اس کی بیڑیاں اپنے کلہاڑوں سے کاٹ دیں اور اسے ساتھ لے کر روشن دان کے راستے تہہ خانے سے باہر نکل گئے۔

قبیلے کے سب جوان بڑی گرم جوشی کے ساتھ خنیس سے بغلگیر ہوئے۔ جارود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پہلے میں ان بیس نوجوانوں کا سالار تھا۔ اب تم میرے سمیت اکیس نوجوانوں کے سالار

ہو۔اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

خنیس ایک طرف چل دیا۔

"آؤ میرے ساتھ ___"

سب ایک دیوار پھاند کر اسی میدان میں اترے جس کے اندر خنیس دو بار مقابلہ کر چکا تھا۔ میدان کے وسط میں آ کر خنیس نے اپنا منہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور ایک زور دار سیٹی بجائی۔ جواب میں دور ایک عمارت کی طرف سے کسی گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔

خنیس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا گھوڑا اس سامنے والی عمارت میں ہے پہلے میں اسے نکال لوں۔ پھر یہاں کے سب بدمعاشوں سے بات کرتا ہوں۔"

خنیس اس عمارت میں داخل ہوا جہاں سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی تھی۔ باقی ساتھی باہر ہی کھڑے رہے۔ چھپتا چھپاتا خنیس عمارت کے اندر ایک ایسے حصے میں داخل ہوا۔ جو اصطبل نما تھا۔ جس میں بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ جن میں اس کا اپنا گھوڑا بھی تھا۔

جوں ہی وہ اس اصطبل میں داخل ہوا اس کے گھوڑے نے اسے دیکھا اور ہنہنانے لگا۔ خنیس نے پہلے ادھر ادھر دیکھا وہاں قریب ہی اس کے گھوڑے کی زین پڑی تھی جس پر اس کے سارے ہتھیار اسی طرح رکھے ہوئے تھے۔ اس نے زین اٹھا کر اپنے گھوڑے پر کسی اور اپنے ہتھیاروں کو زین پر سجانے کے بعد وہ گھوڑے کی باگ پکڑے باہر آیا اور جارود سے پوچھا۔

"تم لوگوں کے گھوڑے کہاں ہیں؟"

جارود نے اسی تہہ خانے کی طرف اشارہ کیا۔

"وہیں درختوں کے ایک گھنے جھنڈ میں کھڑے ہیں۔"

"میرے ساتھ ساتھ آؤ اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ خنیس نے ایک جگہ گھوڑے کو کھڑا کر دیا اور اس عمارت کے سامنے والے حصے کا جائزہ لینے کی خاطر وہ اور جارود آگے بڑھے۔ وہاں کل تین کمرے تھے۔ ایک کمرے میں توفیل، برقہ اور بوڑھا خیزر سوئے ہوئے اور باقی دو کمروں میں ان کے تیس کے قریب مسلح جوان تھے۔

خنیس نے جارود سے کہا۔

"تم سارے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان دو کمروں پر حملہ آور ہو۔ تیسرے کمرے میں ترمز کا توفیل اور اس کا ایک بدمعاش ساتھی برقہ سوئے ہوئے ہیں ان سے میں خود نمٹوں گا۔ میں یہیں کھڑا ہوں تم سارے ساتھیوں کو یہیں لے آؤ۔

جارود جا کر سارے ساتھیوں کو لے آیا اور دونوں کمروں کے دروازے کے سامنے اپنے دس دس جوان کھڑے کر دیئے اور خنیس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ خنیس تیسرے کمرے کے اس دروازے کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ کے اشارے سے نہیں حملہ کرنے کو کہا۔

عرب دونوں دروازے توڑ کر ان کمروں میں داخل ہو گئے اور بڑے خونخوار انداز میں انہوں نے آگ اور خون کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ ان کی پیاسی تلواریں بڑی بیتابی سے دشمن کے خون میں ڈوب رہی تھیں۔

بہر حال عرب جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کی آماجگاہ میں گھس گئے تھے۔

ان دونوں کمروں میں جب موت اور زندگی کی جنگ شروع ہو گئی۔ تو خنیس نے تیسرے کمرے کو زور سے دھکا دیا اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ توفیل، برقہ اور خیزر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔

خنیس فرش پر اپنی زنجیر گھسٹتا ہوا ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔

توفیل نے بڑی تیزی سے آنکھیں جھپکتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم خنیس بن یوسف یہاں۔"

برقہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تلوار کھینچ کر سختی سے کہا۔

"اگر تم تہہ خانے سے نکلنے میں کامیاب ہو ہی گئے ہو تو یہیں رک جاؤ۔ میری ایک ہی آواز پر تیس مسلح جوان اس کمرے میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے تمہارے سانس ختم کر دیں گے۔"

خنیس چند قدم اور آگے بڑھا۔

"پہاڑی کتے ___ زور سے بھونکو اور بلاؤ اپنے مسلح ساتھیوں کو۔ یہ بات ذہن میں رکھ کر بات کرو کہ تمہارے سارے مسلح جوان ختم ہو چکے ہیں اور خنیس بن یوسف تمہارے سامنے کھڑا تمہیں مقابلے کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر کوئی شک ہو تو آواز دو اپنے ساتھیوں کو اور پھر اس کا ردعمل دیکھو ___ سنو ___ غور سے سنو ___ ساتھ والے کمرے میں کیا تمہیں تلواریں اور ڈھالیں ٹکرانے کی آوازیں سنائی نہیں دیتیں۔ میرے ساتھی جو میری مدد کو پہنچ گئے ہیں۔ اب تک تمہارے سب کرائے کے جوانوں کو ختم کر چکے ہوں گے۔"

برقہ نے عجیب سی وحشت سے توفیل کی طرف دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں نے اشارے کئے اور توفیل بھی مقابلے کے لئے تلوار کھینچ کر تیار ہو گیا۔ خنیس کے کندھے پر بیٹھا ہوا شاہین پر پھڑپھڑانے لگا۔ توفیل اور برقہ کے چہروں پر ہلدی رنگ پھیل گیا۔

خنیس زنجیر گھسیٹتا ہوا اور آگے بڑھ گیا۔

"ہمدرد خیزر ___ تم غیر جانب دار ہو ___ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا میں تمہیں تمہاری سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں ___ تم اٹھو اور بائیں طرف والی دیوار کے ساتھ جا کر کھڑے ہو جاؤ۔"

خیزر اٹھ کر چپ چاپ بائیں جانب والی دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ خنیس آگے بڑھا۔ زنجیر لہرائی اور ایک جست کے ساتھ تو فیل پر حملہ آور ہوا اس نے وار روکنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا اور خون میں نہا کر فرش پر ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح پھڑکنے لگا۔

برقہ خنیس پر حملہ کر چکا تھا۔ لیکن جنگلوں میں بھیڑیئے کی مانند لڑنے والا خنیس بن یوسف اس کے حملے سے بے خبر نہ تھا۔ اس کی تلوار اپنی ڈھال پر روک کر اس نے اس کی ٹانگوں پر زنجیر ماری۔ برقہ بل کھا کر فرش پر گر گیا۔

خنیس نے زنجیر لہرا کر لیٹے ہوئے برقہ کی پشت پر ماری۔ برقہ کی پیٹھ سے زنجیر کے ایک ہی وار سے گوشت اڑ گیا۔ ہڈیاں ننگی ہو گئیں اور وہ سسک سسک کر مر گیا۔

خنیس باہر آیا۔ جارود اور سارے ساتھی کمروں سے نکل کر اپنے ہتھیار صاف کر رہے تھے۔

کمرے کے دروازے پر آ کر خنیس پھر پیچھے مڑا اور خیزر سے مخاطب ہوا۔

"بوڑھے خیزر تمہارا کوئی گھر بار ہے یا میرے ساتھ جانا پسند کرو گے۔"

"میرا گھر کش میں ہی ہے میں اپنے گھر جانا پسند کروں گا۔"

"تو پھر جاؤ ___ تم بخوشی اپنے گھر جا سکتے ہو۔"

خیزر چپ چاپ اس عمارت سے نکلا اور شہر کی طرف چلا گیا۔ خنیس جارود کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ختم ہو گیا کام ___"

جارود نے ہاتھ میں پکڑی تلوار نیام میں کر لی۔

"ہم نے سب کو ختم کر دیا ہے ___ میرا خیال ہے اب کوچ کرنا چاہئے۔"

"ہاں سارے جوانوں کو کہو اپنے گھوڑوں پر جا کر سوار ہو جائیں ___" خود وہ اپنے گھوڑے کے پاس گیا اس کا منہ سہلایا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر وہ تہہ خانے کے پیچھے اس جھنڈ کے پاس آیا جہاں سارے ساتھی کوچ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی سب نے اپنے گھوڑوں کو شمال مغرب کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اپنے اکیس ساتھیوں کے ساتھ رات کے وقت سردار حریم کے باغ میں داخل ہوا۔

شہ نشین کے پاس آ کر خنیس نے جارود سے کہا۔

"تم سارے جوانوں سے کہو ایک ایک دو دو کر کے بستی میں داخل ہو جائیں اور ایک جوان سے کہو کہ سردار حریم سے کہے مجھے بستی کے قبرستان میں آ کر ملے۔"

جارود نے سب جوانوں کو واپس بھیج دیا اور ایک جوان کو سردار حریم کے نام پیغام بھی بھجوا دیا کہ وہ خنیس سے قبرستان میں آ کر ملے۔

سب جوان ایک ایک دو دو ہو کر بستی کی طرف چل دیئے۔ خنیس اور جارود بستی کے قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے۔

قبرستان میں آ کر خنیس نے دکھ سے جارود کو مخاطب کیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو میری ماں، بھائی، بھاوج اور خالہ کی قبریں کون سی ہیں؟"

جارود نے اسے قبریں دکھائیں وہ ان پر بیٹھ کر فاتحہ کہنے کے بعد ان پر ہاتھ پھیرنے لگا ساتھ ہی اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔ اتنے میں سردار حریم آ گیا اور خنیس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

خنیس کھڑا ہو گیا اور حریم نے اسے گلے سے لگا لیا اور دکھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"چلو میرے ساتھ بستی میں ___ اب حالات پہلے سے نہیں رہے وہ دن اب دور نہیں جب سردار وکیع اپنے آپ کو بے بس اور تنہا محسوس کرے گا۔"

"مجھے راستے میں جارود سب کچھ بتا چکا ہے سردار میں اس وقت بستی نہیں جاؤں گا۔ تم اپنا کام جاری رکھو اور اپنے ساتھیوں کی تعداد بڑھاتے رہو۔ میں مارہ کو ڈھونڈ کر بستی میں آؤں گا اور اس کے سامنے ہر اس شخص سے انتقام لوں گا۔ جس نے ہم سے زیادتی کی ہو گی میں ابھی اور اسی وقت دمشق روانہ ہو رہا ہوں اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاندان کے قتل کے قصاص میں یزید بن مہلب اور اس کے بھائی حبیب کو طلب کروں گا۔ میں نے سنا ہے عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید کو جیل میں ڈال رکھا ہے۔ میں سب سے پہلے اس سے انتقام لوں گا اور پھر اس کے حواریوں کی گردنیں ناپوں گا۔"

حریم نے ہمدردی سے کہا۔

"کیا تمہیں امید ہے کہ مارہ تمہیں مل جائے گی۔"

"ہاں سردار میرا دل کہتا ہے وہ زندہ ہے۔"

حریم نے شرمندگی سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے تمہارا خاندان تباہ ہو گیا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ مگر اطمینان رکھو میں وکیع سے

انتقام ضرور لوں گا۔"

خنیس کی طبیعت شائد خراب ہو رہی تھی اور اپنے خاندان کی تباہی کے متعلق وہ کچھ اور سننا پسند نہ کرتا تھا لہٰذا وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔

"اجازت دو سردار میں ابھی روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

سردار حریم نے اسے گلے سے لگا کر کہا۔

"میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں ___"

جارود سے مل کر خنیس گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دریائے جیحون کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا۔

☆.....☆.....☆

فربار سے نکل کر خنیس دریائے جیحون عبور کر کے آمل آیا۔ وہاں سے وہ طوس کے راستے بحیرہ کیپین کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا آخر دمشق جانے کے لئے وہ الموت کے پاس سے گزرنے والی شاہراہ پر ہوتا ہوا آرمینیا کے پہاڑی سلسلے میں داخل ہوا۔

پانچ فرسنگ کوہستانی علاقے میں سفر کرنے کے بعد وہ ایک تنگ گھاٹی میں سے گزر رہا تھا کہ ٹھٹک گیا۔ سامنے سفید رنگ کا ایک کپڑا لٹک رہا تھا۔ جس پر سرخ رنگ میں لکھا تھا۔

"ٹھہرو ___ موت کا انتظار کرو۔"

کپڑے کے دونوں طرف رسیاں بندھی تھیں جنہیں دائیں بائیں کھینچ کر چٹانوں سے باندھ دیا گیا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان چٹانوں پر ایک ایک نوجوان نمودار ہوا ان کی پشت پر ترکش تھے اور ہاتھوں میں تیر کھینچی ہوئی کمانیں پھر اس کی پشت اور سامنے سے ایک ایک سوار نمودار ہوا۔ جو عمدہ گھوڑوں پر سوار اور چمکتے ہوئے ہتھیاروں سے لیس تھے۔

خنیس نے اپنے سر پر خود کو درست کیا ___ وہ ذرا نیچے کھسکی ___ زنجیر اور ڈھال سنبھال کر وہ مستعد ہو گیا۔

سامنے والا سوار قریب آیا اور بڑے عیارانہ انداز میں پوچھا۔

"تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟"

خنیس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"اجنبی ہوں اور دمشق جا رہا ہوں۔"

"کتنی نقدی رکھتے ہو؟"

"راستے کے اخراجات کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں۔"

"ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے جو تمہیں نہیں کہوں گا۔"

اس نے ہلکا سا مکار قہقہہ لگایا۔

"نادان ___ ! ہماری تلواریں جب تمہاری گردن پر پڑیں گی تو تم خود ہی طوطے کی طرح بولنے لگو گے ___"

آگے اور پیچھے والا سوار دونوں جب اس سے زیادہ قریب آئے تو خنیس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ رخ بدل کر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ دونوں اس کے دائیں بائیں تھے اور وہ ایک ساتھ دونوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔

وہ سوار پھر بولا۔

"رخ بدلنے سے کیا ہوتا ہے۔ یوں تم موت کے منہ سے تو نہیں بچ سکتے۔"

خنیس پہلی بار غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"بدبخت انسان میں خود موت کی تلاش میں نکلا ہوں ___ مجھے تم موت سے کیسے ڈرا سکتے ___"

"ہم تمہاری تلاشی لیں گے۔"

"میں موت کا مسافر ہوں اور ہر اس ہاتھ کو کاٹ دیا کرتا ہوں۔ جو مجھ پر زیادتی کرنے کے لئے اٹھتا ہے۔ سنو ___ میری زنجیر کا دار خطرناک ہے اور میرا گھوڑا تیز رفتار ہے میں تمہیں راستہ چھوڑ دینے کو کہتا ہوں ___ کیا تم پسند کرو گے تم چاروں کی مائیں ننگے سر اور برہنہ پاؤں تمہاری لاشوں پر بین کرتی رہیں ___" ساتھ ہی اس نے اپنے شاہین کے سر پر انگلی ماری اور وہ پر پھڑپھڑا کر بڑی خونخوار نگاہوں سے ان سب کی طرف دیکھنے لگا۔

"سیدھی طرح اپنی ساری نقدی اور گھوڑا ہمارے حوالے کر دو ورنہ میں چٹان پر کھڑے دونوں جوانوں کو اشارہ کروں گا اور وہ تم پر تیروں کی بارش کر دیں گے۔"

"سن ___ لومڑی سے مکار انسان! میری زرہ اور خود پر تیر اثر نہیں کرتے۔"

اس نے چٹانوں پر کھڑے ہوئے جوانوں کی طرف اشارہ کیا انہوں نے کئی تیر خنیس پر چلائے مگر وہ سب اس کی زرہ میں لگ گئے جنہیں اس نے علیحدہ کر کے پھینک دیا۔ ساتھ ہی اس نے باری باری چٹانوں پر کھڑے جوانوں کی طرف اشارہ کیا اور شاہین فضا میں پرواز کر گیا۔

شاہین جب ایک تیر انداز پر حملہ آور ہوا تو وہ چیخنے چلانے اور آہ و زاری کرنے لگا وہ دونوں سوار بھی سر اٹھا کر اُدھر دیکھنے لگے۔

خنیس نے موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ بڑی پھرتی سے زنجیر لہرا کر باری باری ان پر حملہ آور ہوا

اور دونوں کو ڈھیر کر کے رکھ دیا۔

اتنے میں پشت کی جانب سے پانچ سوار نمودار ہوئے۔ خنیس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سامنے کی طرف سرپٹ چھوڑ دیا وہ پانچوں سوار اس کا تعاقب کرنے لگے۔ شاہین دونوں تیر اندازوں کو ختم کرنے کے بعد خنیس کے شانے پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔

تین میل تک لگاتار خنیس اپنا گھوڑا آگے آگے بھگاتا رہا اور وہ اس کے تعاقب میں لگے رہے حتیٰ کہ سامنے ایک کھلا میدان آ گیا۔ خنیس نے اپنی رفتار کم کر دی اور وہ پانچوں اب اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر آ گئے تھے۔

یکلخت ہی اس نے اپنے گھوڑے کو برق کی سی پھرتی سے واپس موڑا اور اس خونخواری سے زنجیر کے ساتھ ان پر حملہ کیا کہ ان کے سنبھلتے سنبھلتے وہ تین کو ختم کر گیا۔ باقی دو نے بھاگنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے اور اس کی زنجیر نے انہیں پیس ڈالا۔

☆.....☆.....☆

دمشق سے ابھی وہ دُور ہی تھا کہ اُسے ایک سرائے سے خبر ملی کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ یزید بن عبدالملک خلیفہ بن چکا ہے یزید بن مہلب نے چونکہ یزید بن عبدالملک کے کچھ رشتہ داروں کے ساتھ زیادتیاں کی تھیں۔ لہٰذا اسے خدشہ تھا کہ یزید بن عبدالملک خلیفہ بنتے ہی اس سے انتقام لے گا اس لئے وہ جیل کے ایک سپاہی کو رشوت دے کر جیل سے بھاگ نکلا اور بصرہ کے طرف چلا گیا۔

خنیس دمشق شہر میں داخل ہوا اور ایک مکان کے دروازے پر دستک دی جو ہتھیاروں کے بازار میں تھا۔ یہ مکان بنو تمیم کے ایک شخص ہلال بن اجوزہ کا تھا جو سرکاری فوج میں اعلیٰ افسر تھا۔

ایک صحت مند جوان نے دروازہ کھولا جو ہلال بن اجوزہ ہی تھا۔

خنیس کو دیکھتے ہی اس نے اسے گلے سے لگا لیا اور اسے کھینچتا ہوا اندر لے گیا گھوڑا اصطبل میں باندھنے کے بعد وہ دونوں ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ ہلال کے گھر والے بھی وہیں آ گئے اور بڑے تپاک کے ساتھ خنیس سے ملے۔ شائد وہ اسے پہلے ہی سے جانتے تھے ___

مسکراتے ہوئے ہلال نے پوچھا۔

''آج کدھر بھولے ہو ___؟''

خنیس سنجیدہ ہو گیا۔

''انتقام لینے آیا ہوں۔''

ہلال نے حیرت سے پوچھا۔

''انتقام اور یہاں۔ آخر کس سے اور کس جرم میں۔''

خنیس خلاؤں میں کھو گیا۔

''یزید بن مہلب اور اس کے بھائی حبیب سے جنہوں نے میرے سارے خاندان کو قتل کرا دیا ___''

ہلال بن اجوزہ نے دکھ سے کہا۔

''ذرا تفصیل سے کہو ___''

خنیس نے پوری داستان سنادی۔

''مجھے افسوس ہے۔ بہرحال اس معاملے میں میں تمہاری مدد ضرور کرسکتا ہوں یزید بن مہلب یہاں سے بھاگ کر بصرہ چلا گیا ہے۔ وہاں اس نے اپنے بھائیوں کو ساتھ ملا کر بغاوت کردی ہے۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے خلیفہ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ روانہ کرنے والا ہے۔

خنیس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

''کب روانہ ہوگا یہ لشکر؟''

''بس ایک دو دن تک۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''تو پھر اُٹھو ___ مسلمہ بن عبدالملک کے پاس چلیں ___''

ہلال مسکرادیا۔

''اتنے بیتاب نہ ہو ___ آرام کرو ___ کچھ کھا پی کر چلتے ہیں۔''

''اوں ہوں ___ پہلے یہ کام کر کے کچھ کھاؤں پیؤں گا۔''

ہلال کھڑا ہوگیا۔

''مجبور کرتے ہو تو چلو۔''

دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔

☆.....☆.....☆

دونوں ایک محل نما حویلی میں داخل ہوئے۔ ہلال جو آگے آگے تھا ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ کمرے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ایک مسلمہ بن عبدالملک اور ایک اس کا داماد سعید بن عبدالعزیز تھے۔ وہ دونوں ہلال اور خنیس کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے۔

ہلال نے خنیس کا تعارف کرایا اور ساتھ ہی اس کی داستان بھی کہہ دی۔

ان دونوں نے افسوس کا اظہار کیا۔

مسلمہ نے ازراہ ہمدردی کہا۔

''کہو ہم تمہاری کیا مدد کرسکتے ہو؟''

خنیس نے بڑے اشتیاق سے کہا۔

''میں اس لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہوں جو یزید بن مہلب کی سرکوبی کو روانہ ہونے والا ہے۔''

''بڑی خوشی سے ___ ہلال کی بات چیت اور تمہارے ڈیل ڈول سے پتہ چلتا ہے تم ایک نایاب سپاہی ہو۔ میں ابھی اور یہیں تمہیں ایک اعلیٰ عہدے پر نامزد کرتا ہوں۔''

خنیس کی آواز بھرا گئی۔

''سیدی! میں تمہارا مشکور ہوں۔ میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لینا چاہتا ہوں۔ صرف ایک التجا ہے کہ یزید بن مہلب اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگ کے بعد اگر بھاگنے میں کامیاب ہوجائے تو مجھے سپاہیوں کا ایک دستہ دے دیا جائے تاکہ اس کا تعاقب کر کے اسے جہنم واصل کرسکوں۔''

مسلمہ نے بڑی فراخدلی سے کہا۔

''ہم تمہاری ہر خواہش پوری کریں گے۔ اگر تم خود کماندار بننا پسند نہیں کرتے تو پھر تم ہلال کے دستے میں کام کرو گے اس کے علاوہ بھی اگر تمہارا کوئی کام ہو۔ تو ہم کریں گے۔''

''سیدی! میں مشکور ہوں تمہارا۔''

مسلمہ نے اس کے شاہین کی طرف اشارہ کیا۔

''تم اس شاہین سے کیا کام لیتے ہو؟''

''یہ میرے دشمن پر حملہ کرتا ہے ___ شکار کرتا ہے اور پیغام رساں کا کام کرتا ہے۔''

''یقیناً تم حرب وضرب میں لاجواب ہوگے۔''

ہلال پہلی بار خنیس کی تعریف میں بولا۔

''سیدی! ہمارے قبیلے کا سب سے بہادر اور طاقت ور نوجوان ہے کسی بھی پہلوان نے آج تک اسے نہیں پچھاڑا۔ تلوار کی بجائے یہ جنگ میں لوہے کی ایک بھاری زنجیر استعمال کرتا ہے جسے عام آدمی اٹھا بھی نہیں سکتا۔ ہمارے قبیلے کا یہ ایک ایسا نوجوان ہے جس سے محبت کرنے کو کنواریاں ترستی ہیں بوڑھے اس پر فخر کرتے ہیں اور قبیلے کی عورتیں اسے قبیلے کا چاند کہتی ہیں۔ غیر مسلم لوگ اسے بھیڑیا اور طاقت کا دیوتا مانتے ہیں۔''

مسلمہ نے حیرت سے کہا۔

''میں جنگ میں تمہارے لڑنے کا انداز ضرور دیکھوں گا۔ ہلال نے جو تمہاری تعریف کی ہے اگر تم اس پر پورے اترے تو خدا کی قسم میں خلیفہ سے تمہارے سپہ سالار بنائے جانے کی سفارش بھی کروں گا۔ پرسوں میرا لشکر روانہ ہونے والا ہے۔ تم ہلال کے دستے میں کام کرو گے۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''سیدی! مجھے اجازت دیجئے میں تھکا ہوا ہوں۔''

مسلمہ اور اس کے داماد دونوں نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا اور وہ ہلال بن اجوزہ کے ساتھ باہر نکل گیا۔

☆.....☆.....☆

یزید بن مہلب جیل سے بصرہ کی طرف بھاگ گیا اس کے بھائی مفضل، حبیب اور مروان پہلے ہی بصرہ میں مقیم تھے۔ خلیفہ یزید بن عبدالملک نے والی بصرہ عدی بن ارطاۃ کو آل مہلب کی نظر بندی کا حکم بھیج دیا۔

والی نے یزید بن مہلب کے تینوں بھائیوں کو جیل میں ڈال دیا۔

یزید نے بھی اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا اور بہت جلد ایک جرار لشکر جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا اور بصرہ پر فوج کشی کردی۔ بصرہ کو فتح کر کے اس نے اس پر قبضہ کرلیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے ہی دیکھتے عراق، خراسان اور کرمان میں یزید کا طوطی بولنے لگا۔

اس نے خلیفہ کی بیعت توڑ کر باقاعدہ بغاوت کا اعلان کردیا اور مسلمانوں کو کتاب وسنت کے نام پر بنی امیہ سے مقابلے کی دعوت دینے لگا۔ اس نے اعلان کیا کہ بنی امیہ سے جنگ کرنا ترک ویلم کے ساتھ جنگ کرنے سے بھی زیادہ کارثواب ہے۔

یزید کے اس اعلان پر اس دور کے مشہور عالم دین اور بزرگ حضرت حسن بصریؒ نے مسلمانوں کو اس جنگ سے بے تعلق رہنے کی تلقین کی اور فرمایا ابھی کل ہی یزید بنو امیہ کی طرف سے فرمانروا تھا اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر یہ لوگوں کی گردنیں کاٹتا پھرتا تھا اور آج وہ ان ہی لوگوں کو بنی امیہ سے مقابلے کی دعوت دے رہا ہے۔

خلیفہ یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو اسی ہزار فوج کے ساتھ یزید کو نیچا دکھانے کے لئے روانہ کیا۔

یزید بن مہلب ایک لاکھ بیس ہزار کا عظیم الشان لشکر جمع کر کے مقابلے کو آیا۔

دریائے فرات کے دائیں کنارے عکرا کے وسیع میدان میں مسلمہ بن عبدالملک کی اسی ہزار اور یزین بن مہلب کی ایک لاکھ بیس ہزار افواج آپس میں ٹکرائیں اور اس جنگ کو جنگ عکرا کا نام دیا گیا۔

عکرا کا یہ میدان تلوار کا کھیت بن کر رہ گیا۔ گھنٹوں آتش وخون کا قلزم زخار موجیں مارتا رہا۔ اور لہو کا نگر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ دور خنیس نے یزید بن مہلب اور اس کے بھائی حبیب کو اپنے جوانوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے دیکھا۔ ان کی موجودگی خنیس کے توسن یورش کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوئی اور اس نے موت کی پرواہ کئے بغیر اپنا تند وسرکش گھوڑا بپھتے ہوئے لہو

کے نگر میں ڈال دیا اور ہر لمحہ یزید اور اس کے بھائی حبیب سے نزدیک تر ہوتا جارہا تھا۔

عین اس وقت جبکہ جنگ کا تنور پوری طرح گرم تھا۔ یہ افواہ اڑی کہ فرات کا پل جل رہا ہے یہ سنتے ہی اہل عراق بھاگ نکلے۔ یزید بن مہلب نے انہیں روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر بے سود وہ لشکر سے نکل کر چلے گئے۔

خنیس مار دھاڑ کرتا ہوا عین حبیب کے سر پر جا پہنچا اور اپنی زنجیر لہراتے ہوئے اس نے چیخ کر کہا۔

"سن او نابکار ___ ظلم کا تنور گرم کرنے والے۔ میں وہی خنیس بن یوسف ہوں جس کے خاندان کو تم نے مار دہ حاصل کرنے کی خاطر قتل کرادیا تھا۔ سن میں ہی وہ ہوں جسے غیر مسلم بھیڑیا اور طاقت کا دیوتا کہتے ہیں۔ میں تجھ پر وار کرتا ہوں اگر ہمت ہے تو بچ کر دکھا ___"

خنیس نے زنجیر لہرا کر وار کیا جسے حبیب روک نہ سکا۔ اس کا سر پس گیا اور ختم ہو کر رہ گیا۔

اس کے بعد خنیس یزید بن مہلب کی طرف بڑھا اور اس پر زنجیر کے پے در پے وار کر کے اس نے اسے گھوڑے سے گرا کر ختم کردیا۔

یزید بن مہلب کے قتل ہوجانے کے بعد اس کا بھائی مفضل بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ واسط کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے قدانیل کی طرف چلا گیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے ہلال بن اجوزہ تمیمی کو اس سے نمٹنے کے لئے روانہ کیا اور خنیس کو اس کی مدد کے لئے اس کے ساتھ کردیا۔

قدانیل کے امیر وداع بن حمید کو جب معلوم ہوا کہ مسلمہ کی طرف سے ہلال بن اجوزہ مفضل اور اس کے لشکر کے تعاقب میں آرہا ہے تو اس نے یزید بن مہلب کا پروردہ ہونے کے باوجود اس کے بھائی مفضل کو امان دینے سے انکار کردیا۔

قدانیل شہر سے باہر مفضل اور ہلال کے لشکر میں گھمسان کا رن پڑا۔ مفضل جنگ میں کام آیا۔ اس کے ساتھی تہ تیغ کردیئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے دمشق روانہ کردیا گیا۔

☆.....☆.....☆

جنگ کے خاتمہ پر ہلال بن اجوزہ کے ساتھ خنیس جب دمشق پہنچا تو مسلمہ بن عبدالملک نے دونوں کو بلا بھیجا۔ وہ دونوں جب اس کے پاس آئے تو وہ پہلے کی نسبت زیادہ تپاک سے ملا اور خنیس سے بولا۔

"خدا کی قسم جنگ میں لڑتے ہوئے تم انسان نہیں لگتے۔ میں نے آج تک تم سے بہتر اور اچھا جنگجو اور حرب وضرب سے واقفیت رکھنے والا جوان نہیں دیکھا۔ لوہے کی بھاری زنجیر کو تم میدان جنگ میں یوں آسانی سے استعمال کرتے تھے جیسے وہ لوہے کی بنی ہوئی نہ ہو لکڑی کی

ہو۔تم اب دمشق سے نہیں جاسکتے۔ میں خلیفہ سے تمہارے لئے کسی مناسب اور اعلیٰ عہدے کی سفارش کروں گا۔"

خنیس نے احسان مندی سے جواب دیا۔

"سیدی! میری کچھ مجبوریاں ہیں، ___ جن کی بنا پر مجھے واپس خراسان جانا ہے۔"

"کیا مجبوریاں ہیں تمہاری؟"

"یزید بن مہلب اور اس کے بھائی کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک لڑکی میرے گھر سے نکل کر کہیں روپوش ہوگئی تھی۔ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اور ہم دونوں کی شادی ہونے والی تھی میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ مگر وہ نہیں ملی۔ اب پھر واپس جاؤں گا اور ایک نئے عزم کے ساتھ اس کی تلاش کروں گا۔ یزید بن مہلب کے زمانے میں خود روپوشی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس لئے آزادی کے ساتھ اسے تلاش نہ کرسکتا تھا۔ اب میں ہر شہر اور ہر قصبے میں تلاش کروں گا۔ جب تک وہ مجھے نہیں مل جاتی میری زندگی ادھوری ہے۔"

مسلمہ نے ہمدردی سے کہا۔

"پھر میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ تم خراسان واپس جاسکتے ہو۔ بلکہ اس معاملے میں اب میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔ خلیفہ نے مجھے عراق کا اور مشرقی بلاد کا والی مقرر کردیا ہے۔" پھر اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے داماد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میں نے اپنے داماد سعید کو خراسان کا امیر مقرر کردیا ہے۔ یہ ہر معاملے میں تمہاری مدد کرے گا۔ تم کب تک خراسان روانہ ہوگے؟"

"میں آج یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

مسلمہ کھڑا ہوگیا۔

"آؤ اندر چلیں۔ میں نے تم دونوں کو آج دعوت پر مدعو کیا ہے۔"

وہ اٹھ کر آگے آگے چلنے لگا۔ سعید، ہلال اور خنیس پیچھے پیچھے تھے۔ وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جہاں غلام کھانا تیار کئے ان کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

دریائے جیحون کو عبور کرنے کے بعد خنیس ایک ایسے چوراہے پر آکر کھڑا ہوگیا۔ جہاں سے سامنے کی طرف جانے والی سڑک اس کی بستی کی طرف جاتی تھی اور بستی کی عمارتیں اور قبرستان وہاں سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ دائیں طرف شاہراہ بزدہ سے ہوتی ہوئی نسف کی طرف چلی گئی تھی اور تیسری خوارزم کی طرف جاتی تھی۔

خنیس تھوڑی دیر تک اس چوراہے پر کھڑا سوچتا رہا۔ پھر وہ دائیں طرف مڑ کر اور گھوڑے کو

اس شاہراہ پر ڈال دیا۔ جو نسف کی طرف جاتی تھی نسف شہر میں رکنے کی بجائے وہ سیدھا نکل گیا۔ وہ اس کوہستانی علاقہ کی طرف جارہا تھا جہاں حرب کی قبر تھی۔

شام کو وہ وہاں پہنچا۔ قبر پر فاتحہ کہی اور سمرقند جانے والی سڑک پر گھوڑے کو ڈال دیا۔ کئی روز تک وہ سمرقند میں مقیم رہا اور ماروہ کو تلاش کرتا رہا۔ وہاں سے وہ لوٹا کش میں تلاش کیا پھر وہ اسے شومان اور صفانیان پر تلاش کرتا رہا مگر وہ کہیں بھی اسے نہ ملی۔ وہ بڑا مایوس اور افسردہ دکھائی دے رہا تھا۔

اب وہ ماروہ کی تلاش میں ترمز شہر میں داخل ہوا اور شہر کی سڑکوں پر ہوتا ہوا وہ توفیل کی حویلی میں داخل ہوا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے وہ حویلی کے اندرونی دروازے پر آیا اور زور سے دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور توفیل کی بیوی نتیان سامنے کھڑی تھی۔ خنیس کو دیکھتے ہی وہ غصے میں جل بھن گئی۔

خنیس کی طرف دیکھتے ہوئے غرا کر اس نے کہا۔

"تم میرے شوہر کے قاتل ہو ___ مجھے تمہاری تلاش تھی۔ اچھا ہوا تم خود موت کو سلام کرنے آگئے ہو۔"

خنیس نے غصہ میں کہا۔

"تم پاگل ہو بڑھیا ___ میں تم سے پوچھنے آیا ہوں ماروہ یہاں تو نہیں آئی۔"

نتیان کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔

"میں کسی ماروہ کو نہیں جانتی۔ میں تو صرف ایک شخص کو جانتی ہوں جس کا نام خنیس بن یوسف ہے اور وہ میرے شوہر اور بیٹے کا قاتل ہے۔"

کمرے سے نکل کر نتیان برآمدے میں آئی اور وہاں ایک کونے میں پڑی ہوئی دف پر اس نے زور سے چوٹ لگائی۔

آواز پوری حویلی میں گونج گئی ___ نتیان واپس آئی اور بڑی عیاری کے ساتھ خنیس سے کہا۔

"میں نے دف پر چوٹ لگا دی ہے ___ ابھی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ماروہ کہاں ہے۔"

خنیس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ حویلی کے در و دیوار سے اسے خطرے کی بو آرہی تھی لہٰذا اس نے گھوڑا واپس موڑا اور حویلی سے باہر نکلنے لگا ___

نتیان نے اسے طعنہ دیا۔

''بزدل گیدڑ کی طرح دم دبا کر بھاگ کیوں رہے ہو___ تم اب بھاگنا بھی چاہو تو نہ بھاگ سکو گے میں نے تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔''

خنیس نے مڑ کر نتیان سے کہا۔

''سن او مکار لومڑی۔ میں تمہاری حویلی کے باہر کھڑا ہوتا ہوں تو جسے بھی میرے مقابلے کو لانا چاہتی ہے لے آ میں بزدلوں کی طرح بھاگنا نہیں چاہتا۔''

اسی لمحے خنیس نے اپنے سامنے پودوں کے جھنڈ سے پانچ سوار نکلتے دیکھے جو بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

خنیس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور حویلی سے باہر نکل آیا۔

وہ پانچوں بھی جب اس کے تعاقب میں حویلی سے نکلے تو خنیس نے شاہین کو ان پر چھوڑ دیا۔ خود بھی وہ تیزی سے پلٹا اور زنجیر سے ان پر حملہ کر دیا___ دو کو شاہین نے ختم کر دیا۔ دو کو اس نے خود اور پانچویں نے بھاگ کر جان بچائی۔

ترمز سے نکل کر خنیس نے دریائے زنیل عبور کیا اور پہاڑی سلسلے میں تھوڑی دُور تک ہی سفر کیا ہو گا کہ شاہراہ کے بائیں جانب پہاڑی سلسلے کے اس جانب اسے گھوڑوں اور خچروں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دیں۔

اس نے گھوڑے کو بائیں طرف موڑ لیا اور پہاڑ پر چڑھنے لگا اوپر آ کر اس نے دیکھا کہ پہاڑی کے اس جانب ایک وسیع میدان تھا۔ جس میں کثرت سے گھاس تھی اور ان گنت گھوڑے خچریں اور بھیڑ بکریاں وہاں چر رہی تھیں۔ پہاڑ کے دامن میں میدان کے چاروں طرف خیمے ہی خیمے نصب تھے۔

خنیس پہچان گیا کہ وہ سردار ارطبون کا قافلہ ہے۔

پہاڑ سے اتر کر جوں ہی وہ خیموں میں داخل ہوا ہر طرف خنیس بن یوسف خنیس بن یوسف کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ لوگوں کے بے پناہ ہجوم کے ساتھ وہ سردار ارطبون کے خیمے کے پاس آیا گھوڑے سے نیچے اتر کر وہ خیمے میں داخل ہوا۔

پہلے کمرے میں کوئی بھی نہ تھا وہ پردہ اٹھا کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا اندر سردار ارطبون آنکھیں بند کئے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اور قبیلے کے حکیم اس کی ٹانگ پر پٹی باندھ رہے تھے۔ سردار ارطبون کے سرہانے قطونہ بیٹھی تھی۔ بالکل خاموش اور اداس۔ گویا کوئی حسین مجسمہ ہو۔

خنیس جب اندر داخل ہوا تو قطونہ کھڑی ہو گئی۔ تینوں حکیم بھی احتراماً کھڑے ہو گئے تھے چوتھا حکیم جو پٹی باندھ رہا تھا اپنے کام میں مصروف رہا۔

خنیس آگے بڑھا۔

قطونہ کی آنکھوں میں خنیس کی آمد سے جانے کیوں آنسو آ گئے تھے۔

آنکھیں بند کئے ہوئے ہی سردار ارطبون نے پوچھا۔

''کون آیا ہے؟''

قطونہ اپنا منہ سردار کے چہرے کے پاس لے گئی اور آہستہ سے کہا۔

''خنیس آیا ہے بابا۔''

سردار ارطبون کا چہرہ خوشی سے تر و تازہ ہو گیا۔ اس نے اٹھنا چاہا مگر خنیس نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پہلے کی طرح اسے پلنگ پر لٹا دیا۔ سردار ارطبون نے اپنا بازو خنیس کی کمر کے گرد لپیٹتے ہوئے بڑی شفقت سے پوچھا۔

''اتنا عرصہ کہاں رہے بیٹے؟''

گھمبیر سی آواز میں خنیس نے کہا۔

''دھکے کھاتا رہا۔''

اتنے میں نوطس کمرے میں داخل ہوا___ خنیس اٹھا اور اس سے گلے ملنے کے بعد اپنے پاس بٹھا لیا___ قبل اس کے نوطس بات کرتا سردار ارطبون پھر بولا۔

''حرب کہاں ہے؟''

خنیس کی گردن جھک گئی اور وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔

''تم نے جواب نہیں دیا___؟''

سردار ارطبون نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

خنیس نے سر اوپر اٹھایا۔ اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''اسے دشمنوں نے قتل کر دیا ہے۔''

سردار ارطبون بے تاب ہو گیا۔

''کیا کہا۔ قتل کر دیا۔ مگر کس نے___؟''

''میرے قبیلے والوں نے۔''

''خدا کی قسم تمہارے قبیلے نے تمہارے ساتھ ہر بار غیر مناسب سلوک کیا ہے مجھے صحت مند ہونے دو میں خود ان سے انتقام لوں گا۔''

نوطس کی گردن جھک گئی تھی اور قطونہ رونے لگی تھی۔

''میں حرب بھائی کے قاتلوں سے انتقام لے چکا ہوں سردار۔ میں نے جنگ عکرا میں بھی

حصہ لیا تھا اور یزید بن مہلب اور اس کے بھائی حبیب کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا اور اب قبیلے کا سردار وکیع اور چند جوان ایسے رہ گئے ہیں جن سے مجھے انتقام لینا ہے اور میں اس سے بھی بہت جلد فارغ ہو جاؤں گا۔''

سردار ارطبون نے اسے لپٹا لیا۔

''اب میں تمہیں کہیں نہ جانے دوں گا۔''

''تمہاری ٹانگ کو کیا ہوا سردار؟''

''اس پہاڑی سلسلے میں میرا گھوڑا بدک گیا تھا۔ میں نیچے گر گیا اور ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔''

چاروں حکیم جب اٹھ کر چلے گئے تو سردار نے کہا۔

''اس بار میں تم سے ایک اہم مسئلہ طے کرنا چاہتا ہوں۔''

''کہو سردار۔''

''میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ___ بڑھاپے نے مجھے آلیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اپنے جیتے جی تمہاری اور قطونہ کی شادی ہو جائے اور میں تمہیں قبیلے کا سردار بنا دوں میں نے قبیلے کی رائے لے لی ہے وہ تمہیں سردار بنانے پر بے حد خوش ہیں اور متفق ہیں۔''

قطونہ نے منہ ڈھانپ لیا اور تیزی سے اس تیسرے کمرے میں چلی گئی۔ جو اس کا اپنا کمرہ تھا اور پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر باتیں سننے لگی۔

سردار ارطبون نے پھر پوچھا۔

''تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟''

خنیس خاموش رہا۔

ارطبون نے اس کا گھٹنا ہلایا۔

''بولتے کیوں نہیں ___؟''

''کچھ دن اور ٹھہر جاؤ سردار پھر جو تم کہو گے میں مان لوں گا ___''

''اب میں صبر نہیں کر سکتا بیٹے ___ آج تم نے ایک لمبے عرصے بعد میرے خیمے میں قدم رکھا ہے ہم باپ بیٹی تو تمہاری صورت کو ترس گئے تھے۔ اب میں تمہاری کوئی بات نہ مانوں گا اور نہ ہی تمہیں جانے دوں گا۔ میں آج ہی قبیلے کے سرکردہ لوگوں کو جمع کروں گا اور تمہاری سرداری کا اعلان کر کے قطونہ سے تمہیں بیاہ دوں گا۔''

خنیس نے منت کی۔

''میں صرف چند دن کی مہلت اور مانگتا ہوں سردار! پھر کبھی اس قبیلے سے نہیں جاؤں گا مجھے

اب خود سکون اور آرام کی ضرورت ہے۔''

''اب کہاں جانا چاہتے ہو ___؟''

''میں ایک بار صرف خوارزم جاؤں گا ___''

''کیوں ___؟''

''میں نے مارو کو ہر جگہ تلاش کیا ہے۔ مگر وہ مجھے کہیں نہیں ملی۔ میں ایک بار خوارزم جا کر اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ وہیں چلی گئی ہو اگر مل گئی تو ٹھیک ورنہ میں لوٹ آؤں گا اور قطونہ سے شادی کر کے ہمیشہ کے لئے اس قبیلے میں رہوں گا۔''

''کیا یہ تمہارا آخری وعدہ ہوگا؟''

''ہاں سردار ___''

ارطبون مسکرا پڑا۔

''مجھے منظور ہے تم کب خوارزم جانا پسند کرو گے؟''

''میں رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔''

نوطس کھڑا ہو گیا اور باہر جاتے ہوئے کہا۔

''میں تمہارے گھوڑے کے دانے چارے کا بندوبست کر لوں۔''

ارطبون نے قطونہ کو آواز دی۔

''قطونہ ___ او قطونہ ___ خنیس کے لئے کھانا لاؤ ___''

خنیس کھڑا ہو گیا۔

''وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی ہے میں خود ہی جا کر اس سے کھانا لے لیتا ہوں۔''

قطونہ پردے کے پیچھے سے ہٹ کر کمرے میں چلی گئی اور منہ دوسری طرف کر کے کھڑی ہو گئی خنیس بھی اس کمرے میں داخل ہوا اور قطونہ کے شانے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

''ناراض ہو قطونہ ___؟''

قطونہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ خنیس نے اسے گھما کر اس کا رخ اپنی طرف کر لیا اور پھر دوبارہ پوچھا۔

''بولتی کیوں نہیں؟''

قطونہ نے اپنا آپ چھڑا لیا۔

''کوئی مرے یا جئے۔ تمہیں کسی کی کیا پرواہ ___؟''

''کیا ہوا؟''

''ہوں___ کیا ہوا۔ بڑا آیا انجان۔ کتنے عرصہ بعد مل رہے ہو۔ جیسے ہم سے کوئی رشتہ ہی نہ ہو۔ میں اور بابا مریں یا جئیں___ تمہیں پرواہ ہی نہیں___''

خنیس نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''معاف کردو___ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''

قطونہ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چوم لئے اور مسکرانے لگی۔

''اب کھانا تو دے دو نا بھوک لگی ہے۔''

قطونہ نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے پلنگ پر بٹھایا پھر اس کے سامنے کھانا لگا دیا اور وہ کھانے لگا۔ قطونہ نے اس کے شانے پر بیٹھے ہوئے شاہین کو پکڑ لیا اور اسے اپنی گود میں بٹھا کر گوشت کھلانے لگی۔ کھانا کھا کر خنیس اٹھا اور قطونہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''چلو سردار کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں۔''

دونوں آکر ارطبون کے پلنگ پر بیٹھ گئے اور خنیس اسے آہستہ آہستہ دبانے لگا۔ ارطبون نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

''رہنے دو بیٹا___ تم خود تھکے ہوئے ہو۔ مسلسل سفر نے تمہیں کمزور کر دیا ہے۔ قطونہ نے تمہیں کھانا دیا ہے یا نہیں___ یہ تم سے ناراض بھی تھی۔ ہر روز مجھ سے کہا کرتی تھی۔ خنیس اب کبھی یہاں نہیں آئے گا اور میں ہر روز اسے تسلی دیا کرتا تھا۔''

''میں نے کھانا کھا لیا ہے سردار اور یہ مجھ سے راضی بھی ہوگئی ہے۔''

ارطبون مسکرا رہا تھا۔

''میں تم دونوں پر بے حد خوش ہوں۔''

ارطبون نے قطونہ سے کہا۔

''قطونہ خنیس کے لئے بستر لگا دو اور اسے آرام کرنے دو۔ رات کے پچھلے پہر اسے خوارزم کے لئے روانہ ہو جانا ہے___''

قطونہ کھڑی ہوگئی اور خنیس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

''چلو اٹھو آرام کرلو___'' وہ پھر اسے کمرے میں لے گئی۔ خنیس اس کے پلنگ پر لیٹ گیا اور وہ اس کے پاس بیٹھ کر چاہت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

☆.....☆.....☆

کئی روز کی لگاتار مسافت کے بعد خنیس خوارزم میں داخل ہو رہا تھا۔ شہر میں قیام کرنے کے لئے وہ اسی سرائے میں داخل ہوا جس میں وہ اس وقت ٹھہرا تھا جبکہ وہ باغر کا تعاقب کرتے ہوئے

آیا تھا اور اس کی ملاقات ماروہ، قراطیس اور طوانہ سے ہوگئی تھی۔

جب وہ سرائے کے چینی مالک اکتائی کے کمرے میں داخل ہوا۔ تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''زرتشت کی قسم___ اگر میں غلطی پر نہیں۔ تو تم ایک بار پہلے بھی میری سرائے میں قیام کر چکے ہو۔ اس وقت بھی تمہارے کندھے پر اس طرح شاہین بیٹھا ہوا تھا۔ تم اس وقت میری سرائے میں داخل ہوئے تھے جب خوب برف باری ہو رہی تھی۔ جب شائد تم کسی کے تعاقب میں آئے تھے۔ کیا میں نے درست کہا ہے۔''

خنیس نے ہاتھ بڑھا کر اس سے مصافحہ کیا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو بوڑھے اکتائی۔''

''اب کس ارادے سے آئے ہو؟''

''اپنے ایک عزیز کی تلاش میں آیا ہوں۔''

''کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں؟''

''شائد___ تمہیں خبر ہو کہ شہر سے پانچ میل شمال کی جانب ایک قصبہ ہے جس کا نام سرقوسہ ہے اس سے مشرق میں ایک بلند ٹیلہ ہے جس کے اوپر ایک جرنیل کا محل ہوا کرتا تھا۔ خوارزم کے بادشاہ خرزاد نے اس جرنیل کو قتل کر دیا اور اس کے محل کو گرا دیا اس جرنیل کی ایک بیٹی تھی جس کا نام ماروہ تھا بوڑھے اکتائی۔ کیا تم بتا سکتے ہو جرنیل کی وہ بیٹی کہاں ہے؟''

اکتائی نے حیرت سے کہا۔

''تمہاری معلومات سو فیصد درست ہیں مگر تمہارا اس لڑکی سے کیا تعلق؟''

''وہی جو ایک جسم کا روح سے ہوتا ہے۔''

''سمجھ گیا___ یقیناً تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو۔''

''تم غلط نہیں کہتے۔ کیا تم بتا سکتے ہو وہ لڑکی اس وقت کہاں ہیں؟''

''یہاں سے انہیں تہہ خانے سے کوئی نکال کر لے گیا تھا۔ بالکل ان دنوں جن دنوں تم خوارزم میں وارد ہوئے تھے۔ اگر میرا ذہن غلط نہیں سوچ رہا۔ تو تم ہی انہیں یہاں سے نکال کر لے گئے تھے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو بوڑھے اکتائی! اس کے بعد ماروہ کے متعلق تم نے کچھ سنا ہو۔''

''نہیں___ زرتشت کی قسم نہیں___''

خنیس کی گردن جھک گئی۔ وہ باہر آیا بڑی بے دلی سے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے شہر کی شمالی

جانب دلکی چال چھوڑ دیا۔ پہلے وہ اس قصبہ میں آیا جس کا نام سرقوسہ تھا وہاں سے وہ مشرق کی جانب ہولیا اور اس ٹیلے کے اوپر آیا جہاں کبھی ماروہ کے باپ کا محل ہوا کرتا تھا۔ محل کی دو دیواریں جو بچ گئی تھیں ویسے کی ویسی کھڑی تھیں۔

دونوں دیواروں کے درمیان میں کسی نے گھاس پھوس کی ایک جھونپڑی بنالی تھی۔ جس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا اور جھونپڑی سے باہر سیاہ رنگ کی ایک خچر بندھی ہوئی تھی۔

خنیس کا دل دھڑکنے لگا۔ اسے امید ہوگئی تھی کہ یہ یقیناً ماروہ نے بنائی ہوگی اور وہ یہیں رہ رہی ہوگی۔ آپ ہی آپ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ جب جھونپڑی میں داخل ہوا تو مایوس ہوگیا۔ اندر ایک بوڑھی عورت آگ کا الاؤ روشن کئے آگ تاپ رہی تھی۔

خنیس نے مایوسی میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ضعیف خاتون ___ تم نے جنگل کے اندر اس ٹوٹے اور تباہ حال محل کے ملبے پر جھونپڑی بنا کر کیوں رہنا شروع کردیا ہے؟''

خاتون نے دکھ سے کہا۔

''نووارد اجنبی ___ یہ محل کبھی میری بیٹی کا تھا۔ وہ نہ جانے کہاں کھوگئی ہے۔ میں یہیں جھونپڑی بنا کر اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ کبھی تو وہ لوٹ کر آئے گی۔ اجنبی ___ کیا تمہیں بھی کسی کی تلاش ہے۔ تمہارا چہرہ بتاتا ہے تمہیں اس جھونپڑی میں مجھے دیکھ کر مایوسی ہوئی ہے۔ یقیناً تم بھی کسی کو تلاش کرتے پھر رہے ہو۔''

''بے شک تمہارا اندازہ درست ہے۔''

''کس خوش نصیب کی تمہیں تلاش ہے؟''

''ایک لڑکی کی۔''

''لڑکی ___؟ کون ہے وہ ___ کیا اس کا بھی اس محل سے کوئی تعلق ہے؟''

''ہاں خاتون ___ وہ بھی کبھی اس محل میں رہا کرتی تھی ___ ظالم خرزاد نے انہیں بالکل برباد کردیا۔''

''کیا تم اس لڑکی کا نام مجھے بتاؤ گے؟''

''ناموں میں کیا رکھا ہے خاتون! اس کے متعلق تمہیں سن کر مایوسی ہوگی۔''

''کیا تم اسے اپنا راز رکھنا چاہتے ہو؟''

بوڑھی عورت نے بڑی ہی حسرت سے کہا۔

''نہیں خاتون ___ تم ان رازوں سے پہلے ہی آگاہ ہو۔''

بوڑھی عورت نے گردن ایک طرف جھکاتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا۔

''میں ان رازوں سے پہلے ہی آگاہ ہوں ___ اجنبی یقیناً تم پہیلیوں میں بات کرتے ہو جنہیں میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کھل کر بات کرو۔''

خنیس اسے قراطیس کی موت اور ماروہ کی گمشدگی کے متعلق نہ بتانا چاہتا تھا اسے اندیشہ تھا کہ بڑھیا کو اس خبر سے صدمہ ہوگا۔

لہٰذا اس نے بات کا رخ بدلا۔

''معمر خاتون ___ مجھے سخت بھوک لگی ہے تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہوگا؟''

بڑھیا نے منت کے انداز میں کہا۔

''پہلے جو بات چھیڑی ہے اسے مکمل کرلو اجنبی۔ میرے پاس کھانے کو بہت کچھ ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ تمہیں بھوکا نہیں رہنے دوں گی۔ شائد اس لڑکی کی تلاش نے تمہیں لالچی بنادیا ہے۔''

''یہ بات نہیں خاتون میں تمہاری خیریت چاہتا ہوں۔''

''اگر میری خیریت چاہتے ہو تو سلسلہ کلام کو مکمل کردو اجنبی!''

خنیس مجبور ہوگیا۔

''سنو خاتون ___ کیا تمہاری بیٹی کا نام قراطیس ہے؟''

بڑھیا اچھل پڑی۔

''یقیناً اجنبی ___ یقیناً یہی نام ہے اس کا بتاؤ کہاں ہے وہ؟''

''کیا تمہاری ایک دوہتی ہے جس کا نام ماروہ ہے؟''

بڑھا اس سے قریب ہوگئی۔

''ہاں میری ایک دوہتی بھی ہے جس کا نام ماروہ ہے اور وہ مجھے بے حد عزیز ہے۔ دیر نہ کرو اجنبی میں تمہاری منت کرتی ہوں بتاؤ وہ دونوں کہاں ہیں۔ اگر تم نے نہ بتایا تو میں سسک سسک کر مرجاؤں گی۔''

خنیس نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''اگر تم مجبور ہی کرتی ہو خاتون تو سنو۔ ماروہ کھو چکی ہے اور میں اسے تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔ وہ وہی لڑکی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں اور تمہاری بیٹی قراطیس ایک حادثہ میں قتل ہوچکی ہے۔''

بڑھیا کی آنکھیں پتھرا گئیں اور وہ زمین پر ڈھلک گئی۔ خنیس نے آگے بڑھ کر اسے دیکھا وہ مر چکی تھی۔ خنیس پہلے سے بھی زیادہ افسردہ ہوگیا۔ بڑھیا کو سنبھالا قریب ہی جھونپڑی کے اندر ایک گڑھا کھودا۔ بڑھیا کو وہاں دفن کرنے کے بعد اس نے اس کی قبر پر فاتحہ کہی پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ٹیلے سے نیچے اتر کر وہ دریائے جیحون کے کنارے آیا اور خراسان کی طرف واپس جانے لگا۔

☆.....☆.....☆

سردار ارطبون کے کاروان کی طرف جاتے ہوئے وہ نسف شہر میں سے گزرا اور بوڑھے ارمن کی سرائے میں داخل ہوا۔ ارمن اپنے کمرے میں بیٹھا نقدی گن گن کر تھیلیوں میں ڈال رہا تھا خنیس اپنے کندھے پر شاہین بٹھائے جب اس کے سامنے گیا تو ارمن اٹھ کھڑا ہوا ___ اور پھر گرم جوشی سے کہا۔

''میں طاقت کے دیوتا کو خوش آمدید کہتا ہوں۔''

خنیس کی گردن جھکی رہی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

ارمن تھیلیاں چھوڑ کر اس کے قریب آ گیا۔

''طاقت کے دیوتا ___ کیا تم پھر کسی سے انتقام لینے کو نکلے ہو؟''

خنیس نے بڑے دکھ سے جواب دیا۔

''نہیں بوڑھے ارمن ___ اس وقت میں ایک ترک سردار ارطبون کے کاروان کی طرف جا رہا ہوں ___''

''کہاں سے آ رہے ہو؟''

''ماروہ کو تلاش کرنے خوارزم گیا تھا۔''

''مل گئی کیا؟''

''نہیں ارمن ___ نہیں ملی ___''

''کیا تم اس کی تلاش سے مایوس ہو گئے ہو۔''

''ہرگز نہیں ___ مایوس ہونا گناہ ہے میں اسے تلاش کرتا رہوں گا۔''

خنیس کی حالت دیکھ کر ارمن کو رونا آ رہا تھا۔ لہٰذا وہ بولا۔

''طاقت کے دیوتا۔ اگر خفا نہ ہو تو ایک بات کہوں۔''

''کہو ارمن۔ میں خفا نہیں ہوں گا۔''

''طاقت کے دیوتا ___ ماروہ اگر کسی جسمانی عیب کا شکار ہو گئی ہو تو کیا تم اس سے نفرت

کرنے لگو گے۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ارمن۔''

''میرا مطلب ہے فرض کیا ماروہ کی کسی حادثے میں ٹانگ کٹ جاتی ہے۔ تو اس سے تمہاری محبت میں فرق نہیں آئے گا۔''

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ارمن ___ ایسی صورت میں اس سے میں اور زیادہ محبت کرنے لگوں گا۔''

''تو پھر مطمئن رہو اسی شہر میں اور یہیں تمہیں ماروہ مل جائے گی۔''

خنیس اپنی جگہ پر اچھل پڑا۔

''کیا کہا ___ اسی شہر میں اور آج ہی ماروہ مجھے مل جائے گی۔''

''ہاں طاقت کے دیوتا۔''

''کہاں رہتی ہے وہ؟''

''یہ نہیں میں بتاؤں گا۔ بہرحال وہ ہر روز اپنی ماں کی قبر پر پھول چڑھانے آتی ہے کہاں سے آتی ہے یہ مجھے بھی خبر نہیں۔ تاہم آتی روز ہے۔''

خنیس بے تاب ہو گیا۔

''کب آتی ہے۔ کس وقت آتی ہے بوڑھے ارمن ___؟''

ارمن مسکرا رہا تھا۔

''صبر سے کام لو طاقت کے دیوتا۔ یہی وقت اس کے پھول چڑھانے کا ہے اگر تم ابھی قبرستان چلے جاؤ تو یقیناً تمہاری ملاقات اس سے ہو جائے گی۔''

خنیس بڑی تیزی سے مڑا ___ بوڑھا ارمن پھر بولا۔

''سنو طاقت کے دیوتا۔ ماروہ کی ایک ٹانگ تمہارے دشمنوں نے کاٹ دی ہے اگر تم اسے کٹی ہوئی ٹانگ کے باوجود قبول کر سکتے ہو تو جاؤ وہ تمہیں قبرستان میں مل جائے گی ورنہ آگے بڑھ جاؤ اور اپنے ترک سردار ارطبون کے کاروان کو تلاش کرو۔''

خنیس نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے پر وہ سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر سرپٹ چھوڑ دیا۔ قبرستان کے پاس آ کر اس نے گھوڑا باہر ہی کھڑا کر دیا اور قراطیس کی قبر پر آیا وہاں مرجھائے ہوئے ڈھیر سے پھول پڑے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ ماروہ ابھی پھول چڑھانے نہیں آئی۔ وہ قبر کے پاس ہی ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کا گھوڑا قبرستان سے باہر ہی گھاس چرنے لگا تھا اور وہ درخت سے ٹیک لگائے اونگھ گیا۔

☆.....☆.....☆

اپنے کمرے سے نکل کر بوڑھا ارمن اصطبل کی طرف جانے لگا تھا کہ اسے ماروہ دکھائی دی وہ سرائے کے سامنے سے گزر رہی تھی اور اپنی بیساکھی ٹیکتی جا رہی تھی۔ ارمن نے اسے آواز دے کر روکا اور وہ سرائے کے دروازے کے پاس ہی کھڑی ہوگئی۔ ارمن باہر آیا۔

پھر اس نے ذرا تجسس سے پوچھا۔

''کہاں جا رہی ہو بیٹی ___؟''

ماروہ نے بیساکھی پر اپنا توازن درست کیا۔

''ماں کی قبر پر پھول چڑھانے جا رہی ہوں۔''

''تم تو کافی دیر ہوئی یہاں سے قبرستان جانے کے لئے نکلی تھی۔ کہاں رہی ہو؟''

''اس ساتھ والی دوکان میں آج پھول نہیں ملے۔ پھول لینے بازار چلی گئی۔ اس لئے آج دیر ہوگئی۔''

''تم اتنی دور کیوں گئیں مجھے کہتی میں خود تمہیں منگوا دیتا۔''

''اب تو لے ہی آئی ہوں چچا۔''

''خنیس آیا ہوا ہے بیٹی۔''

ماروہ چونک پڑی۔

''خنیس آیا ہے ___ وہ کہاں ہے چچا؟''

''کیا تم اس سے ملنا پسند کرو گی؟''

''ہاں چچا ___ آج میں ضرور اس کے سامنے آجاؤں گی۔''

''کیا تم اپنے وعدے پر قائم نہ رہو گی۔''

ماروہ کی گردن جھک گئی۔

''میں اس زندگی سے تنگ آگئی ہوں چچا ___ آج میں اس کے سامنے ضرور آؤں گی۔ اگر ٹانگ کٹ جانے کے بعد بھی اس نے مجھے قبول کرلیا تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ اگر اس نے مجھ سے نگاہیں پھیر لیں تو میں اپنے آپ کو ختم کرلوں گی۔ بوڑھے ارمن۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے اس پھیکی زندگی اور تنہائی سے مجھے نفرت اور بیزاری ہوگئی ہے۔''

بوڑھا ارمن مسکرا رہا تھا۔

''میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں۔''

''مجھ بدبخت کے لئے بھی کوئی خوشخبری ہوسکتی ہے۔''

''خنیس اب بھی تم سے محبت کرتا ہے۔''

''تم نے کیسے جانا؟''

''وہ ابھی ابھی میری سرائے سے نکل کر تمہاری تلاش میں قبرستان گیا ہے میں نے اسے بتایا ہے کہ تمہارے دشمنوں نے ماروہ کی ٹانگ کاٹ دی ہے۔''

''پھر اس نے کیا جواب دیا؟''

''اس نے کہا کہ اگر ماروہ کی ٹانگ کٹ چکی ہے تو میں پہلے کی نسبت اس سے زیادہ محبت کروں گا۔''

ماروہ پھول کی طرح کھل اٹھی۔

''سچ ارمن چچا۔''

''میں بھلا اپنی بیٹی سے مذاق کرسکتا ہوں ___ جاؤ خنیس تمہیں قبرستان میں ملے گا۔ میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ماروہ میرے پاس ٹھہری ہوئی ہے میں نے اسے یہی کہا تھا کہ ماروہ روزانہ اپنی ماں کی قبر پر پھول چڑھانے آتی ہے۔ کدھر اور کہاں سے آتی ہے۔ اس کی مجھے خبر نہیں۔''

ماروہ جلدی جلدی آگے بڑھنے لگی۔

''میں اسے قبرستان ہی میں ملتی ہوں چچا۔''

ارمن کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''جاؤ میں تمہارے لئے خوش کن زندگی کی پیشن گوئی کرتا ہوں۔''

☆.....☆.....☆

ماروہ جب قبرستان کے پاس آئی تو اس نے قبرستان سے باہر خنیس کا چرتا ہوا گھوڑا پہچان لیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کس طرح خنیس کا سامنا کرے گی۔ بہرحال وہ گرتی پڑتی قبرستان میں داخل ہوئی۔

جب وہ اپنی ماں کی قبر کے پاس آئی تو اس نے دیکھا۔

قریب ہی خنیس ایک درخت سے ٹیک لگائے سویا ہوا تھا۔ ماروہ نے پھول قبر پر چڑھائے اور خنیس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی اور اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی۔ خنیس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بھوکا اور تھکا ہوا ہے ___ اس کے بال پریشان تھا اور اس کا لباس پھٹا ہوا تھا۔ اس کے کندھے پر بیٹھا ہوا شاہین بڑے غور سے ماروہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماروہ نے کھڑے ہی کھڑے خنیس کو پکارا۔

''خنیس ___ خنیس ___ دیکھو میں ماروہ تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔''

خنیس اسی طرح پڑا رہا۔

ماروہ اس کے سامنے اس طرح بیٹھ گئی۔ جس طرح نماز کے لئے بیٹھا جاتا ہے اور اپنی بیساکھی ایک طرف رکھ لی اور لرزتی ہوئی آواز میں پھر بولی۔

''طاقت کے دیوتا ___ کیا اب بھی تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟''

خنیس اب بھی خاموش ہی رہا۔

شائد وہ گہری نیند سو گیا ہوا تھا۔

ماروہ نے اسے پھر پکارا۔

''اٹھو خنیس۔''

وہ جب اسی طرح پڑا رہا۔ تو ماروہ کے کانپتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھے اور اس نے خنیس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔

''طاقت کے دیوتا ___ دیکھو ایک بیکس و مجبور لڑکی تم سے اپنی محبت کی بھیک مانگتی ہے۔ دیکھو طاقت کے دیوتا۔''

خنیس نے آہستہ آہستہ نیند سے بوجھل آنکھیں کھولیں اور ماروہ کی طرف دیکھا۔ پہلے اس کی نظر بیساکھی پر پڑی۔ اس کا رنگ ہلدی ہو گیا۔ پھر اس کی نگاہیں ماروہ کی کٹی ہوئی ٹانگ پر جم کر رہ گئیں۔ وہ بت بنا اسے دیکھتا اور ہونٹ کاٹتا رہا۔ ماروہ کی گردن جھک گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

خنیس نے اسے درد بھری آواز میں پکارا۔

''ماروہ کیا مجھ سے نفرت کرتی ہو ___؟''

''تم میری روح ہو خنیس اور کوئی بھی جاندار اپنی روح سے نفرت نہیں کر سکتا۔''

''پھر اتنا طویل عرصہ تم مجھ سے کیوں چھپی رہی۔ میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔ میں تمہاری ہی تلاش میں شومان، صفانیان، ترمز، بلخ، بخارا، کش، سمرقند حتیٰ کہ خوارزم بھی گیا۔ وہاں مجھے تمہاری نانی بھی ملی تھی۔

چونک کر ماروہ نے سر اوپر اٹھایا۔

''کہاں ہے وہ؟''

''وہ تمہارے تباہ شدہ محل کے اُوپر جھونپڑی بنا کر رہ رہی تھی اور تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ جب میں نے اسے بتایا کہ تمہاری بیٹی قراطیس قتل ہو چکی ہے اور ماروہ کہیں کھو گئی ہے تو وہ یہ غم برداشت

نہ کر سکی اور وہیں بیٹھی بیٹھی ختم ہو گئی۔ میں نے اس ٹیلے کے اوپر ہی اسے دفن کر دیا تھا۔''

ماروہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔

خنیس کی آواز پھر سنائی دی۔

''کیا اب تم میرے ساتھ چلو گی ___ یا وہیں لوٹ جاؤ گی جہاں سے آئی ہو؟''

ماروہ نے آنسو پونچھے اور ہچکیوں میں کہا۔

''میں ازل سے ہی تمہاری ہوں طاقت کے دیوتا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہو۔ تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کروں گی۔ تمہاری جدائی میں جو عرصہ میں نے گزارہ ہے وہ میری زندگی کا سب سے تلخ حصہ ہے۔''

''اگر یہ بات تھی تو مجھ سے چھپی کیوں رہی؟''

''مجھے ڈر تھا ٹانگ کٹ جانے کے بعد تم مجھ سے نفرت نہ کرنے لگو میں زندگی میں ہر دکھ اور غم کو برداشت کر سکتی ہوں مگر تمہاری نفرت میری برداشت سے باہر ہے۔''

خنیس کے چہرے پر اب مسکراہٹ تھی۔ وہ اٹھا۔ پہلے بیساکھی لے کر اپنے بازو میں ڈال لی پھر ماروہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا۔ ماروہ نے اپنے دونوں بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹ دیئے تھے اور اس کی کشادہ چھاتی پر سر رکھ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

خنیس اُسے اٹھائے ہوئے قبرستان سے باہر آیا۔ پہلے ماروہ کو گھوڑے پر بٹھایا، پھر خود بھی اس کے پیچھے بیٹھ گیا اور سہارے کے طور پر اپنا ایک بازو اس کے گرد لپیٹ لیا۔ دوبارہ وہ نصف شہر میں آیا اور ارمن کی سرائے میں داخل ہوا۔

ارمن صحن میں کھڑا تھا۔ دونوں کو ایک ساتھ اور مسکراتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی مسکرا رہا تھا۔ آج کتنے عرصہ بعد ارمن نے ماروہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی خنیس پہلے خود گھوڑے سے اترا پھر ماروہ کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے وہ ارمن کے کمرے میں آیا اور مسرت انگیز لہجے میں اسے کہا۔

''بوڑھے ارمن! ہم دونوں کے لئے کھانا لاؤ ___ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔''

ارمن نے اپنے ملازم کو کھانا لانے کے لئے آواز دی اور پھر ماروہ سے کہا۔

''جب تم قبرستان میں گئیں تو خنیس کیا کر رہا تھا؟''

ماروہ اب شرمانے لگی تھی۔

''سو رہا تھا۔''

ارمن نے تعجب کا اظہار کیا۔

''سو رہا تھا۔''

خنیس نے خود ہی جواب دیا۔

''ہاں میں سو رہا تھا بوڑھے ارمن ___ ماروہ کے مل جانے کی امید میں میں بے حد مطمئن تھا۔ جب سے یہ مجھ سے جدا ہوئی تھی۔ میں نے پہلی بار اس قدر سکون و آرام سے نیند کی ہے۔ ورنہ اس کی تلاش میں دن رات دھکے کھاتا رہتا۔''

''کیا ماروہ نے تمہیں بتایا ہے کہ یہ اتنا عرصہ کہاں رہی؟''

''نہیں بتایا۔''

''یہ یہیں میری سرائے میں میرے کمرے سے ملحقہ کمرے میں رہی اور جب کبھی بھی تم یہاں پر آتے تھے یہ بڑی بیتابی سے تمہاری گفتگو سنا کرتی تھی اور رویا کرتی تھی۔''

''میرے سامنے کیوں نہ آتی تھی؟''

''ڈرتی تھی کہ ٹانگ کٹ جانے کے بعد تم اس سے نفرت نہ کرنے لگو۔''

''اور تم نے بھی بوڑھے ارمن مجھے نہ بتایا کہ ماروہ یہیں ٹھہری ہوئی ہے۔''

''ماروہ نے مجھ سے وعدہ لیا ہوا تھا کہ میں تم سے اس کے متعلق کچھ نہ کہوں پھر بولو میں کس طرح وعدہ خلافی کر سکتا تھا۔''

ملازم کھانا لے کر آ گئے۔ خنیس اور ماروہ خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور ماروہ دونوں سرائے سے نکلے۔ خنیس نے ماروہ کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھا لیا اور ایک ہاتھ سے اسے تھام لیا تھا اور اس نے اپنے گھوڑے کا رخ اپنی بستی فربار کی طرف ڈال دیا۔

ماروہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''اب ہم کہاں جائیں گے؟''

''اپنی بستی ___ وہاں ابھی کچھ لوگ ایسے ہیں جن سے ابھی انتقام لینا باقی ہے۔''

ماروہ اس سے لپٹ گئی۔

''میں اب تمہیں لڑائی جھگڑوں میں نہیں پڑنے دوں گی۔ ساری بستی تمہاری دشمن ہے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ اپنے گھوڑے کا رخ موڑ دو اور دونوں مل کر سردار ارطبون کے کاروان کو تلاش کریں۔ میں تم اور قطونہ تینوں اب اکٹھے زندگی بسر کریں گے میں اس جدوجہد کی زندگی سے تھک گئی ہوں۔ خنیس مجھے آرام اور سکون چاہئے۔''

خنیس اس کا چہرہ سہلانے لگا۔

''تم فکر نہ کرو ___ بستی میں اب میرے حلیفوں کی تعداد زیادہ ہے۔ سردار ہریم میرے ساتھ ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سردار وکیع کے ساتھ فیصلہ کن بات کریں۔''

ماروہ اور سختی کے ساتھ اس سے لپٹ گئی۔

''مجھے ڈر لگتا ہے خنیس۔ کہیں ہم سے دھوکہ نہ کرے۔''

''اس وہم کو دل سے نکال دو ___ اب حالات پہلے سے نہیں۔ خراسان کے والی اور اس کے بھائی حبیب کو میں نے دریائے فرات کے کنارے جنگ عکرا میں ختم کر دیا ہے اب سردار وکیع انشاء اللہ اپنے آپ کو تنہا اور بے یار و مددگار پائے گا۔ میں نے اس سے اور اس کے چند ساتھیوں سے قتیبہ بن مسلم کے قتل کا انتقام لینا ہے۔ اس کے بعد ہم دونوں سردار ارطبون کے قبیلے میں چلے جائیں گے اور وہاں ہم قطونہ کے ساتھ امن اور سکون میں رہیں گے۔

ماروہ مان گئی۔

''جو تمہارا جی چاہتا ہے کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

لگاتار بڑی تیزی سے سفر کرنے کے بعد جب وہ بزدہ شہر کے باہر ایک ایسے دوراہے پر آئے جہاں سے ایک راستہ خنیس کی بستی فربار کو جاتا تھا اور دوسرا دریائے جیحون کے کنارے مچھیروں کی بستیوں کی طرف تو ماروہ نے بڑے پیار سے خنیس کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہاں ذرا رک جاؤ خنیس۔''

خنیس نے گھوڑا روک لیا۔

''خیریت ہے نا؟''

اس نے پریشانی سے پوچھا۔

''مجھے پیاس لگی ہے۔''

خنیس نے زین سے بندھا ہوا مشکیزہ کھولا اور اسے پانی پلانے کے بعد پوچھا۔

''اب چلیں۔''

''نہیں میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر کہو رکتی کیوں ہو۔''

''میری جب ٹانگ کٹی تھی اور میں اپنے گھوڑے پر بے ہوش پڑی تھی۔ تو گھوڑا دریائے جیحون پر پانی پینے لگا۔ وہاں ایک بوڑھے ماہی گیر نے مجھے دیکھ لیا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور حکیم سے میرا علاج کراتا رہا حتیٰ کہ میں ٹھیک ہو گئی اور نسف چلی گئی۔ میں آج اس بوڑھے مچھیرے سے ملنا چاہتی ہوں اور یہ راستہ جو دریائے جیحون کی طرف جا رہا ہے اسی بوڑھے ماہی گیر کی بستی کی

طرف جاتا ہے جس کا نام شبرہ ہے اور اس کی بیوی کا نام مرجینا ہے۔"

خنیس نے گھوڑا اسی راہ پر ڈال دیا۔

"چلو اسی راستے سے چلتے ہیں۔ میں بھی اس بوڑھے ماہی گیر کا شکریہ ادا کردوں۔ جو مصیبت میں تمہارے کام آیا۔"

گھوڑا ان دونوں کو لئے اس راستے پر دُھول اُڑاتا ہوا دریا سے ہر لمحہ قریب ہوتا جارہا تھا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور مارودہ مچھیروں کی بستی میں داخل ہوئے اور بوڑھے شبرہ کے مکان سے باہر وہ گھوڑے سے اتر کر مکان کے اندر گئے۔ صحن میں شبرہ اور اس کی بیوی مرجینا دونوں بیٹھے ہوئے ایک پرانے سے ٹوٹے ہوئے جال کی مرمت کررہے تھے۔

مارودہ اور اس کے ساتھ خنیس کو دیکھ کر وہ دونوں اٹھے۔ مرجینا اٹھ کر مارودہ کی بلائیں لینے لگی اور بوڑھا شبرہ قریب ہی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

مرجینا نے خنیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تمہارے ساتھ جوان کون ہے مارودہ؟"

مارودہ نے پیار سے خنیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ خنیس ہے جس سے میری شادی ہونا تھی۔" مرجینا خوش ہوگئی۔

"خدا کا شکر ہے تم دونوں مل گئے ہو۔"

مارودہ نے شکوے کے انداز میں کہا۔

"میں تم دونوں کو اتنے طلائی سکے دے گئی تھی۔ اس کے باوجود تم پھر ان پرانے اور بیکار جالوں کے چکر میں پھنس گئے ہو۔"

مرجینا بے چاری منہ بسورنے لگی۔

"وہ ساری نقدی تو ہم سے بنی تمیم کے کچھ جوان چھین کر لے گئے۔ انہیں کسی طرح پتہ چل گیا تھا کہ میں نے مارودہ کو اپنے ہاں رکھ کر اس کا علاج کرایا تھا۔ تو بنی تمیم کے پانچ جوان میرے ہاں آئے۔ وہ ہم دونوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے میرے شوہر کو بری طرح مارا پیٹا بھی۔ آخر ہمارے منت کرنے اور بستی کے لوگوں کے بیچ میں آجانے پر انہوں نے ہمیں قتل کرنے کا ارادہ تو ترک کردیا تاہم وہ ہمارے گھر کی ساری نقدی چھین کر لے گئے۔ اس طرح ہم دوبارہ مچھلیاں پکڑ کر گزارہ کرنے پر مجبور ہوگئے۔"

خنیس پہلی بار ان سے مخاطب ہوا۔

"تم دونوں ہمارے ساتھ بستی میں چلو ___ وہاں ہمارا گھر ہے۔ تم دونوں اس میں رہو گے۔ بستی میں ہمارے باغات ہیں جن کی آمدنی اتنی ہے کہ بیس پچیس افراد کا کنبہ بڑی خوش حال زندگی بسر کرسکتا ہے۔ کیا تم دونوں ہمارے ساتھ چلو گے۔"

ان دونوں نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ___ پھر شبرہ نے جواب دیا۔

"ہم دونوں ضرور تمہارے ساتھ چلیں گے۔"

"کیا تم بنی تمیم کے ان جوانوں کو بھی پہچان لو گے جو یہاں پر تمہیں قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے؟"

"ضرور پہچان لوں گا۔"

"تو پھر دونوں تیاری کرو اور چلو ہمارے ساتھ۔"

شبرہ جب کمرے میں جانے لگا تو مارودہ نے اسے آواز دے کر روکا پھر اپنی عبا کے نیچے سے اس نے چند سکے نکالے اور اسے دیتے ہوئے کہا۔

"مرجینا سفر کی تیاری کرتی ہے تم جاؤ اور بستی کے کسی آدمی سے گھوڑا خرید لاؤ۔ جس پر بیٹھ کر تم دونوں میاں بیوی ہمارے ساتھ چلو گے۔"

شبرہ نقدی لے کر باہر چلا گیا اور مرجینا جلدی جلدی سفر کی تیاری کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد شبرہ ایک عمدہ گھوڑا خرید لایا اور چاروں فرہار کی طرف کوچ کرگئے۔

☆.....☆.....☆

دوپہر سے ذرا بعد خنیس اپنی بستی میں داخل ہوا۔ اس حالت میں کہ مارودہ اس کے آگے بیٹھی ہوئی تھی۔ شبرہ اور مرجینا دونوں دوسرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ بستی میں شور مچ گیا تھا۔

سردار حریم اور خنیس کے حامی گھروں کی عورتیں پھول برسا برسا کر گیت گانے لگی تھیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ان گھروں کی عورتیں بھی خنیس کے لئے استقبالیہ گیت گانے لگی تھیں جو سردار وکیع کے حامی تھے۔ جب وہ بستی کے دروازے سے اندر داخل ہوئے تو گلی کوچوں میں عورتوں کے گونا گوں گیتوں کی بازگشت گونج اٹھی ___ جیسے اچانک آبشار پھوٹ نکلا ہو۔

"اے قبیلے کے شاہین سن ___ ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

تیری جدائی کا عرصہ ہم نے اس طرح گزارہ جیسے تپتے صحرا میں جو کے بیج۔

اے ازل سے ہمارے دشمنوں کو پچھاڑنے والی روح۔ ہم ہمیشہ تمہاری سلامتی کے لئے دعا گو رہے ہیں۔

کعبہ کا رب، تیری پرواز کو تیز اور تیری زنجیر کے وار کو دشمن کے لئے بھاری کردے۔

اے ہم سے حسد کرنے والے لوگو، سنو! آج ہم اپنے شاہین کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ خبردار اب ہمارے شاہین سے کوئی دشمنی نہ رکھے۔ ورنہ قبیلے کی ہزاروں تلواریں ایسے بدبخت انسان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی جو خنیس بن یوسف جیسے جوان سے کینہ رکھے۔''

خنیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب سردار حریم کی حویلی کے پاس آیا تو وہاں بیشمار لوگ اس کے استقبال کو جمع ہوگئے۔ عورتیں چھتوں پر چڑھ کر اور نیچے جھک جھک کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ سردار حریم مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اور بڑی سریلی دھن میں گاتے ہوئے کہا۔

یَانَبِیُ مَرحَبًا عَلیٰ دَخُولِ فِی اَلقَرِیَۃِ بَعدَ مُدَّتُ طَوِیلُ

''اے میرے بیٹے۔ کافی عرصہ بعد بستی میں داخلے پر مرحبا۔''

چھتوں پر کچھ عورتوں کی آوازیں سنائی دی۔

مَرحَبًا یَا قَمَر القَرِیَۃِ

''اے بستی کے چاند۔ خوش آمدید۔''

سردار حریم نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا___ اور جب وہ اسے ساتھ لے کر اپنی حویلی میں داخل ہونے لگا تو ایک طرف سے سردار وکیع اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے۔ لوگوں کے ہجوم میں آکر گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اس نے چلا کر پوچھا۔

''خنیس بن یوسف کو کون بستی میں لایا ہے؟''

سردار حریم نے اپنی چمکتی ہوئی تلوار کھینچ لی تھی۔ خنیس بھی اپنی زنجیر اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔

سردار حریم کے چہرے پر کچھ اس قسم کی سختی پھیل گئی تھی۔ جیسے اپنے شکار کو بھنبھوڑتے ہوئے کسی درندے سے اس کا شکار چھین لیا جائے۔ غصے سے اس کا چہرہ آگ کی مانند تپ تپا اٹھا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی آتش فشاں ہو۔ جو ابھی بھڑک اٹھے گا اور اپنے گرم لاوے سے ہر چیز کو جلا کر خاکستر بنا دے گا۔

لوگ سردار حریم کو اس حالت میں دیکھ کر اندازہ لگا گئے تھے۔ آج کا دن قبیلے کے دونوں سرداروں کے درمیان فیصلہ کن دن ہوگا۔

سردار وکیع نے پھر چیخ کر پوچھا۔

''میں نے پوچھا ہے کون خنیس بن یوسف کو بستی میں لایا ہے؟''

سردار حریم اپنی تلوار کو لہراتا اور ہجوم کو چیرتا ہوا سردار وکیع کے پاس آیا اور پھر غرا کر کہا۔

''میں خنیس بن یوسف کو بستی میں لایا ہوں۔''

سردار وکیع کی حالت زخمی سانپ کی سی تھی۔

''کس سے پوچھ کر؟''

سردار حریم کا غصہ اور آواز کی تلخی بڑھتی جا رہی تھی۔

''گھوڑے سے اتر کر بات کرو___ تم بنی تمیم کے سردار حریم سے مخاطب ہو۔'' خنیس جارود بن مصعب خزیمہ اور کئی مسلح جوانوں کے ساتھ سردار حریم کے پاس آکر کھڑے ہوگئے تھے۔

سردار وکیع مست اونٹ کی سی آواز میں بولا۔

''اس کا فیصلہ بھی آج ہی ہو جائے گا کہ بنی تمیم کا ہم دونوں میں سے کون سردار ہے میں ابھی قبیلے کو جمع کرتا ہوں۔''

سردار حریم نے سختی سے اسے ٹوکا۔

''نیچی آواز میں بات کرو اور جمع کرو قبیلے کے سب جوانوں اور بوڑھوں کو اور اپنی بے بسی کا تماشہ دیکھو۔''

سردار وکیع نے اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے ایک جوان سے کہا۔

''قبیلے کے سب جوانوں اور بوڑھوں سے کہو کہ وہ تربیت کے میدان میں جمع ہوں۔''

سردار حریم نے بھی اپنے پاس کھڑے جارود بن مصعب سے کہا۔

''جارود! تم بھی بنی تمیم کے جوانوں اور بوڑھوں کو کہو کہ تربیت کے میدان میں جمع ہوں۔''

وکیع نے پھر رعونت سے کہا۔

''حریم! آج میں تجھے پورے قبیلے کے سامنے تمہاری گستاخی کی سزا دوں گا۔''

سردار حریم اپنی تلوار ہلاتا ہوا وکیع کی طرف بڑھنے لگا۔

''ایک سردار کی حیثیت سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گھوڑے سے اتر کر بات کرو ورنہ میں ابھی اور یہیں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔''

سردار وکیع کے کچھ حامی تلواریں کھینچ کر آگے بڑھے اس طرح سردار حریم کے حامی بھی اپنی چمکتی تلواریں لئے آگے بڑھے ان میں سب سے آگے خنیس تھا جس کے ہاتھ میں زنجیر اور ڈھال موجود تھی۔

سردار وکیع نے جب یہ صورت دیکھی تو اپنا گھوڑا واپس موڑتے ہوئے کہا۔

''میں یہاں کسی غلط فہمی میں خون بہانا نہیں چاہتا۔ سب باتوں کا فیصلہ تربیت کے میدان میں قبیلے کے مردوں کے سامنے ہوگا۔''

سردار وکیع چلا گیا۔

سردار حریم واپس مڑا اور خنیس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''آؤ چلیں____''

دونوں جب ماروہ کے پاس آئے تو سردار حریم نے ماروہ سے کہا۔

''تم اندر چلی جاؤ بیٹی اور آرام کرو۔''

سردار نے قبیلے کی کچھ عورتوں کو ماروہ کا خیال رکھنے کو کہا جس کے جواب میں بڑی تیزی کے ساتھ کئی عورتیں آگے بڑھیں۔ انہوں نے ماروہ کو سہارا دے کر گھوڑے سے نیچے اتارا اور دونوں شانوں سے اسے تھامتی ہوئی اندر لے گئیں۔ سردار حریم کی حویلی میں داخل ہوتے ہوئے اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور بڑی اضطراری کیفیت کے ساتھ حنیس کے لئے دعا کی۔

''خدا تمہارا حامی و ناصر ہو____''

☆.....☆.....☆

قبیلے کے اس میدان میں جہاں نوعمر نوجوانوں کو جنگی تربیت دی جاتی تھی۔ بے شمار اور ان گنت مرد جمع ہو چکے تھے۔ قبیلے کی عورتیں بھی ان مکانوں پر چڑھ کر تماشہ دیکھنے کی منتظر تھیں۔ جو تربیت گاہ کے اردگرد تھے۔

ماروہ بھی دوسری عورتوں کے ساتھ آ گئی تھی اور بڑی بے تابی سے میدان کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس کی نگاہیں بار بار حنیس کا طواف کر رہی تھیں جو اپنے گھوڑے پر سوار میدان کے ایک طرف سردار حریم کے ساتھ کھڑا تھا۔

سب لوگوں نے اپنے گھوڑے میدان میں ایک طرف باندھ دیئے اور میدان کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔

درمیانی حصہ خالی چھوڑ دیا گیا تھا لوگ چونکہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اس لئے چاروں طرف شور سنائی دے رہا تھا۔

اتنے میں سردار وکیع اٹھا اور میدان کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ وہ کچھ کہنے والا ہے۔ اس لئے سب خاموش ہو گئے مکانوں کی چھتوں پر کھڑی عورتیں بھی سردار وکیع کو سننے کی خاطر خاموش ہو گئیں۔

وکیع نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا۔

''لوگو____! حنیس بن یوسف اپنے قبیلے کا باغی ہے اس کے خلاف کئی ایک الزامات ہیں جن کی سزا موت ہے اور ہمیں اس کی تلاش تھی____ حریم آج اسے میری اجازت کے بغیر بستی میں لے آیا ہے لہٰذا اس جرم میں حریم کو بھی میں باغی گردانتا ہوں اب تم فیصلہ کرو قبیلے والو کہ ان دونوں باغیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ آج بلکہ ابھی سے حریم

کو سردار نہیں کہا جائے گا۔''

بھاری بھرکم اور سانولے سے ایک جوان نے اٹھ کر کہا۔

''حریم اور حنیس دونوں کے سر کاٹ کر بستی کے دروازے سے لٹکا دیئے جائیں۔''

دوسری طرف سے ایک اور جوان اٹھا اور غصہ بھری آواز میں کہا۔

''سردار حریم اور حنیس کے سر کاٹنے والوں کے سر کاٹ دیئے جائیں گے۔ ہم وکیع کو سردار ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم سردار حریم کو بنی تمیم کا سردار مانتے ہیں سردار حریم اور حنیس کا کوئی جرم نہیں اصل مجرم وکیع ہے جو قتیبہ بن مسلم، ہماری بہن عتیقہ ہمارے بھائی حرب، حنیس کے پورے خاندان کے علاوہ بے شمار لوگوں کا قاتل ہے۔ اس میدان میں اس قاتل کی سزا تجویز کی جائے گی۔''

سردار وکیع کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

سردار حریم بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور میدان کے وسط میں آ کر اس نے بلند آواز میں کہا۔

''اے اہل قبیلہ____ میں حریم بن عقبہ ہوں۔ میرا باپ سردار تھا اور تم ہی لوگوں نے مجھے بھی اپنا سردار بنایا۔ اگر تم مجھے اپنا سردار نہیں مانتے تو بخدا میں تمہارے درمیان ایک عام آدمی کی سی زندگی بسر کرنے میں بھی خوشی محسوس کروں گا۔ اس قبیلے میں اب ایک ہی سردار ہو گا۔ میں یا وکیع____ بلند آواز سے بولو تم کسے اپنا سردار مانتے ہو۔''

لوگ بلند آواز میں شور کرنے لگے۔

''تم قبیلے کے سردار ہو____ ہم وکیع سے نفرت کرتے ہیں اور تم سے درخواست کرتے ہیں کہ وکیع کو ہمارے سامنے اس کے جرموں کی سزا دو۔''

کچھ لوگ سردار وکیع کے حق میں بھی بولے مگر ان کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں دب کر رہ گئی۔

سردار حریم نے اپنے پاس کھڑے وکیع کی طرف دیکھتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔

''دیکھ لی اپنی بے بسی____ تمہاری بجائے لوگوں نے مجھے اپنا سردار مان لیا ہے اب تمہیں تمہارے گناہوں کی مناسب سزا دینے کے لئے میں تمہیں قبیلے کے شاہین حنیس بن یوسف کے حوالے کر دوں گا۔ جو ایک منصف اور قاضی بن کر تمہارا فیصلہ کرے گا۔ سب سے زیادہ تم نے اسی کے خاندان سے زیادتیاں کی ہیں وہ تمہارے گناہوں سے اچھی طرح واقف ہے اور وہی تمہارے لئے مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے۔''

سردار وکیع نے جھوٹی امید کا سہارا لیتے ہوئے پھر کہا۔

"چند آدمی جو تمہارے حق میں بول گئے ہیں ان سے یہ اندازہ نہ لگاؤ حریم کہ تم قبیلے میں مجھ سے زیادہ ہر دلعزیز ہو۔ میں اپنی غضب ناک آواز میں جب انہیں تمہارے خلاف کوئی حکم دوں گا۔ تو وہ کبھی انکار نہ کریں گے۔"

سردار حریم نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"تم غلط فہمی کا شکار ہو ___ تم نے جن درہموں کے بدلے لوگوں کو خریدا تھا۔ ان کی چمک اب ختم ہو چکی ہے اور لوگ جان چکے ہیں کہ تم مکار ہو۔ میں تمہاری یہ غلط فہمی بھی ابھی دور کر دیتا ہوں کہ زیادہ تر لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔"

سردار حریم نے بلند آواز میں کہا۔

"اے اہل قبیلہ ___ جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ میدان کے بائیں طرف بیٹھ جائیں اور جو وکیع کے ساتھ ہیں وہ دائیں طرف ہو جائیں ___ میں تمہیں اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ اپنی مرضی سے فیصلہ کرو۔ کسی پر کوئی جبر نہیں۔"

ایک بار قبیلے کے سارے مرد اٹھ کھڑے ہوئے پھر سب نے دیکھا زیادہ تر لوگ میدان کے بائیں طرف جمع ہو گئے۔

سردار وکیع کی طرف چند جوان ہی رہ گئے تھے۔

سردار حریم نے منہ سے تو سردار وکیع سے کچھ نہ کہا۔ مگر ایسے زہریلے انداز میں وکیع کی طرف دیکھا جس کا اندازہ صرف وکیع ہی لگا سکتا تھا۔

میدان کے بائیں جانب منہ کر کے سردار حریم نے چلا کر کہا۔

"خنیس بن یوسف میرے پاس آ جائے۔"

لوگوں کے ہجوم سے خنیس باہر نکلا اور تیز تیز چلتا ہوا سردار حریم کے پہلو میں آ کھڑا ہوا حریم نے پھر بلند آواز سے کہا۔

"اے بنی تمیم! میرے نظریئے کے مطابق وکیع مجرم اور گناہ گار ہے۔ میں اس میدان میں خنیس بن یوسف کو اس کے لئے منصف مقرر کرتا ہوں یہ جو بھی اس کی سزا تجویز کرے گا۔ مجھے منظور ہو گی۔"

سردار حریم پیچھے ہٹ گیا۔ خنیس اپنی آہنی زنجیر زمین پر گھسیٹتا ہوا آگے بڑھا اور سردار وکیع سے کہا۔

"وکیع ___ بنی تمیم نے مجھے تمہارے لئے منصف مقرر کیا ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں ان جوانوں کو علیحدہ کر کے کھڑے کر دو جنہوں نے تمہارے ساتھ میرے سردار اور عالم اسلام کے

نامور جرنیل قتیبہ بن مسلم کو قتل کیا تھا۔"

وکیع خاموش کھڑا رہا اور سہمی ہوئی جنگلی گائے کی طرح اس طرف دیکھنے لگا۔

"وقت ضائع نہ کرو وکیع۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ فوراً اس پر عمل کرو۔ ورنہ تم جانتے ہو۔ میرا نام خنیس بن یوسف ہے اور میں اپنی مرضی سے کام لینا جانتا ہوں اور تم دیکھتے ہو میری زنجیر میرے پاس ہے اور اس کا صرف ایک ہی ہلکا سا وار انسانی کھوپڑی کو توڑنے کے لئے کافی ہے۔"

وکیع میدان کے دائیں جانب آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ اس کے پیچھے پیچھے خنیس تھا۔ وکیع نے منہ سے بولے بغیر ہاتھ کے اشارے سے چند جوانوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ اٹھ کر علیحدہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

خنیس نے بلند آواز سے میدان کے بائیں طرف منہ کر کے کہا۔

"جارود بن مصعب یہاں میرے پاس آ جائے۔"

جارود بن مصعب جب وہاں آیا تو خنیس نے اسے کہا۔

"یہ سب قتیبہ بن مسلم کے قاتل ہیں انہیں اس سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دو۔"

جارود انہیں لے کر چلا گیا۔

خنیس نے پھر وکیع سے کہا۔

"اب ان جوانوں کو نکالو ___ جنہوں نے مارو کی ٹانگ کاٹی تھی۔"

وکیع نے مسکین کی طرح جواب دیا۔

"انہیں مارو نے مقابلے میں ختم کر دیا تھا۔"

"اچھا اب ان جوانوں کو نکالو جنہوں نے مچھیروں کی بستی میں جا کر اس بوڑھے مچھیرے اور اس کی بیوی کا مال چھین کر انہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جنہوں نے اس وقت مارو کو اپنے گھر میں پناہ دی جب اس کی ٹانگ کٹ چکی تھی۔"

وکیع نے کچھ اور جوان علیحدہ کئے اور انہیں بھی جارود نے لے جا کر پہلے جوانوں کے ساتھ کھڑا کر دیا۔

خنیس پھر بولا۔

"اور سنو وکیع ___ تم قتیبہ بن مسلم کے قاتل ہو ___ تم میرے اہل خانہ کے قاتل ہو۔ تم سردار حریم کی لڑکی عقیقہ اور میرے بھائی حرب کے قاتل ہو۔ ان جرائم کی صفائی میں تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔"

وکیع نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو خنیس کا اشارہ پا کر جارود نے اسے بھی دیوار کے ساتھ

جا کھڑا کیا۔

خنیس نے جارود کے کان میں کچھ کہا۔ وہ میدان سے باہر گیا اور پھر واپس آ گیا اس کے ساتھ کچھ جوان بھی تھے۔ جو برہنہ تلواریں اٹھائے ہوئے تھے۔

سارے مجرم وکیع سمیت دیوار کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اور اس طرح گردنیں جھکالیں جس طرح مجرم قربان گاہ پر جھکاتے ہیں۔ جارود کے ساتھ میدان میں نمودار ہونے والے جوان ان کی طرف بڑھے اور سب کی گردنیں اُڑا دیں۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

خنیس سردار حریم کے ساتھ اس کی حویلی میں داخل ہوا۔ ماروہ، شبرہ اور مرجینا پہلے سے وہاں موجود تھے۔

سردار حریم نے ایک لونڈی کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور بڑی نرمی سے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیا مہمان کھانا کھا چکے ہیں___؟''

لونڈی نے اپنا سر قدرے خم کر لیا اور بڑے ادب سے جواب دیا۔

''بوڑھا مرد اور اس کے ساتھ ادھیڑ عمر کی عورت جن کا نام میں نہیں جانتی۔ کھانا کھا چکے ہیں اور وہ خوبصورت اور جوان لڑکی جس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور جو پہلے بھی کچھ عرصہ ہماری بستی میں ماروہ کے نام سے رہی ہے۔ کھانا کھانے سے انکار کرتی ہے۔''

سردار حریم نے فکرمندی سے پوچھا۔

''کیوں___ کیا وجہ ہے۔ کیا اسے کوئی شکایت ہے؟''

''اس نے کوئی وجہ نہیں بتائی سردار۔''

''سردار حریم خنیس کے ساتھ حویلی کے ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

''اسے یہیں بلا لاؤ۔''

لونڈی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو ماروہ اس کے ساتھ تھی۔ جوں ہی وہ سردار کے کمرہ میں داخل ہوئیں سردار نے خود اٹھ کر ماروہ کو کرسی پیش کی اور اسے سہارا دے کر بٹھایا۔

ماروہ بار بار چور نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھ رہی تھی شائد وہ کچھ کہنا چاہتی تھی اسی دوران سردار حریم نے اسے مخاطب کیا۔

''ہماری بیٹی نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟''

ماروہ نے منہ سے تو کچھ نہ کہا۔ تاہم وہ بڑی بے چینی سے پہلو بدل بدل کر خنیس کی طرف دیکھنے لگی۔ شائد وہ اسے کوئی بات سمجھانا چاہتی تھی___

مگر خنیس مسکرا مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سردار کو پھر بولنا پڑا۔

''ہماری بیٹی نے ہماری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔''

شرماتے شرماتے ماروہ نے جواب دیا۔

''خنیس یہاں نہ تھا سردار اس لئے میں اکیلی کیسے کھانا___''

سردار حریم نے اس کی بات کاٹ کر ایک زور کا قہقہہ لگایا۔

اور لونڈی سے کہا۔

''خرما___ تم ہماری بیٹی کی بات ہی نہیں سمجھی۔ جاؤ اور یہیں کھانا لے آؤ۔ ہماری بیٹی ہمارے ساتھ کھانا کھائے گی۔''

خرما خوب مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی اور دوسرے غلاموں کی مدد سے کھانے کے برتن لا لا کر اس کمرے میں لگانے لگی۔

☆.....☆.....☆

خرما جب برتن سمیٹ کر لے گئی تو ماروہ کی طرف دیکھتے ہوئے سردار حریم نے دکھ سے پوچھا۔

''بیٹی کیا تم جانتی ہو۔ میری بھی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام عتیقہ تھا۔''

خنیس اداس ہو گیا تھا۔

ماروہ نے غمزدہ سی آواز میں کہا۔

''جانتی ہوں سردار۔''

''اور کیا تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ اس کی شادی خنیس کے بھائی حرب سے ہونے والی تھی۔''

ماروہ کی آواز ڈوبنے لگی۔

''ہاں سردار اس کا بھی مجھے علم ہے۔''

سردار حریم بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو قابو میں رکھے ہوئے تھا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے کہا۔

''اس بدبخت زمانے نے نہ تو عتیقہ کو میرے پاس رہنے دیا اور نہ ہی حرب بن یوسف کو___ اب میں اس دنیا میں تنہا ہوں___ میں وہ بدقسمت باپ ہوں جو اپنی بیٹی کی شادی کی خوشیاں بھی نہ دیکھ سکا۔ اب تم اس گھر میں آئی ہو تو تم ہی میری بیٹی اور تم ہی میری عتیقہ ہو___ آج شام___''

سردار حریم کی آواز اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی۔

''ہاں بھئی۔ آج شام تمہاری اور خنیس کی شادی ہوگی۔ بڑی دھوم دھام سے۔ بالکل اس طرح سے جس طرح میں عتیقہ کی شادی کرنا چاہتا تھا۔''

سردار حریم کی آواز ڈوبتی چلی گئی اور وہ خاموش ہوگیا۔

خنیس اور مارودہ کے سر بھی جھکے ہوئے تھے سردار حریم اپنی آنکھیں جو نمی سے بوجھل ہوگئی تھیں تھوڑی دیر جھپکاتا رہا۔ پھر اسے خبر نہیں کیا سوجھی اور زور زور سے آوازیں دے کر وہ غلاموں کو بلانے لگا۔

جب سارے غلام اور لونڈیاں اس کمرے میں آکر جمع ہوگئے تو حریم کھڑا ہوگیا۔ اپنی آنکھیں صاف کیں اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''حویلی کو پھولوں اور مشعلوں کی روشنی سے سجادو۔ آج میری بیٹی مارودہ کی خنیس بن یوسف سے شادی ہے۔ ساری بستی والوں سے کہہ دو کہ بستی کو چاند کی طرح روشن کردیں۔ قبیلے کی عورتوں سے کہو خوشی اور بیاہ کے گیت گائیں اس قدر زور سے گائیں کہ فضائیں جھوم جائیں۔ آج میں بہت خوش ہوں۔ اتنا خوش کہ شائد زندگی میں پھر کبھی نہ ہوسکوں۔ آج میں غریبوں پر درہموں اور دیناروں کی بارش کردوں گا۔ شادی کے بعد تم لوگ سب آزاد ہوگے۔ تم میں سے جو جہاں بھی جانا چاہے اپنی خوشی سے چلا جائے میں اسے نہیں روکوں گا۔''

ایک غلام آگے بڑھا اور بڑی حسرت سے کہا۔

''سردار ___ ہم تمہارے پاس ہی رہنا چاہتے ہیں ___''

سردار مسکرادیا۔ ''تم میں سے جو نہ جانا چاہے۔ وہ یہیں میرا بیٹا اور میری بیٹی بن کر رہے اور وہ میری جائیداد کے اولاد ہی کی طرح حصہ دار ہوں گے۔''

سردار خود بھی مسکرا رہا تھا۔ اس نے خرما سے کہا۔

''تم مارودہ کو عتیقہ کے کمرے میں لے جاؤ اور اسے ان لباسوں میں سے بہترین لباس پہنادو جو میں نے عتیقہ کی شادی کے لئے تیار کرائے تھے۔ خنیس کے سامنے اب یہ شادی کے بعد دولہن بن کر ہی آئے گی ___''

مارودہ مسکراتی ہوئی اٹھی اور خرما کے ساتھ چلی گئی۔

سارے غلام اور لونڈیاں باہر نکل گئے۔ کچھ گھر کو سجانے لگے اور کچھ بستی میں گھوم پھر کر خنیس اور مارودہ کی شادی کی اطلاع کرنے لگے۔

☆.....☆.....☆

قبیلے کی حسین ترین لڑکیوں کا ایک ریلا جو زرق برق عبائیں پہنے ہوئے تھیں سردار حریم کی حویلی میں داخل ہوا۔ وہ دف اور طنبورے بجا رہی تھیں اور صحن میں اِدھر اُدھر گھوم پھر کر وہ گیت گانے لگیں۔

وہی گیت جو صبح کی پریاں گاتی ہیں۔

ویسے ہی گیت جن کی بازگشت فضاؤں میں موتی بکھیر دیتی ہے۔

''اے حسینہ! تو اجنبی بن کر اس بستی میں داخل ہوئی اور بھاری زنجیر اور چمکتی تلوار والے جوان کا دل جیت لیا۔ تو نے ہمارے قبیلے کے چاند کا انتخاب کیا۔ تجھے تیرا انتخاب مبارک تجھے ہمارا شاہین مبارک۔ جب تجھ پر کوئی برا وقت آئے۔ جب زمانہ تجھ پر ظلم کرے۔ جب وقت تیری مرضی کے خلاف چلے۔ تو اے حسینہ ___ تو اپنے شاہین کو پکار۔ دشمن سے یہ تیری حفاظت کرے گا اور تجھے سلامتی اور سکون کی فضاؤں میں لے اُڑے گا۔''

صحن میں لڑکیاں گیت گا رہی تھیں کہ ایک غلام اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں سردار حریم اور خنیس بیٹھے تھے اور پریشان لہجے میں سردار سے کہا۔

''سردار ___ باہر دو آدمی تم سے ملنا چاہتے ہیں۔''

سردر کھڑا ہوگیا۔

''کون ہیں وہ ___؟''

''اجنبی ہیں اور خوارزم سے آئے ہیں۔''

سردار حریم سوچ میں پڑ گیا۔

''خوارزم سے آئے ہیں مگر کون ہیں وہ؟''

ان میں سے ایک ادھیڑ عمر اپنے آپ کو مارودہ کا ماموں بتاتا ہے اور دوسرا اس کا بیٹا ہے۔''

''انہیں فوراً اندر لے آؤ۔''

''وہ ایک دعویٰ کرتے ہیں سردار۔''

''کیسا دعویٰ؟''

''اس بوڑھے شخص کا کہنا ہے کہ ماروہ میری بھانجی ہی نہیں میرے بیٹے کی منگیتر ہے اور وہ دونوں ماروہ کو لینے آئے ہیں___ بوڑھا کہتا ہے کہ ترمز میں اس کی بہن ہے اور اس سے ہمیں پتہ چلا ہے کہ ماروہ یہاں ہے۔ وہ دونوں پارسی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی رو سے ماروہ کا رشتہ پکا ہو چکا ہے۔ جسے توڑا نہیں جا سکتا۔''

سردار حریم نے تعجب سے خنیس کی طرف دیکھا۔ وہ پریشان اور الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

سردار نے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور غلام سے کہا۔

''ان دونوں کو یہیں لے آؤ۔''

غلام چلا گیا اور دو اجنبیوں کو ساتھ لے کر وہ پھر اسی کمرے میں داخل ہوا۔ ان میں سے ایک بوڑھا تھا۔ جس کے بال سفید تھے اور دوسرا جو اس کا بیٹا تھا۔ ایک خوب صورت اور تنومند جوان تھا۔ حریم نے انہیں کرسیاں پیش کیں اور انہیں اپنے پاس بٹھایا اور بڑے تسلی آمیز لہجے میں سردار نے پوچھا۔

''کیا تم ماروہ کے ماموں ہو؟''

بوڑھے نے شائد وضاحت چاہی۔

''کیا میں یہ سمجھوں کہ میں بنی تمیم کے سردار سے مخاطب ہوں؟''

''یقیناً تم بنی تمیم کے سردار سے مخاطب ہو۔''

''تو پھر میں ماروہ کا ماموں ہوں___ اور یہ میرا بیٹا اس کا منگیتر ہے۔ اپنے مذہب کی رو سے ہم نے ان دونوں کو اس وقت اس رشتہ کی ڈوری سے باندھ دیا تھا جبکہ یہ دونوں ابھی بچے ہی تھے۔ میں نے اپنی بہن سے جو ترمز میں رہتی ہے سنا ہے کہ ایک جوان ہے جس کا نام خنیس بن یوسف ہے اس نے میری بھانجی کو زبردستی اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے کیا میں اس جوان کو دیکھ سکتا ہوں۔''

سردار نے خنیس کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔''

بوڑھے نے خنیس سے کہا۔

''اے دوسروں کی بیٹیوں پر زبردستی قبضہ کرنے والے جوان! اُٹھ اور طاقت میں میرے بیٹے کا مقابلہ کر۔ اگر تو جیت گیا تو ماروہ تیری___ اور اگر میرا بیٹا تجھے زیر کر گیا تو ماروہ اسی کی ہو گی۔''

خنیس نے بڑی تسلی سے جواب دیا۔

''تم دونوں کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔ ماروہ اپنی مرضی سے یہاں پر رہ رہی ہے___''

بوڑھے نے ذرا تلخی میں کہا۔

''جوان___ میں تمہیں اپنے بیٹے سے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں لبھاتے ہو___''

خنیس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ حریم نے بوڑھے کو جواب دیا۔

''اجنبی___ تم نے غلط فیصلہ کیا ہے۔ خنیس بن یوسف ہمارے قبیلے کا شاہین ہے اور کوئی بھی جوان اس کے آگے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔''

بوڑھا جذباتی ہو گیا۔

''زرتشت کی قسم___ میرے بیٹے کو آج تک کسی نے شکست نہیں دی جبکہ یہ آج تک سینکڑوں پہلوانوں کے سر خاک اور خون سے آلود کر چکا ہے۔''

سردار حریم بھی بپھر گیا۔

''خدا کی قسم خنیس بن یوسف کو بھی آج تک کوئی نہیں پچھاڑ سکا۔ اجنبی تم خنیس بن یوسف کو مقابلے کی دعوت دے کر غلطی کر رہے ہو___ اس بات کا فیصلہ ماروہ ہی کرے گی۔''

''تو تم مقابلے سے پہلو بچانا چاہتے ہو۔''

''ہرگز نہیں___ ماروہ کا فیصلہ سننے کے بعد بھی اگر تم مقابلے کا مطالبہ کرو گے تو میں اس کا بھی اہتمام کرا دُوں گا مگر مجھے اس وقت سے خوف آتا ہے جب مقابلے کے میدان میں تم اپنے بیٹے کی لاش کے پاس کھڑے آنسو بہا رہے ہو گے۔''

بوڑھا پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو کر بولا۔

''بنی تمیم کے سردار! وقت اس کا فیصلہ کرے گا کہ میں اپنے بیٹے کی لاش پر آنسو بہاتا ہوں یا اس جوان کا خاندان جسے تم خنیس بن یوسف کہہ کر مخاطب کر رہے ہو سنو سردار___ میرا نام سماک ہے اور میرے بیٹے کا نام بروصہ___ یہ نوجوان جس نے ماروہ کو محبوس کر رکھا ہے میرے بیٹے سے مقابلہ تو ایک طرف رہا یہ میرے سامنے بھی نہ ٹھہر سکے گا۔''

خنیس ایک دم کھڑا ہو گیا___ اور اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر رکھتے ہوئے کہا۔

''تم جھوٹ کہتے ہو سماک___ ابھی اُٹھو کھلے میدان میں چلتے ہیں۔ میں تم دونوں باپ بیٹے کو ایک ساتھ مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔''

سردار حریم بھی کھڑا ہو گیا۔

''سماک___ تم نے خنیس بن یوسف کی ہتک کی ہے۔ اب تم نہ بھی چاہو۔ تب بھی یہ

مقابلہ ہوگا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مقابلے کے بعد تمہاری حالت اس طرح ہوگی جیسے جوان بیٹے کی لاش پر بین کرتے ہوئی عورت کی۔"

سماک بھی کھڑا ہوگیا۔

"اس بات کا فیصلہ میرے بیٹے بروصہ کی تلوار کرے گی سردار۔ چلو پہلے ماروہ کے پاس چلتے ہیں۔"

چاروں ایک کمرے کے دروازے پر آئے جو بند تھا۔ سردار حریم نے دروازے پر دستک دی ___ جب دروازہ کھلا تو پردہ ہٹا کر سردار کی لونڈی خرما نمودار ہوئی۔

"ماروہ کہاں ہے ___" سردار نے پوچھا۔

خرما نے اپنے سر پر دوپٹہ درست کیا۔

"اندر ہے سردار۔"

"اسے کہو پردے کے پیچھے آ کر کھڑی ہو جائے۔ اس کے کچھ رشتہ دار اس سے ملنا چاہتے ہیں اسے تاکید کرنا پردے سے باہر نہ آئے۔"

خرما نے ماروہ کو آواز دی ___ پیچھے کھڑا کر دیا اور خود سر باہر نکال کر کہا۔

"ماروہ اب یہیں کھڑی ہے سردار۔"

حریم بولا۔

"ماروہ بیٹی ___ تمہارا کوئی ماموں ہے جس کا نام سماک ہے؟"

پردے کے پیچھے سے ماروہ کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"ہے سردار ___"

"اس کے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام بروصہ ہے۔"

"تو پھر سنو ___ وہ دونوں باپ بیٹا یہیں میرے ساتھ کھڑے ہیں تمہارا ماموں دعویٰ کرتا ہے کہ تمہاری شادی بچپن ہی سے بروصہ کے ساتھ طے ہو چکی ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں خنیس بن یوسف نے زبردستی تمہیں یہاں روک رکھا ہے۔ یہ دونوں تمہیں لینے آئے ہیں اب تم اپنا فیصلہ دو۔ تم خنیس بن یوسف کو پسند کرتی ہو یا بروصہ کے ساتھ واپس خوارزم جانا پسند کرو گی۔"

ماروہ نے ایک آنکھ پردے سے باہر نکال کر دیکھا پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور خنیس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر کھینچتے ہوئے پردے کے پیچھے کر لیا۔

ساتھ ہی وہ پھر بولی۔

"سردار میرے ماموں سے کہہ دو جس جوان سے میں محبت کرتی ہوں اس کا نام خنیس بن یوسف ہے اور وہ اس وقت میرے پاس ہے اب دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے چھین نہیں سکتی۔"

سماک نے اس بات کا جواب دیا۔

"کیا تمہیں یاد ہے تمہاری شادی بروصہ سے طے ہے۔ زرتشت کی قسم ___ تم اس سے پھر نہیں سکتیں۔"

ماروہ نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

"وہ ماروہ مر چکی ہے جو پارسی تھی۔ میں مسلمان ہوں اور خنیس بن یوسف کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی۔"

سماک نے بڑی حیرت سے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ تم مرتد ہو چکی ہو۔"

تیز اور غصیلی آواز میں ماروہ نے جواب دیا۔

"میں اب سیدھے راستے پر آ گئی ہوں ___ البتہ اس سے قبل جبکہ میں پارسی تھی ضرور مرتد تھی۔"

سردار حریم نے سماک سے کہا۔

"کیا تم نے ماروہ کا فیصلہ سن لیا ہے اب کیا کہتے ہو؟"

"تم نے ایک اور وعدہ بھی کیا تھا سردار۔"

"مقابلہ کرانے کا۔"

"ہاں ___"

"مجھے یاد ہے۔"

"میں تمہیں اسی کی یاد دہانی کرتا ہوں۔"

سردار حریم نے اپنے سب سے زیادہ عزیز غلام کو آواز دی۔

"سیواس ___ او سیواس!"

سیواس ایک طرف سے بھاگتا ہوا جب اس کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا ___ تو پھر سردار نے کہا۔

"بستی والوں سے کہو ___ سب تربیت گاہ میں جمع ہوں۔ خوارزم کے ایک اجنبی نوجوان نے خنیس کو مقابلے کی دعوت دی ہے۔ شام سے پہلے پہلے یہ مقابلہ ہوگا۔"

سیواس بھاگتا ہوا باہر چلا گیا۔

سماک بروصہ کو کھینچ کر ایک طرف لے گیا اور اس کے کان میں کہا۔

''تم مقابلے کو خوب طول دینا اور تھکا کر خنیس بن یوسف کو قتل کر دینا۔ اس کے قتل ہو جانے پر ماروہ یقیناً تمہارے ساتھ جانا پسند کرے گی۔''

پردے کے پیچھے سے ماروہ پھر بولی۔

''کس کا مقابلہ ہے سردار؟''

''تمہارے ماموں زاد بروصہ نے خنیس کو مقابلے کی دعوت دی ہے۔''

ماروہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''ہم اس مقابلے کو رد کرتے ہیں سردار ___ میں اب خنیس کو کسی سے لڑنے نہ دُوں گی ہم نے پہلے ہی بڑی تھکا دینے والی زندگی بسر کی ہے۔ ہمیں اب سکون چاہئے سردار۔''

یہ لوگ ہمیں بزدل کہیں گے بیٹی ___ اور پھر خنیس اس مقابلے کی حامی بھر چکا ہے۔''

ماروہ نے خنیس کی طرف دیکھا۔

اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم کیوں فکرمند ہوتی ہو۔ میں اسے زمین پر یوں پچھاڑ دُوں گا۔ جس طرح قصائی بکرے کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر پچھاڑ دیتا ہے۔ تم مسکرا کر سردار سے کہو ہمیں یہ مقابلہ منظور ہے تاکہ بروصہ کو بھی پتہ چل جائے کہ ماروہ نے کسی بزدل جوان کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں چنا۔''

ماروہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمیں یہ مقابلہ منظور ہے سردار۔''

پردے سے باہر کھڑا حریم مسکرا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆

بستی کی تربیت گاہ مردوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ میدان کے اردگرد جتنے بھی مکان تھے ان کی بالکونیوں اور چھتوں پر اتنی عورتیں تھیں۔ جنہیں شمار نہ کیا جا سکتا تھا۔ ایک بالکونی میں ماروہ بھی سردار حریم کی لونڈی خرما کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ بڑی بے تابی سے مقابلے کا انتظار بھی کر رہی تھی اور دل ہی دل میں گڑگڑا کر خنیس کی فتح کے لئے دعائیں بھی مانگ رہی تھی۔

میدان میں پہلے بروصہ نمودار ہوا۔ وہ اپنے نیم سرخ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں لوہے کا بھاری نیزہ تھا اور دوسرے میں ڈھال۔ سر پر آہنی خود اور جسم پر زرّہ چمک رہی تھی۔

اس کے پیچھے اس کے گھوڑے کی پشت پر بھی آہنی زرّہ پڑی ہوئی تھی۔ وہ میدان کے بالکل ایک طرف کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا۔

بروصہ کے مخالف سمت خنیس سردار حریم کے پاس کھڑا تھا اور وہ اسے کہہ رہا تھا کہ ''مقابلہ جلدی ختم نہ کر دینا۔ ذرا طول دینا تاکہ لوگ ذرا محظوظ ہو سکیں اسے تھکا کر اس طرح مارنا کہ بوڑھا سماک دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے روتا ہوا یہاں سے رخصت ہو۔''

خنیس اپنے گھوڑے پر سوار بروصہ کے مخالف سمت میدان میں اُترا۔

اس کے ایک ہاتھ میں وہی وزنی اور آہنی زنجیر تھی اور دوسرے میں بھاری ڈھال تھی جونہی وہ میدان میں آ کر کھڑا ہوا بروصہ نے اپنا گھوڑا پوری رفتار سے حملہ کرنے کی خاطر اس کی طرف دوڑا دیا۔

خنیس بھی اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا چکا تھا۔

دونوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب ایک دوسرے کے قریب آئے تو بروصہ نے اپنا وزنی لوہے کا نیزہ خنیس کو مارنے کے لئے سیدھا کر رکھا تھا۔

جب وہ ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلے پر رہ گئے تو خنیس اپنے گھوڑے کے اُوپر لیٹ گیا۔ بروصہ اب اسے نیزہ نہ مار سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنا نیزہ خنیس کے سر میں کھبو دینا چاہا مگر وہ دنگ رہ گیا۔ خنیس نے بڑی مہارت سے اس کے نیزے پر اپنی ڈھال مار کر دُور ہٹا دیا تھا۔

دونوں گھوڑے ایک دوسرے کے پاس سے گزرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ میدان کی انتہا پر جا کر گھوڑا پلٹا۔ دونوں اگلی ٹانگیں اوپر اٹھا کر ہنہنایا اور پھر بروصہ کی طرف سرپٹ دوڑ پڑا۔

بروصہ کا گھوڑا بھی واپس دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔

بروصہ کے ہاتھ میں نیزہ ہی تھا مگر خنیس اپنے ہتھیار بدل چکا تھا۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ میں زنجیر گھماتا آ رہا تھا اور بائیں ہاتھ میں اس کی تلوار تھی۔ جس کی چمک دور دور تک دیکھی جا سکتی تھی۔

دونوں جب قریب آ کر حملہ آور ہوئے تو خنیس نے زنجیر مار کر نیزہ ایک طرف ہٹا دیا اور دائیں طرف سے گھما کر تلوار کا وار کیا۔ بروصہ نے ادھر ڈھال کر لی مگر پلک جھپکنے سے بھی کم مدت میں خنیس کی تلوار بائیں جانب کوند گئی۔

خنیس اسے دھوکہ دے گیا مگر اس نے کوئی وار نہیں کیا۔ تلوار بروصہ کی ران سے مس کر کے وہ آگے نکل گیا۔ وہ چاہتا تو بروصہ کی ران اس موقعہ پر کاٹ سکتا تھا۔ پر ظاہر تھا وہ تو سردار کے کہنے پر مقابلے کو طول دے رہا تھا۔

میدان میں مقابلے کا نظارہ کرتے ہوئے ہزاروں تماشائیوں نے تالیاں بجا کر خنیس کو داد دی۔ دونوں گھوڑے پلٹ کر پھر حملہ آور ہوئے۔

خنیس کے ہاتھ میں اب صرف ڈھال ہی تھی۔ میدان کے وسط میں آ کر بروصہ نے اسے

نیزہ مارا خنیس نے ڈھال سے اسے پیچھے ہٹایا اور فوراً بروصہ کا نیزہ پکڑ لیا اور چھین کر دور پھینک دیا۔

میدان پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔ بالکونی میں بیٹھی ماروہ مسکرا رہی تھی اور قبیلے کی جوان اور کنواری لڑکیاں اسے رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

وہ پلٹ کر پھر حملہ آور ہو چکے تھے خنیس کے پاس صرف ڈھال ہی تھی مگر بروصہ کے پاس اب تلوار اور ڈھال تھی۔ قریب آ کر بروصہ نے تلوار کا ایک بھیانک اور منجھا ہوا وار کیا جسے خنیس ڈھال پر روک گیا اور پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر پھرتی سے بروصہ کو اسی کی پیٹی سے پکڑ لیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ خنیس نے بروصہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر اٹھا کر ہوا میں معلق کر دیا۔

اردگرد بیٹھے لوگ اٹھ اٹھ کر ناچنے کودنے لگے تھے۔ بالکونی میں بیٹھی ہوئی ماروہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور وہ تالی بجا رہی تھی۔ بروصہ کو اس کے گھوڑے سے شاہین کی طرح اچکنے کے بعد خنیس اسے اپنے ہاتھ پر اٹھائے تھوڑا سا آگے لے گیا۔ پھر زمین پر پٹخ دیا۔

بروصہ گرتے ہی اٹھا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگنے لگا۔

سردار حریم جو ابھی تک مسکرا مسکرا کر تالی بجا رہا تھا۔ اپنے پاس سر جھکا کر بیٹھے ہوئے سماک سے کہا۔

"دیکھا بوڑھے سماک ___ میں نے تمہیں کہا نہ تھا خنیس بن یوسف سے مقابلہ کرنا آسان نہیں خدا کی قسم وہ ایک چٹان ہے جس پر ہتھیار اثر نہیں کرتے۔ تم یقین کرو خراسان کے غیر مسلم لوگ اسے طاقت کا دیوتا اور اس کے دشمن اسے خوفزدہ ہو کر اسے بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہیں ___"

سماک کا سر جھکا رہا۔

سردار حریم نے طنز کیا۔

"تم بولتے کیوں نہیں بوڑھے سماک۔ جب تم بستی میں مقابلے کی بات کرتے تھے اور بروصہ کی تعریف کرنے کے علاوہ تم بحری قزاقوں کی طرح دھمکی آمیز باتیں کرتے تھے حالانکہ میں نے اسی وقت تمہیں یہ تنبیہہ کر دی تھی جب تم نے مقابلے کی بات کی تھی کہ خنیس کے ہاتھوں اپنے بیٹے کو ذبح نہ کراؤ تم اس وقت جوش میں اندھے ہو گئے تھے اور میری کسی بات پر دھیان نہ دیا تھا۔"

سماک پھر بھی نہ بولا۔

حریم نے پھر طنز کیا۔

"کیا تم مقابلے کو رُکوانے کی سوچ رہے ہو ___ بخدا یہ مشکل اور ناممکن ہے۔ تم جانو جب کوئی درندہ اپنے شکار کو نوچ کھسوٹ رہا ہو اور کوئی شخص آگے بڑھ کر اس کا شکار چھیننا چاہے تو یقیناً وہ درندہ چھیننے والے پر حملہ کر کے اسے چیر پھاڑ دے گا۔

بوڑھے سماک ___ یہی حال میرے شاہین کا ہے وہ اب اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے گا۔ جب تک بروصہ کو چیر پھاڑ نہیں دیتا۔ دیکھا تم نے بروصہ کو اس نے گھوڑے سے کس طرح اُچک لیا جیسے بچہ اپنا کھلونا اٹھا لیتا ہے۔

بوڑھے سماک ___ خدا کی قسم اب یہ مقابلہ روکا نہیں جا سکتا۔ اپنی تقدیر کے فیصلے کا اب انتظار کرو کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے سب تمہاری ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔"

سردار حریم خاموش ہو گیا۔

خنیس اور بروصہ پھر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کو گھوڑے دوڑا رہے تھے خنیس کے پاس اب اپنی زنجیر اور ڈھال تھی۔ بروصہ تلوار اور ڈھال سے مسلح تھا۔ دونوں گھوڑے جب سرپٹ دوڑ رہے تھے۔

خنیس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ رک کر دلکی چال چلنے لگا۔ وہ کنوتیاں بڑی تیزی سے بدلنے لگا اور ہنہنانے لگا۔

دونوں گھوڑے جب عین سامنے آئے تو بروصہ نے تلوار کا وار کر کے آگے نکل جانا چاہا مگر خنیس کا گھوڑا بروصہ کے گھوڑے کے عین سامنے آ رہا تھا۔ بروصہ نے دائیں طرف گھوڑے کو موڑ کر آگے نکل جانا چاہا مگر خنیس کا گھوڑا آپ ہی آپ دائیں طرف ہو گیا۔ بروصہ نے گھوڑے کو بائیں جانب موڑا اور خنیس کا گھوڑا بھی بائیں طرف ہو گیا۔

بروصہ گھبرا گیا تھا۔ خنیس کا گھوڑا راستہ نہ دے رہا تھا۔ اتنی دیر تک دونوں گھوڑے ٹکرا گئے۔

خنیس کے گھوڑے نے اپنا بایاں پہلو بروصہ کے گھوڑے کی گردن کے نیچے مارا اور اسے اپنے سامنے روک لیا۔ خنیس زنجیر کا وار کر چکا تھا۔ بروصہ نے اس کا وار اپنی ڈھال پر روکا۔

اس کا ہاتھ تھرتھرا گیا اور یوں محسوس ہوا جیسے اس کی ڈھال پر سینکڑوں من بھاری پتھر پھینک دیا گیا ہو۔ اس کی ڈھال درمیان سے پھٹ گئی تھی۔ خنیس نے ایک ہولناک قہقہہ لگایا۔ وہی غیر مانوس قہقہہ۔ جس میں اس کا ہر دشمن اپنی موت کا پیغام سنا کرتا ہے۔ بروصہ نے تلوار کا وار کیا مگر اس وقت خنیس پیچھے ہٹ کر پینترا بدل چکا تھا۔

خنیس نے بروصہ کے گرد ایک چکر لگایا اور دوبارہ اس نے بڑی تیزی سے زنجیر گھمائی اور حملہ کیا۔

بروصہ نے وار ڈھال پر روکنا چاہا مگر ناکام رہا اور زنجیر کا بھرپور وار اس کے سر پر پڑا اس کا سر بری طرح پھٹ گیا۔

بروصہ گھوڑے سے گر گیا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ بوڑھا سماک بھاگتا ہوا میدان کے اندر

آیا۔ بروصہ کو دیکھا مگر وہ تو مر چکا تھا۔

سماک نے بڑی خونزدہ نگاہوں سے خنیس کی طرف دیکھا پھر سر جھکائے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ میدان سے باہر آ گیا۔

سردار حریم نے سماک کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر تعزیت کے انداز میں کہا۔

''بوڑھے سماک ___ مجھے تمہارے بیٹے کی موت کا افسوس ہے۔ اگر تم چاہو تو لاش لے جا سکتے ہو ورنہ میرے آدمی خود ہی اسے دبا دیں گے۔ کیا تم اس مقابلے سے مطمئن ہو۔''

سماک نے جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا اور بہادروں کی طرح اعتراف کر لیا۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا۔ سردار! یقیناً خنیس ایسا جوان ہے جسے کوئی انسان زیر نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابلے سے اگر محظوظ ہونا ہو تو اس کا مقابلہ یقیناً کسی خونی اور بھوکے درندے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ غیر مسلم اگر اسے طاقت کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں تو وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ ہاں اس کے جو دشمن اسے بھیڑیا کہہ کر پکارتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ___ یہ جوان خود ایک درندہ ہے اور ایک نہیں کئی بھیڑیئے بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے میرے بیٹے کی لاش کو دفن کر دینا۔ سردار میں جا رہا ہوں ___ بروصہ کا گھوڑا جو ایک قیمتی گھوڑا ہے میری طرف سے خنیس کو تحفے میں دے دینا۔ میری بھانجی ماروہ ایک دانش مند اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ واقعی اس نے اپنے لئے ایک بہترین اور لاجواب شریک زندگی کا انتخاب کیا ہے۔''

سماک میدان سے نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مغرب کی سمت چلا گیا۔

خنیس میدان سے باہر نکلا اور سردار حریم کے پاس آ کر وہ گھوڑے سے اترا۔ حریم نے اسے گلے سے لگایا۔

اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''یقیناً تم ناقابل تسخیر ہو۔''

جارود بن مصعب کئی جوانوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اس نے خنیس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور بستی کی طرف چل پڑے۔ مرد اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے۔ مکانوں کی چھتوں اور بالکونیوں میں عورتیں دف اور طنبوروں کی تال پر فتح اور خوشی کے نغمے گا رہی تھیں۔

خنیس جب سردار حریم کی حویلی میں داخل ہوا تو خرما نے اشارے سے ایک طرف بلایا اور اس کے کان میں کہا۔

''ماروہ تمہیں اپنے کمرے میں بلا رہی ہے۔ سردار کی نظر بچا کر جانا۔ اس کا حکم ہے خنیس اب ماروہ کو دلہن کے روپ میں ہی دیکھے۔''

سردار کی نگاہیں بچا کر خنیس ماروہ کے کمرے میں گھس گیا۔ ماروہ اپنی بیساکھی ٹیکتی ہوئی آگے بڑھی اور خنیس کو اپنے ساتھ لپٹا کر فتح کی مبارک باد دینے لگی۔ دروازے پر کھڑی ہوئی خرما نے سرگوشی میں خنیس سے کہا۔

''اب باہر نکل آؤ۔ سردار کا رخ ادھر ہی ہے۔''

سردار کا سن کر خنیس مسکراتا ہوا باہر نکلا اور دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔

☆.....☆.....☆

پوری بستی مشعلوں کی روشنی سے جگمگا اٹھی تھی۔ بستی میں ہر طرف دف، طنبورے، عود، سنکھ اور بربط بجنے لگے تھے اور اسی خوشی اور موسیقی میں خنیس اور ماروہ کی شادی ہو گئی اور ماروہ سردار حریم کی حویلی سے خنیس کے گھر آ گئی۔

شبرہ اور مرجینا بھی ان کے ساتھ آ گئے تھے۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی خنیس اور ماروہ اٹھ کھڑے ہوئے مرجینا جب ان دونوں کے سامنے صبح کا کھانا لگا رہی تھی۔ تو شبرہ بھی ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ خنیس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''شبرہ ___ میں اور ماروہ آج یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ ہم دونوں کی منزل ایک ترک قبیلہ ہے جو اس وقت سمرقند کے گرد و نواح میں ہمارا منتظر ہو گا۔ میرے بعد میری ساری جائیداد اور باغات کے تم مالک ہو گے اور اس کی ساری آمدنی تم اپنے تصرف میں لا سکتے ہو۔ کوئی بھی تم سے جواب طلبی نہیں کر سکتا۔''

شبرہ غمگین ہو گیا۔

''کیا تم دونوں ہمیں تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔''

خنیس نے اس کی ہمت بندھائی۔

''قبیلے میں اگر تمہیں کوئی بھی تکلیف ہو تو تم سردار حریم سے کہو میں جاتی بار اسے کہہ دوں گا۔ وہ تمہاری ہر طرح سے مدد کرے گا اور میرے بعد تم دونوں کا خیال بھی رکھے گا۔''

''کیا تم ماروہ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ تمہیں اگر وہاں کوئی کام ہے تو اسے ختم کر کے واپس آ جانا۔''

''نہیں بوڑھے شبرہ ___ ہم دونوں ہمیشہ کے لئے اب وہیں رہیں گے۔''

شبرہ نے بڑی بے بسی سے ماروہ کی طرف دیکھا۔

وہ ہلکا سا مسکرائی اور نرمی سے کہا۔

''یہ ایک مجبوری ہے چچا___ ہم دونوں میاں بیوی کو ہر حالت میں وہاں جانا ہے۔ کوئی بڑی بے تابی سے ہمارا وہاں انتظار کر رہا ہوگا___ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ بہت جلد وہاں پہنچ جائیں۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''چلو میں ایک بار تمہیں اپنی زمین اور باغات دکھا دوں تاکہ میرے بعد تم اچھی طرح ان کی دیکھ بھال کرسکو۔'' شبرہ اداس اور افسردہ سا اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ خنیس نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

شبرہ کھڑا ہوگیا اور خنیس اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے گیا۔

شبرہ کو اپنی زمین اور باغات دکھا کر خنیس واپس آیا اور گھوڑوں پر زینیں کسنے کے بعد اس نے بروصہ کے گھوڑے پر مارہ کو بٹھایا اور خود وہ اپنے گھوڑے کی باگیں تھام کر اپنے گھر سے نکلا۔

شبرہ اور مرجینا دونوں نے انہیں بھیگی پلکوں کے ساتھ خدا حافظ کہا۔

خنیس نے گلی میں کھڑے ہوکر سردار حریم کی حویلی کے دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد خرما نے دروازہ کھولا اور احتجاج کیا۔

''تم دونوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں رک گئے اندر آجاؤ نا۔''

اپنے گھوڑے کے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خنیس نے کہا۔

''ہم دونوں جلدی میں ہیں۔ اندر آکر ہمارا وقت بہت ضائع ہوگا۔ تم سردار کو یہیں بھیجو۔''

خرما نے پریشانی سے پوچھا۔

''کیا تم میاں بیوی کہیں جارہے ہو؟''

''ہاں___''

''کہاں اور کیوں___؟''

''تم وقت ضائع کر رہی ہو خرما___ جلدی کرو اور سردار کو لے آؤ۔''

خرما اندر چلی گئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد سردار حریم آیا اور اس کے پیچھے پیچھے خرما بھی تھی۔

سردار حریم نے شکوے کے انداز میں کہا۔

''تم دونوں باہر کیوں کھڑے ہو؟''

خنیس نے سر جھکا کر کہا۔

''ہم دونوں یہاں سے جارہے ہیں سردار۔''

حریم چونک پڑا۔

''کہاں جارہے ہو تم؟''

''ترک قبیلہ کے سردار ارطبون کے پاس۔''

حریم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''تم کہیں نہیں جاسکتے۔ اب تم بستی ہی میں رہو گے۔''

''یہ ایک مجبوری ہے سردار۔''

''کوئی مجبوری نہیں۔ میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔ چلو اندر آجاؤ۔ دونوں اندر بیٹھو۔ اگر تم پسند کرو تو میں قبیلے کی سرداری سے دستبردار ہوجاتا ہوں اور تمہیں بنی تمیم کا سردار بنا دیتا ہوں بولو اب بھی تم جانا پسند کرو گے۔''

''ہاں سردار میں ضرور جاؤں گا۔ بنی تمیم کے سردار تم ہی رہو گے۔''

''پھر تم کیوں جاتے ہو۔ کیا تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے۔''

''اس کی کئی وجہیں ہیں۔''

''میں بھی تو سنوں نا۔''

''سردار___ اول تو میرا گھر جہاں کبھی میری ماں، خالہ، بھائی اور بھاوج رہا کرتے تھے وہ خالی پڑا ہے۔ میں جب اس میں داخل ہوتا ہوں تو اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محسوس کرتا ہوں اور یوں لگتا ہے جیسے اس دنیا میں میرا کوئی بھی نہیں اس تکلیف دہ حالات میں میں یہاں پرسکون زندگی بسر نہیں کرسکتا___''

مارہ رونے لگی تھی۔ خنیس کہتا رہا۔

''ثانیاً بستی میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے وکیع کی طرفداری کا اعلان کیا تھا۔ گو وہ اب تمہارے ہم خیال ہوچکے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ کبھی وکیع کا ساتھ دے چکے ہیں اپنا گھر خالی دیکھ کر خود بخود میری ان کے خلاف نفرت بڑھتی جائے گی اور میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ان سے انتقام لینے کی خاطر اٹھ کھڑا ہوں۔ اس طرح قبیلے میں بدمزگی پیدا ہوجائے گی اور ایسے حالات میں پسند نہیں کرتا___

ثالثاً میں ترک سردار ارطبون سے وعدہ کرچکا ہوں کہ میں تمہارے قبیلے میں ضرور آؤں گا۔ اب تم ہی بتاؤ سردار کیا ایک مسلمان وعدہ کرکے اس سے پھر سکتا ہے۔''

سردار حریم کا سر جھک گیا۔

''تو تم ضرور جانا چاہتے ہو___''

''ہاں سردار___''

خرما بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی اور آن کی آن میں بستی کو خبر ہوگئی کہ خنیس اور مارودہ ہمیشہ کے لئے قبیلے سے رخصت ہو رہے ہیں۔

سردار حریم باہر نکلا اور خنیس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے بولا۔

''گھوڑے پر سوار ہو جاؤ ___ میں تمہیں بستی سے باہر تک چھوڑنے جاؤں گا۔''

خنیس نے گھوڑے کی باگ واپس لینا چاہی۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے سردار۔''

حریم کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔

''یہی میری خواہش ہے بیٹے ضد نہ کرو۔''

خنیس حریم کی حالت دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اب خنیس گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا۔ اس کے گھوڑے کی باگ سردار حریم نے پکڑ رکھی تھی ___ اور ان کے پیچھے مارودہ گھوڑے پر سوار تھی۔

بستی کی عورتیں رو رو کر خنیس اور مارودہ کی رخصتی پر المیہ گیت گانے لگی تھیں۔ عورتوں اور لڑکیوں کی ہچکیاں صاف سنی جا سکتی تھیں۔

اَبِیْتُ بالواب العَداءُ کَانَّمَا

''تو دشمن کی اس طرح تاک لگاتا ہے جیسے''

اَصَادِیْ بِھکا سِرٌ بامِنَ الوَحْشِ تَرَمَا

''وحشی جانوروں کی جو چراگاہ کے شوقین ہوں''

وَمَالَنَا بَکَّاءُ وَلَا کن کیھَیجَنَا

''ہم رونے کے عادی ہیں''

عَلیٰ ذِکرہ طِیّب، الخلایق وَالذِکرِ

''مگر اس کے اخلاق نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا ہے''

وَحَدِیْث الذُہٗ ھَوَمِمًا

''تیری باتیں بڑی نمرے دار ہوتی ہیں''

یشتَھِیُ السَّامِعُونَ یوُزنَ وَزْنَا

''کہ سننے والے کو بھائیں اور اچھی لگیں''

جب بستی کے دروازے کے پاس آئے تو ایک لڑکی نے بڑی پُرسوز بلکہ روتی اور بین کرتی آواز میں یہ شعر پڑھے۔

یَالَیتَ خَصِی مَجَاوِرَکَ

''کاش تیری جھونپڑی کے پاس میری جھونپڑی ہوتی''

اَلْخصَّ بدارَیِ تَقَرَّعَلَیْنا

''وہ جھونپڑی جس میں میری آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہوں''

خَیْن من اَلاجَر و الکمَہٗ

''بہ نسبت پختہ گھر کے بہتر ہے''

خنیس اور مارودہ بستی کے دروازے سے باہر نکلے۔ اس حالت میں کہ سردار حریم نے اس کے گھوڑے کی باگیں تھام رکھی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ روبھی رہا تھا اور اپنے عمامے سے آنسو بھی پونچھتا جا رہا تھا۔

خنیس نے دیکھا بستی کے دروازے سے باہر جارود بن مصعب بستی کے بیشمار مردوں کے درمیان کھڑا تھا۔ وہ بھی خنیس کی رفاقت میں رو رہا تھا۔ خنیس جب اس کے پاس سے گزرا تو جارود نے پُر درد لہجے میں کہا۔

یَا اَخِي اَنتَ ذاھِبَ

''اے میرے بھائی تم جا رہے ہو''

کافی اِکوَیَ نَوْتعَن مِنَ الجَمْرَ

''گویا میں انگاروں سے داغا جا رہا ہوں''

سردار حریم اور بستی کے بیشمار نوجوان انہیں بستی سے باہر ایک فرلانگ تک چھوڑنے آئے اس کے بعد خنیس اور مارودہ رخصت ہو گئے اور مشرق کی سمت وہ دونوں اپنے گھوڑے دوڑانے لگے۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور مارودہ فربار سے نکل کر بزدہ آئے اور نسف سے ہو کر کش کی طرف جانے والی شاہراہ کو چھوڑ کر وہ اس تنگ پگڈنڈی پر ہوئے جو قصبہ کی طرف جاتی تھی اور وہاں سے وہ سودار کے علاقہ میں سے ہوتے ہوئے سمرقند کی طرف جانے والی شاہراہ پر چڑھ گئے۔ اب ان کے سامنے کش شہر دکھائی دے رہا تھا۔ شہر کے آتشکدے اور مسجدوں کے بلند و بالا مینار اجنبی اور مسافروں کے لئے خوشی اور طرب کا پیغام تھے۔

جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو مارودہ نے تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔

''یہاں ذرا آرام کرنا چاہئے خنیس ___ میں تھک چکی ہوں۔''

خنیس نے مسکرا کر پوچھا۔

''اتنی جلدی تم تو پہروں سفر کرتے ہوئے نہ تھکتی تھی۔''

ماروہ غمزدہ ہوگئی۔

''پاؤں کٹ جانے کی وجہ سے میں ایک ٹانگ کو سہارے کے طور پر صحیح طرح سے رکاب میں انہیں جما سکتی۔ اس لئے تھک جاتی ہوں۔''

خنیس بھی اداس ہوگیا۔

ماروہ کے ساتھ خنیس اسی سرائے میں داخل ہوا جس کے باہر اس کا اور حرب کا ٹکراؤ باغر کے چچا زاد بھائی سرقوسہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا تھا۔ اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے وہ سرائے کے مالک سریز کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''کمرہ چاہئے۔''

خنیس کو دیکھتے ہی سریز مسکرایا اور پھر اٹھا اور اپنے سر کو خم کرتے ہوئے کہا۔

''طاقت کے دیوتا ___ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ___ سرائے کا ایک کمرہ تو کیا میرا سکونتی گھر تمہارے قیام کے لئے حاضر ہے۔ بولو کہاں ٹھہرو گے۔''

''سرائے میں۔''

سریز نے ماروہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''یہ لڑکی تمہارے ساتھ کون ہے؟''

''میری بیوی ہے۔''

''اوہ۔ تم نے شادی کر لی ___ میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ شائد تم دونوں ہی تھکے ہوئے ہو۔ آؤ میں تمہیں کمرہ دکھا دوں تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔''

وہ دونوں کو ایک آرام دہ کمرے میں لایا اور کمرے کی ہر چیز دکھانے کے بعد اس نے خنیس سے پوچھا۔

''طاقت کے دیوتا ___ کیا تم کسی کے تعاقب میں نکلے ہو۔''

''نہیں میں اپنے دشمنوں سے نمٹ چکا ہوں۔''

''پھر کہاں جاؤ گے؟''

''ایک ترک قبیلہ کی تلاش میں سمرقند کی طرف جا رہا ہوں۔''

''کتنے دن یہاں قیام کرو گے؟''

''صرف ایک رات آنے والی صبح کو میں سمرقند کی طرف کوچ کر چکا ہوں گا۔''

''میں تمہارے گھوڑے طویلے میں باندھ آؤں۔''

''ہمارا کھانا بھی بھجوا دو۔''

''ابھی بھجواتا ہو ___''

خنیس اور ماروہ نے صرف ایک رات سریز کی سرائے میں قیام کیا۔ اس دوران سریز نے ان کی ہر خواہش کا احترام کیا اور ان کے لئے ہر ممکن سہولت مہیا کی۔

دوسرے روز صبح ہی صبح اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اب وہ شاہراہ کے دونوں جانب سردار ارطبون کے کاروان کو بڑے غور سے تلاش کرتے جا رہے تھے۔ اسی حالت میں وہ سمرقند میں داخل ہوئے۔ مگر سردار ارطبون انہیں کہیں دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے سمرقند میں بھی ایک رات ٹھہر کر آرام کیا اور دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اب وہ اس شاہراہ پر جا رہے تھے۔ جو سمرقند سے نکل کر تاشقند کی طرف جاتی ہے۔

جب وہ دونوں منزل پر منزل مارتے ہوئے تاشقند کی طرف جانے والی شاہراہ کے اس دوراہے پر آئے جہاں سے ایک راستہ دائیں ہاتھ کو نکل کر زمن شہر میں سے ہوتا ہوا خواقند اور پھر وہاں سے آگے بڑھتا ہوا دریائے سیحون کے اس پار ازکند شہر کی طرف چلا گیا تھا۔ تو انہیں اس دوراہے کے قریب ہی سردار ارطبون کا کاروان دکھائی دیا سینکڑوں نہیں ہزاروں خیمے ایک پہاڑ کے دامن میں لگے ایک بہت بڑے اور بارونق شہر کا منظر پیش کر رہے تھے۔

جب وہ قبیلہ میں داخل ہوئے تو کیا بوڑھے اور کیا بچے اور عورتیں سب ان کے استقبال کو نکل دوڑے۔ سردار ارطبون کی ٹانگ بھی اب ٹھیک ہو چکی تھی اور وہ بھی خنیس اور ماروہ کے استقبال کے لئے اپنے خیمے سے باہر آ کر کھڑا ہوگیا۔

اس کے پہلو میں قطونہ بھی کھڑی تھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ بڑی بے تابی سے اس لمحے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب خنیس ان کے خیمے کے سامنے نمودار ہو۔

تھوڑی دیر بعد خنیس اور ماروہ سردار ارطبون کے خیمے کے باہر نمودار ہوئے۔ خنیس اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے پیدل چل رہا تھا اور ماروہ گھوڑے پر سوار تھی۔ سردار آگے بڑھا اور خنیس کو گلے لگا کر اس کی پیشانی اور آنکھیں چومنے لگا۔

قطونہ ماروہ کی طرف بڑھی اور اس کی کٹی ہوئی ٹانگ دیکھ کر وہ چونک پڑی۔ اس نے ماروہ کے چہرے کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ قطونہ نے سہارا دے کر اسے نیچے اتارا وہ بیساکھی کا سہارا لے کر جب دو قدم آگے بڑھی تو سردار ارطبون کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

اس نے غمزدہ لہجے میں پوچھا۔

''میری بیٹی کی ٹانگ کو کیا ہوا؟''

ماروہ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ قطونہ بھی رو پڑی تھی۔

خنیس نے جواب دیا۔

''ایک حادثے میں کٹ گئی سردار۔''

سردار نے بڑی حسرت سے پوچھا۔

''کیسا حادثہ ___ کیوں اور کیسے پیش آیا ___؟''

سردار بڑا بیتاب اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''میرے دشمنوں نے اس کا پاؤں کاٹ دیا ہے سردار۔''

''کیا وہ تمہارے قبیلے کے تھے؟''

''ہاں سردار۔''

''تمہیں چاہئے تھا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیتے۔''

''ماروہ نے خود ہی انہیں اپنی تلوار سے موت کی نیند سلا دیا تھا۔''

بوڑھے ارطبون نے ماروہ کو لپٹا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''ہماری بیٹی بہت بہادر اور شجاع ہے۔''

ماروہ سردار کی چھاتی سے لگی سسکیاں لے کر رو رہی تھی اور سردار اسے پچکار پچکار کر چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ قطونہ بھی ماروہ کے پیچھے کھڑی رو رہی تھی اور اپنے دونوں ہاتھ ماروہ کی پشت پر پھیرتے ہوئے اسے پیار بھی کرتی جا رہی تھی۔ ماروہ کو اپنے ساتھ لپٹائے ہوئے سردار ارطبون اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ خنیس اور قطونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے خیمے میں آ گئے اور سب ہی ان بے ڈول اور بھدی بھدی کرسیوں پر بیٹھ گئے جو خیمے کے اس کمرے میں پڑی رہتی تھیں۔ قطونہ نے ماروہ کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا اور وہ اسے چپ کرانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

قطونہ ایک بار اٹھی اور اپنے کمرے میں جا کر وہ انگور کے کئی خوشے اٹھا لائی۔ باریک ململ کے ایک کپڑے کی مدد سے اس نے شیشے کی صراحی بھر کر انگور کا رس نکالا اور اپنے ہاتھ سے خنیس اور ماروہ کو پلانے لگی۔ جب وہ صراحی پکڑے ان دونوں کو رس پلا رہی تھی تو سردار ارطبون خنیس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''کیا اب تم قطونہ سے شادی کے لئے تیار ہو۔''

خنیس کی بجائے ماروہ نے جواب دیا۔

''بالکل تیار ہے سردار۔''

قطونہ نے صراحی زمین پر رکھ کر بھاگ جانا چاہا مگر ماروہ نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا اور اسے

وہیں کھڑے رہنے پر مجبور کر دیا۔

ارطبون نے پھر پوچھا۔

''کب تک ___؟''

جواب پھر ماروہ ہی نے دیا۔

''آج ہی سردار ___''

قطونہ کھڑی کانپ رہی تھی۔ اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں ___ اور چہرے پر شرم و حیا کا گہرا رنگ تھا اور ارطبون کی نظریں بچا کر وہ بڑی منت کے انداز میں ماروہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مگر ماروہ نے نہ تو اس کی طرف دیکھا اور نہ ہی اس کا پکڑا ہوا بازو چھوڑا۔

سردار ارطبون اب ماروہ سے مخاطب ہوا۔

''کیا تمہاری شادی خنیس کے ساتھ ہو چکی ہے بیٹی۔''

ماروہ نے گردن جھکا لی۔

''ہاں سردار میری اور خنیس کی شادی ہو چکی ہے۔ اب یہ میرے شوہر ہیں اور میں ان کی بیوی۔ ہماری شادی بنی تمیم کے سردار حریم نے کرائی ہے۔ سردار ___ اگر میں نے شادی میں پہل کر کے گستاخی کی ہے تو میں معافی مانگتی ہوں۔''

ارطبون نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ایسی کوئی بات نہیں بیٹی۔ قطونہ کی نسبت تم خنیس کی زیادہ حقدار ہو اس کے علاوہ آج کے بعد تم مجھے سردار کہہ کر نہیں پکارو گی۔''

ماروہ کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ تھی۔

''میں آپ کی ممنون ہوں ___ اب میرے دل سے یہ احساس جاتا رہے گا کہ خنیس کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ___ اب آپ اور قطونہ مجھے باپ اور بہن کی شکل میں مل گئے ہیں۔''

ارطبون نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

''دل چھوٹا نہ کرو بیٹی ___ ترکوں کا یہ قبیلہ تمہارا ہی قبیلہ ہے آج سے قبیلے کی ہر عورت اور مرد تمہارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔''

ماروہ کے چہرے پر ایسے جذبات بکھر گئے تھے۔ گویا اس کے سامنے اچانک خوشیوں اور مسرتوں کے آبشار پھوٹ نکلے ہوں اور اس نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا ہو۔ سردار ارطبون نے خنیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''تم اپنی بستی میں گئے تھے؟''

خنیس جو ٹکٹکی باندھے کبھی ماروہ اور کبھی قطونہ کو دیکھ رہا تھا۔

چونک پڑا۔

''گیا تھا سردار۔''

''سردار وکیع نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا تھا؟''

''کیا تھا۔''

''پھر ____؟''

''سردار حریم میرے حق میں تھا۔ جس کی وجہ سے وکیع کی نسبت زیادہ لوگ ہمارے ساتھ ہوگئے۔ جن کی مدد سے میں نے وکیع اور ان تمام لوگوں کی گردنیں کٹوادیں جنہوں نے قتیبہ بن مسلم اور میرے گھر والوں کے قتل میں حصہ لیا تھا۔''

سردار ارطبون اٹھا۔ آتشدان کے پاس ہی ایک طرف چھوٹی سی ایک خوبصورت نوبت پڑی تھی۔ ارطبون نے اس پر چوٹ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے ایک جوان اندر آیا اور خیمے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنا سر ایک بار خم کرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا اور سردار کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔

ارطبون نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''آج شام خنیس بن یوسف اور قطونہ کی شادی ہوگی قبیلے والوں سے کہو کہ سارے انتظامات صرف دو گھڑی میں مکمل کرلیں۔''

اس جوان نے ایک بار پھر اپنی گردن خم کی اور واپس مڑتا ہوا بڑی تیزی سے چلا گیا۔

سردار ارطبون جب دوبارہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا تو خنیس نے پوچھا۔

''نوطس کہاں ہے؟''

''وہ ریوڑ چرانے والے نوجوانوں کے ساتھ گیا ہوا ہے میں نے اسے بہت منع کیا کہ تم ریوڑ کے ساتھ مت جایا کرو اور اپنے خیمے میں آرام کیا کرو پر شائد اسے آرام دہ زندگی سے نفرت ہے۔ میں نے اسے ایک نیا اور آرام دہ خیمہ مہیا کیا ہوا ہے مگر اس میں بہت ہی کم وہ نظر آتا ہے۔''

خنیس مسکرا رہا تھا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے سردار ____ اسے بے کار زندگی سے نفرت ہے وہ چاہتا ہے کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہوں اور اپنے آپ کو مصروف رکھوں۔''

''اگر تم کہو تو میں اسے کوئی جوان بھیج کر بلاؤں۔''

خنیس کوئی جواب دینے لگا تھا کہ خیمے کے دروازے کے پاس سے آواز آئی۔

''مجھے بلانے کی ضرورت نہیں سردار میں خود ہی حاضر ہوں۔''

سب نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہاں بوڑھا نوطس کھڑا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر آیا اور خنیس سے گلے ملتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''کب آئے؟''

خنیس نے زور سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے۔''

خنیس سے علیحدہ ہو کر بوڑھا نوطس ماروہ کی طرف بڑھا اور جب اس کی نظر اس کے کٹے ہوئے پاؤں پر پڑی تو وہ اپنی جگہ پر جم کر رہ گیا ____ وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر اس کی زبان ساتھ نہ دے رہی تھی اس کے ہونٹ خشک ہوگئے تھے۔ جن پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''بیٹی یہ تمہاری ٹانگ۔''

ماروہ کی گردن جھک گئی اور آنکھیں پھر نمناک ہوگئیں۔

خنیس نے ہی اس کی جگہ جواب دیا۔

''قبیلے میں میرے دشمنوں نے اس کی ایک ٹانگ کاٹ دی ہے۔''

نوطس نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیسے ظالم لوگ ہیں جو معصوم اور خوبصورت پھولوں کو پاؤں تلے مسل دیتے ہیں۔''

ماحول اداس اور افسردہ ہوگیا تھا اور شائد اسی دباؤ کو کم کرنے کی خاطر قطونہ اٹھی اور سب کے سامنے کھانے کے برتن رکھنے لگی۔

☆.....☆.....☆

شام کے وقت جب سردار ارطبون کے قبیلے میں روشنی کی گئی تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فضا کے اندر ہزاروں جلتے ہوئے الاؤ روشن کردیئے گئے ہوں۔ خنیس اور قطونہ کی شادی تھی نا۔

پورے قبیلے میں خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ عشاء سے پہلے ہی پہلے خنیس اور قطونہ کی شادی ہوگئی۔ سردار ارطبون مطمئن تھا اور قبیلے کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

دوسرے روز صبح ہی صبح قبیلے کے سرکردہ لوگوں کو جمع کیا گیا جن کی موجودگی میں ارطبون نے اپنی بجائے خنیس کو قبیلے کا سردار بنایا۔ خنیس نے بہتیرا منع کیا مگر ارطبون نے یہ کہہ کر مطمئن کردیا کہ قبیلے کو اب مجھ جیسے بوڑھے کی بجائے ایک طاقت ور اور جوان سردار کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد قبیلے نے کوچ کیا سب سے آگے خنیس اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ دائیں طرف

ماروہ اور بائیں جانب قطونہ کے گھوڑے تھے۔ قطونہ کے بائیں جانب سردار ارطبون تھا اور پھر ان کے دائیں بائیں اور پیچھے بیشمار مسلح جوان تھے جس کے پیچھے قبیلے کے ان گنت ریوڑ تھے اور ان کے پیچھے عورتوں اور سامان سے لدی ہوئی خچریں اور آخر میں پھر سینکڑوں مسلح جوان تھے۔

جب وہ تاشقند کے راستے میں آنے والے ایک شہر بناکد سے صرف چند میل دور تھے تو سامنے ایک بہت بڑا کاروان دکھائی دیا جو ایک کھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔ جب خنیس کا کاروان اس کاروان سے ذرا نزدیک ہوا تو اس کاروان سے چند جوان گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے۔ ان کے ہاتھ میں سرخ جھنڈے تھے جب وہ خنیس کے پاس آئے تو ان میں سے ایک جوان نے چلا کر پوچھا۔

''کیا یہ کاروان ترک سردار ارطبون کا ہے؟''

خنیس اس جوان کا گہری نگاہ سے جائزہ لیتا ہوا بولا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے کیا چاہتے ہو تم؟''

''ہم انتقام چاہتے ہیں۔''

''کیسا انتقام؟''

''پچھلی بار جب اس کا اور ہمارا قبیلہ لڑنے کے لئے آمنے سامنے آئے تھے تو اس کے قبیلے میں ایک اجنبی آ گیا تھا۔ جس نے ہمارے چار آدمی قتل کر دیئے تھے اور اس کی وجہ سے لڑائی ٹل گئی تھی۔'' خنیس نے اپنا چہرہ رومال سے ڈھانپ رکھا تھا جس کی وجہ سے وہ اسے پہچان نہ سکے تھے۔

اپنی آہنی زنجیر پر ہاتھ لے جاتے ہوئے خنیس نے کہا۔

''اگر وہ جوان پھر آنمودار ہوا تو۔''

''اس بار ہم نے اس کا بندوبست کر رکھا ہے۔''

''کیا بندوبست کیا ہے تم لوگوں نے؟''

''ہم نے بزمیجان شہر سے ایک سغدی پہلوان کو اپنے کاروان میں شامل کر لیا ہے اور وہ ایسا پہلوان ہے جو اس اجنبی کو ختم کر دے گا۔''

''اگر اس اجنبی نے تمہارے پہلوان کو ختم کر دیا پھر؟''

''یہ ناممکن ہے۔''

''تمہارے سردار کا کیا نام ہے؟''

''اس کا نام تھرلیس ہے۔''

''وہ بوڑھا ہے یا جوان؟''

''وہ جوان اور طاقت ور ہے۔ ہمارا پہلا سردار جو اس سردار کا باپ تھا مر چکا ہے۔''

''اسے کہنا لڑائی سے باز رہے۔ لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں۔''

''اس بار لڑائی ٹل نہیں سکتی۔ پہلے لڑائی کی ایک ہی وجہ تھی جبکہ اب دو ہو گئی ہیں۔''

''دوسری کیا؟''

''ہمیں دکھ ہے کہ ارطبون کا قبیلہ مسلمان ہو چکا ہے۔''

''تم بھی مسلمان ہو جاؤ ___ ورنہ یاد رکھو اگر خراسان کے نئے گورنر کو یہ خبر ہو گئی کہ تم مسلمانوں کے خلاف ہو تو وہ تمہارے خلاف لشکر کشی کرے گا اور تمہارے سارے قبیلے کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔''

''یہ ہم بعد میں سوچیں گے کہ ہمیں مسلمان ہونا ہے یا نہیں ___ پہلے یہ بتاؤ کہ سردار ارطبون کون ہے۔''

خنیس نے زنجیر کھول لی اور اپنا گھوڑا اس جوان کے قریب لے آیا۔

''میں ہی اس قبیلے کا سردار ہوں ___ سردار ارطبون نے اپنی جگہ مجھے ترک قبیلے کا سردار بنایا ہے۔''

خنیس نے نقاب اتار دیا۔

''وہی نووارد جس نے پچھلی بار تمہارے چار جوان قتل کر دیئے تھے۔''

''تو پھر سنو ترکوں کے سردار۔ میں اپنے سردار کی طرف سے تمہارے قبیلے کو جنگ کی دعوت دیتا ہوں۔''

خنیس نے اپنی زنجیر فضا میں لہرائی۔

''میں اسے قبول کرتا ہوں۔''

وہ سب چلے گئے تو خنیس نے زنجیر زین سے باندھی اور اپنی تلوار کھینچ کر اسے فضا میں بلند کرتے ہوئے وہ زور سے چلایا۔

''خیمے نصب کر دیئے جائیں۔ جنگ کی نوبتیں پیٹ دی جائیں اور جنگی نغمے بکھیرنے والے سنگھ پھونک دیئے جائیں۔''

ترک مشینی انداز میں کام کرنے لگے تھے۔ وقت ضائع کئے بغیر انہوں نے خیموں کا شہر آباد کر دیا۔

اس کے بعد سارے مسلح جوان خیموں کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ خنیس نے ان کی صفیں درست کیں کچھ جوانوں کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر مامور کر دیا اور جب وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا

ہوا اپنی صفوں کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تو قبیلے کے خیموں میں سے کئی نوبتیں خوفناک آواز کے ساتھ بج اٹھیں اور سنگھ رزمیہ نغمے بکھیرنے لگے۔

خنیس نے تلوار کے اشارہ سے چند جوانوں کو اپنے پاس آنے کو کہا اور ان کے ساتھ وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا سفدی قبیلے کے پاس آیا اور قریب آکر بلند آواز سے کہا۔

''تمہارا سردار تھرلیس کہاں ہے؟''

ان کی صفوں میں سے آواز آئی۔

''ادھر آؤ۔''

خنیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آکر ایک جوان کے سامنے کھڑا ہوا اور پوچھا۔

''کیا تم ہی سردار تھرلیس ہو؟''

اس نے تائید کی۔

''ہاں۔''

''کیا ہمارے تمہارے درمیان جنگ ٹل نہیں سکتی۔''

''ہرگز نہیں آج ہماری اور تمہاری جنگ ناگزیر ہے۔''

''تو پھر میرے ساتھ ایک معاہدہ کرو۔''

''کیسا معاہدہ؟''

''میں اپنے قبیلے کی طرف سے میدان میں اتروں گا تم بھی اپنا بہترین طاقت ور اور جنگ کا ماہر جوان میدان میں اتارو۔ اگر وہ مجھے ہرا گیا۔ تو ہم تمہارے مذہب میں آکر آتش پرست ہوجائیں گے اور اگر میں اس سے جیت گیا تو تم سب اسلام قبول کرلو گے اس طرح سارا سارا قبیلہ آپس میں ٹکرانے سے بچ جائے گا اور نقصان کم ہوگا۔ کیا تم اسے قبول کرتے ہو۔''

تھرلیس نے ذرا سوچ کر جواب دیا۔

''ہمیں منظور ہے۔''

خنیس نے اپنا گھوڑا پیچھے ہٹایا اور پھر اسے سفدی لشکر کی صفوں کے ساتھ ساتھ دوڑاتے ہوئے وہ زور زور سے چلانے لگا۔

''سنو میرا نام خنیس بن یوسف ہے میں وہی جوان ہوں جسے خراسان کے غیر مسلم بھیڑیا اور طاقت کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ دونوں قبیلے آپس میں ٹکرا کر ناحق خون بہائیں۔ تمہارے سردار تھرلیس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میدان میں میرے مقابلے پر تمہارے قبیلے کا سب سے طاقت ور اور جنگی فنون میں ماہر جوان اترے گا۔ اگر اس نے مجھے ہرا

دیا تو ہمارا قبیلہ آتش پرست ہوجائے گا اور اگر میں جیت گیا تو تمہارا سارا قبیلہ مسلمان ہوجائے گا کیا تم لوگ اس سے متفق ہو۔''

سفدی لشکر سے زور زور کی آواز آنے لگیں۔

''ہمیں منظور ہے۔ ہمیں یہ معاہدہ قبول ہے۔''

خنیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس اپنے لشکر میں آیا اور ارطبون سے کہا۔

''دشمن کے لشکر میں ایک ایسا بچ بو آیا ہوں جوان کے حق میں مہلک ثابت ہوگا۔''

ارطبون نے جستجو سے کہا۔

''کیا کہا ہے تم نے ___؟''

''ابھی میدان میں میرے مقابلے پر ایک سفدی جوان اترے گا۔ میں سفدی سردار سے معاہدہ کر آیا ہوں کہ اگر میں ہار گیا تو میرا قبیلہ آتش پرست ہوجائے گا اور اگر میں جیت گیا تو سارے سفدی مسلمان ہوجائیں گے۔ یہ بات میں سفدی لشکر کے ہر سپاہی کے کان میں بھی ڈال آیا ہوں مجھ سے ہارنے کے بعد اگر سفدی اپنے وعدے سے پھر کر ہم پر حملہ آور ہوئے تو ان میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو وعدے کی پابندی کرنے پر بضد ہوجائیں گے۔ اس طرح ان کا قبیلہ دو حصوں میں بٹ جائے گا اور میں سفدیوں کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کی طرح ہانک کر رکھ دوں گا۔ اس کے باوجود کہ ان کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔''

ارطبون مسکرا رہا تھا۔

''تمہارا یہ قدم واقعی ہمارے حق میں فائدہ مند اور سفدیوں کے لئے تباہ کن ہوگا۔''

خنیس وہاں سے ہٹ کر اپنے لشکر کی صفوں کا جائزہ لینے لگا۔

☆.....☆.....☆

سفدیوں کی طرف سے بزمیجان کا وہی پہلوان میدان میں اترا جس کا ذکر تھوڑی دیر قبل سفدی خنیس سے کر کے گئے تھے۔ وہ میدان کے وسط میں آکر اپنی تلوار فضا میں بلند کر کے تھوڑی دیر کھڑا رہا۔

پھر اپنا گھوڑا گول چکر میں گھمانے لگا۔

اپنی صفیں درست کرنے کے بعد خنیس پھر ارطبون کے پاس آیا۔ ماروہ اور قطونہ بھی وہیں کھڑی تھیں۔

خنیس نے ارطبون سے کہا۔

''سردار میں میدان میں جاتا ہوں میرے لئے دعا کرنا۔''

ارطبون نے اعتراض کیا۔

''اب تو تم قبیلے کے سردار ہو۔ مجھے تم سردار کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہو؟''

خنیس مسکرادیا۔

''بیشک میں قبیلے کا سردار ہوں مگر میری نگاہوں میں پھر بھی اصل سردار آپ ہی ہیں اس لئے آپ کو میں اسی طرح مخاطب کروں گا۔''

ارطبون خنیس کے پاس آیا اور اس کا شانہ تھپتھپا کر اسے رخصت کیا۔ اس سے رخصت ہو کر خنیس ماروہ اور قطونہ کے پاس آیا۔ تینوں میں سے کوئی بھی نہ بولا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں سب کچھ کہہ گئے۔ ان دونوں نے بھی دعائیں دیتے ہوئے خنیس کو رخصت کیا۔

خنیس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آیا اور اس سفدی جوان کے پاس آکر رک گیا اس نے بھی گول چکر میں گھوڑا دوڑانا بند کردیا اور خنیس کے پاس آیا اور اپنی تلوار ہلاتے ہوئے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے اور تم کون ہو؟''

خنیس بھی اپنی زنجیر اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔

''میرا نام خنیس بن یوسف ہے اور میں عرب ہوں۔''

اس کے بعد خنیس جب تھوڑی دیر خاموش رہا۔ تو اس سفدی نے پوچھا۔

''تم نے میرا نام نہیں پوچھا؟''

خنیس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔''

سفدی غصہ میں سرخ ہوگیا تھا۔ وہ اب خنیس کے گرد اپنا گھوڑا آہستہ آہستہ دوڑانے لگا تھا۔ شائد وہ حملہ کرنے کو پرتول رہا تھا۔

خنیس بھی تیار تھا اور اس کی زنجیر سفدی کے استقبال کو اس کے ہاتھ میں تھی۔

دفعتاً ہی سفدی بیوقوف ریچھ کی طرح خنیس پر حملہ آور ہوا اور تلوار خنیس کے سر پر لہرا کر پھر اسے چکمہ دے کر اسے خنیس کے بائیں پہلو پر گرانا چاہی لیکن وہ حیران رہ گیا۔ خنیس بڑی پھرتی سے اس کے وار کو روک چکا تھا۔ پھر اس نے اپنا گھوڑا پیچھے ہٹا کر اس کی باگیں کھینچی۔ گھوڑا اپنے دونوں اگلے پاؤں اٹھا کر ہنہنایا۔ اسی لمحہ خنیس نے ایڑ لگائی گھوڑے نے ایک جست لگائی اور حملہ آور ہوا۔

زنجیر گھما کر خنیس نے وار کیا۔ سفدی اپنا آپ تو بچا گیا۔ مگر اپنے گوڑے کو محفوظ نہ کرسکا۔ بھاری بھرکم زنجیر کا سنسناتا ہوا وار گھوڑے کی پیٹھ پر پڑا۔ سفدی کا گھوڑا ہنہنایا اور بل کھاتا ہوا

زمین پر گر گیا لیکن وہ جلد ہی اٹھ کر مقابلے کو تیار ہوگیا اس کا گھوڑا بے کار ہو چکا تھا۔

ترک زور زور سے خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔ ان میں ماروہ، قطونہ، ارطبون اور نوطس کی آوازیں نمایاں تھیں۔

خنیس بھی اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور زنجیر کو پتھریلی زمین پر گھسیٹتا ہوا وہ سفدی کے پاس آیا اور بڑی نرمی سے کہا۔

''تم میرے وار کی سختی اور میری طاقت کا اندازہ لگا چکے ہو اب بھی وقت ہے اگر تم اپنی شکست تسلیم کرلو تو میں تمہاری جان بخش دوں گا۔ بصورت دیگر اس پتھریلی سرزمین میں تمہاری لاش پڑی ہوگی اور کوئی اس پر بین کرنے اور رونے والا نہ ہوگا۔''

سفدی نے دانت پیس کر کہا۔

''تم بکتے ہو ایسی منحوس بات چیت مجھے خوفزدہ نہیں کرسکتی۔''

سفدی پھر خنیس پر اندھا دھند حملے کرنے لگا مگر وہ خنیس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ تھوڑی دیر تک خنیس اس کے حملے روک کر اسے زور آزمائی کرنے کا موقع دیتا رہا۔ پھر اس نے زنجیر اٹھائی اور حملہ آور ہوا۔

زنجیر کے پہلے وار میں سفدی کی ڈھال پھٹ گئی۔ دوسرا وار اس کے سر پر پڑا اور اس کا لوہے کا بھاری خود اس کے سر میں اس طرح گھس گیا جس طرح کوئی آہنی برتن موم کے ڈھیر میں دبا دیا جائے۔ سفدی تڑپ تڑپ کر ختم ہوگیا۔

سفدی سردار تھرلیس نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے معاہدے کا احترام کئے بغیر ترکوں پر عام حملے کا حکم دے دیا۔ ترک لشکر پہلے ہی تیار تھا۔ پہاڑوں کے درمیان اس پتھریلے میدان میں دونوں لشکر ٹکرائے اور بڑے بڑے پتھر انسانی خون سے رنگین ہونے لگے۔

عین اس وقت جبکہ جنگ زوروں پر تھی سفدی قبیلے کے کچھ لوگ آپس میں لڑنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپس میں لڑنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی جہاں خنیس لڑ رہا تھا وہاں بھی کچھ سفدی جوانوں نے اپنے سفدی بھائیوں پر حملہ کردیا تھا۔ خنیس نے چلا کر ان سے پوچھا۔

''تم کون لوگ ہو؟''

ان میں سے ایک جوان نے جواب دیا۔

''ہم تمہارے ساتھ کئے ہوئے معاہدے پر پابند ہیں ___ تم واقعی طاقت کے دیوتا ہو تمہیں شکست نہیں دی جاسکتی۔ معاہدہ کے مطابق ہم لوگ مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔''

خنیس نے پھر اونچی آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

"تم سب لوگ لڑتے لڑتے پیچھے ہٹو اور میرے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ میں تم سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار لوگ ترک قبیلے میں آملے اور جو معاہدہ سے پھرے وہ قتل ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد جنگ ختم ہو گئی۔

سردار تھرلیس اپنے ایک سغدی بھائی کے ہاتھوں ہی قتل ہو گیا۔

جنگ کے میدان میں کھڑے ہی کھڑے خنیس نے سغدی جوانوں سے کہا کہ وہ اپنے سارے خیمے اکھاڑ کر ترک قبیلے میں آجائیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی لے آئیں۔ سغدی خوش تھے اور بھاگتے ہوئے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے۔

خنیس اپنے خیموں میں لشکر کے ساتھ واپس آیا اور اس کے خیمے کے باہر ارطبون، ماروہ اور قطونہ اس کے استقبال کو کھڑے تھے۔ خنیس نے ارطبون کو جنگ میں حصہ لینے سے روک دیا تھا۔ وہ جب ارطبون کے پاس آکر گھوڑے سے اترا تو ارطبون آگے بڑھا اور خنیس کو اپنے گلے سے لگا لیا۔

"جو غیر مسلم تمہیں طاقت کا دیوتا کہتے ہیں وہ غلط نہیں کہتے۔ یقیناً تم ایک چٹان ہو جسے اس کی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ آج میں تمہارے طریقہ جنگ سے بے حد خوش ہوا ہوں۔ کاش تم کسی جرار لشکر کے جرنیل ہوتے۔ یا کسی مملکت کی افواج کے سالار اعظم۔ میں تمہیں فتح کی اس خوشی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

ماروہ اور قطونہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔ باری باری ان دونوں نے فتح کی مبارکباد دی وہ شائد اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ کوئی گفتگو کرتا کہ اتنے میں ترک عورتیں دف، پیتل کے تھال اور قسم قسم کے گھریلو ساز بجاتی ہوئی آئیں اور خنیس، ارطبون، ماروہ اور قطونہ کے گرد گول دائرہ بنا کر اپنی سریلی اور شیریں آوازوں میں گانے لگیں۔

سردار خنیس کو ہمارا سلام

طاقت کے دیوتا کو ہمارا سلام

اے عرب نوجوان ___ تو اجنبی بن کر اس کاروان میں داخل ہوا اور قبیلے کی حسین ترین لڑکی جو ایک فاتح سردار کی بیٹی ہے اس پر قبضہ کر لیا۔

اے دو حسیناؤں کا دل جیتنے والے جوان ___ تمہیں تمہاری فتح مبارک!

ہم خوش ہیں کہ قبیلے کی عورتیں اب تمہاری حفاظت میں بدخشاں سے اصبہان تک سفر کیا کریں گی۔ تمہاری موجودگی میں ہمارے راستے محفوظ ہوں گے اور دشمن ہم سے ٹکراتے ہوئے

ہچکچائیں گے۔

تو میدان جنگ میں جب اپنی زنجیر ہلاتا ہے تو وقت رک جاتا ہے اور فضا تیرے حملوں کی خوبصورتی پر مسکرا دیتی ہے۔

اے ہمارے سردار، اے ہمارے شاہین تو ہمیشہ زندہ رہے۔

سغدی اپنے سارے سامان اور ریوڑ کے ساتھ آرہے تھے لہٰذا عورتیں خاموش ہو گئیں۔

سغدی جب ترک قبیلے کے پاس آئے تو ان کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا۔

خنیس نے خود آگے بڑھ کر انہیں بتایا کہ پڑاؤ کرتے وقت ان کے خیمے کہاں کہاں پر ہوں گے اور ریوڑ کدھر باندھے جائیں گے۔ دونوں قبیلوں کے مل جانے پر اب خنیس کسی بھی لڑائی کے موقعہ پر پندرہ ہزار جون میدان میں لا سکتا تھا۔

اس کے بعد ترکوں اور سغدیوں پر مشتمل اس عظیم کاروان نے کوچ کیا۔ خنیس، ماروہ، قطونہ اور ارطبون آگے آگے تھے اور خچروں پر سوار عورتیں دف بجا بجا کر پھر خوشی کے گیت گانے لگی تھیں۔

☆.....☆.....☆

کاروان ایک روز تاشقند شہر سے باہر دریائے یہون کے کنارے میلوں کے قبہ میں پھیلے ہوئے ایک کھلے میدان میں فروکش ہوا۔ جس میں گھاس کی بہتات تھی اور دریائے یہون کے پانی کے علاوہ اس میدان میں میٹھے پانی کے چشمے بھی تھے۔ جس کے باعث وہاں اتنی گھاس تھی جو کئی روز تک کام دے سکتی تھی۔

میدان کے ایک طرف خیمے نصب ہونا شروع ہو گئے۔ دونوں قبیلوں کے متحد ہو جانے کی وجہ سے جب سارے خیمے نصب ہوئے تو وہ کئی میل دور دور تک پھیل گئے تھے اور پہاڑوں کے پس منظر میں گھاس کا یہ میدان جس میں رنگ برنگے خیمے نصب کیے گئے تھے۔ کوئی الف لیلوی شہر دکھائی دے رہا تھا۔

جب سارے خیمے نصب ہو گئے تو خنیس گھوڑے پر سوار ہوا اور پورے کاروان کا ایک چکر لگایا اور لوگوں کی تکالیف دریافت کیں جس کسی نے کوئی شکایت پیش کی وہ موقعہ پر ہی دفع کر دی گئیں اور کاروان میں عام اعلان کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی بھی سلسلے میں سردار سے ملنا چاہے تو وہ ہر وقت اور ہر جگہ مل سکتا ہے۔ کاروان کے سب مرد اور عورتیں کیا ترک کیا سغدی سب اپنے سردار خنیس بن یوسف کے حق میں نعرے لگانے اور اس کی تعریف میں گانے لگے تھے۔

دوسرے روز خنیس اپنے خیمے میں ماروہ قطونہ اور ارطبون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ایک ترک جوان نے جو سردار ارطبون کے دور میں بھی حاجب کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ خیمے کے

دروازے پر آ کر کہا۔

''سردار ___ خراسان کے گورنر کی طرف سے چند جوان آئے ہیں اور تمہیں ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں خیمے سے باہر بٹھا دیا ہے۔''

خنیس اٹھ کر باہر آیا۔ اس کے پیچھے پیچھے ارطبون بھی تھا۔ خیمے سے باہر جو سپاہی بیٹھے ہوئے تھے۔ خنیس کو دیکھتے ہی وہ کھڑے ہو گئے۔

خنیس اور ارطبون جب ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک جوان نے کہا۔

''اے خوفناک شاہین والے نوجوان ___ خراسان کے گورنر سعید بن عبدالعزیز نے تمہیں مرو میں طلب کیا ہے۔''

خنیس نے کندھے پر بیٹھے ہوئے اپنے شاہین کو اپنے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں بلایا ہے مجھے؟''

''ہمیں وجہ کا علم نہیں۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ تم پر بے حد خوش ہے اور تمہارا نام بڑی عزت و احترام سے لیتا ہے۔ یقیناً وہ تم سے کوئی بہت بڑا کام لینا چاہتا ہوگا یا تمہیں کوئی اہم عہدہ سونپنا چاہتا ہوگا۔ بہرحال ہم تمہیں یقین اور تفصیل سے کچھ بھی نہیں بتا سکتے۔''

خنیس کھڑا ہو گیا۔

''گورنر کا پیغام لے کر آنے والے جوانو! میں والی خراسان کا حکم ٹال نہیں سکتا۔''

اس جوان نے کھڑے ہو کر کہا۔

''ہم تمہارے مشکور ہیں تم نے ہماری عزت افزائی کی۔''

''تم بیٹھو! میں تمہارے کھانے پینے، رہائش اور آرام کا بندوبست کر لوں۔ کل صبح ہی صبح میں تمہارے ساتھ مرو کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔''

خنیس نے حاجب سے ان چھ سپاہیوں کی رہائش اور کھانے کا انتظام کرنے کو کہا اور خود ارطبون کے ساتھ دوبارہ ماروہ اور قطونہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

ماروہ نے کسی قدر پریشانی سے پوچھا۔

''کیوں آئے ہیں سپاہی؟''

''خراسان کے گورنر نے مجھے مرو میں طلب کیا ہے۔''

قطونہ فکرمند ہو گئی۔

''کیوں بلایا ہے؟''

''صحیح وجہ کا ابھی کوئی پتہ نہیں سپاہی تو صرف مجھے لینے کے لئے آئے ہیں۔''

سردار ارطبون نے گہری سوچ سے نکلتے ہوئے کہا۔

''میں یہیں بیٹھے بیٹھے تمہیں بتا سکتا ہوں کہ خراسان کے گورنر نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔''

''تو پھر بتاؤ سردار۔''

''وہ تمہیں اپنی افواج کا سپہ سالار مقرر کرے گا۔''

''کیا مجھے اس عہدہ کو قبول کر لینا چاہئے؟''

''ہرگز نہیں ___''

''کیوں ___ تم تو میرے حق میں دعا مانگا کرتے تھے کہ کاش تم کسی جرار لشکر کے جرنیل یا کسی مملکت کی افواج کے سپہ سالار ہوتے۔''

''اب میری خواہش پوری ہو گئی ہے ترک اور سغدیوں کے مل جانے کے بعد تم پندرہ ہزار مسلح جوانوں کے سردار اور سپہ سالار ہو۔ کیا یہ کم ہے۔ میں اب تمہیں کہیں نہ جانے دوں گا۔ تمہارے بغیر یہ دونوں قبیلے تنکوں کی طرح بکھر جائیں گے۔ ماروہ اور قطونہ سے بھی صلاح لے لو۔''

ماروہ اور قطونہ نے ایک دوسرے کے ساتھ کھسر پھسر کی، پھر ماروہ اپنے اور قطونہ کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے بولی۔

''آپ بیشک مرو چلے جائیں۔ کیونکہ گورنر نے آپ کو طلب کیا ہے۔ پر آپ ایسی کوئی پیشکش قبول نہ کریں جس کی وجہ سے آپ کو یہ کاروان چھوڑ کر کہیں اور رہنا پڑے۔''

ارطبون مسکرا دیا۔

''دیکھا یہ دونوں بھی میری تائید کرتی ہیں۔''

خنیس بھی ہنس دیا اور قطونہ سے کہا۔

''مجھے تم دونوں کا مشورہ منظور ہے۔ اب اٹھو اور کھانا لاؤ بھوک لگی ہے۔'' ماروہ اور قطونہ دونوں اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں اور کھانے کا انتظام کرنے لگیں۔

☆.....☆.....☆

اپنے کاروان سے نکل کر خنیس ان چھ سپاہیوں کے ساتھ سمرقند آیا اور کش اور ترمز سے ہوتا ہوا وہ بلخ کے راستے ایک روز دوپہر سے ذرا قبل مرو میں داخل ہو رہا تھا۔

گورنر کے محل میں داخل ہونے کے بعد اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ وہ اندر طلب کر لیا گیا۔ ایک کھلے کشادہ اور جنگلی درندوں کی کھالوں کے علاوہ اور بہت سی چیزوں سے آراستہ کمرے میں وہ داخل ہوا۔

اندر خراسان کا گورنر سعید بن عبدالعزیز تنہا بیٹھا تھا۔ وہ اپنی نشست سے اٹھا اور آگے بڑھ کر خنیس سے مصافحہ کیا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا۔

انگور اور انار کے تازہ رس سے خنیس کی تواضع کرنے کے بعد گورنر خراسان سعید بن عبدالعزیز نے خنیس سے پوچھا۔

''جانتے ہو کیوں میں نے تمہیں یہاں طلب کیا ہے؟''

خنیس نے مسکرا کر کہا۔

''غیب کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔''

''پھر بھی تمہارا اندازہ تو کچھ کہتا ہوگا۔''

''میں تو آپ کا خادم ہوں۔ لہٰذا مجھ سے کوئی خدمت ہی لی جاسکتی ہے۔''

''تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک عہدہ سونپنا چاہتا ہوں۔''

''کیسا عہدہ امیر____؟''

''خراسان کی فوج کا سپہ سالار۔''

خنیس نے جب کوئی جواب نہ دیا تو سعید بن عبدالعزیز نے پوچھا۔

''کیا سوچتے ہو؟''

''سیدی____ میں یہ عہدہ سنبھالنے سے قاصر ہوں۔''

سعید اپنی جگہ پر اچھل پڑا۔

''کیا کہا____ تم اس عہدے پر خوش نہیں۔''

''نہیں سردار۔''

''وجہ۔ کیا تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔''

''ہرگز نہیں امیر____''

''پھر تمہیں کیا عذر ہے۔ جو تم اس عظیم عہدے سے انکار کر رہے ہو۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ میری ضرورت آپ کو صرف جنگ میں پیش آئے گی تو کیا آپ اس کی تائید کریں گے۔''

''بالکل میں اس کی تائید کرتا ہوں۔''

''تو پھر میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی آپ کسی دشمن کے خلاف اٹھے میں پندرہ ہزار آزمودہ کار فنون سپاہ میں خوب منجھے ہوئے جوان لے کر آپ کی افواج میں آملوں گا۔''

''وہ کس طرح؟''

''ایک ترک قبیلے کا سردار جس کا نام ارطبون ہے کسی زمانے میں میرا دوست اور محسن تھا۔ وہ خانہ بدوش ہیں اور گرمیوں میں بدخشاں سے اصبیجان کی طرف اور سردیوں میں اصبیجان سے بدخشاں کی طرف سفر کرتے ہیں۔ اس سردار نے اپنی لڑکی سے میری شادی کردی ہے اور مجھے قبیلے کا سردار بنایا ہے۔ اسی دوران ہمارا سامنا سفدیوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہوگیا اور میری حکمت عملی سے وہ سفدی قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ اب میں دونوں قبیلوں کا سردار ہوں اور میرے پاس اب پندرہ ہزار آزمودہ کار سپاہی ہیں۔ جنہیں میں کسی بھی وقت میدان میں لاسکتا ہوں۔ آپ کو جب کبھی بھی ضرورت پیش آئی۔ میں اپنے اس پندرہ ہزار کے لشکر کو لے کر آپ کی افواج میں آملوں گا اور اس وقت جو بھی جیسی بھی خدمت آپ مجھ سے لیں گے۔ میں انکار کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔''

''اگر تم ایسا کرو تو میں بے حد خوش ہوں۔ اس طرح ہمیں اپنی افواج کے علاوہ پندرہ ہزار جوانوں کا تربیت یافتہ ایک اور لشکر مل جائے گا اور چونکہ ان جوانوں نے تم سے تربیت لی ہوگی لہٰذا میں ان پر زیادہ بھروسہ کرسکوں گا۔''

''میں آپ کو اپنے پورے تعاون کا یقین دلاتا ہوں جس وقت بھی آپ مجھے بلائیں گے یا آپ کو میری ضرورت پیش آئے گی۔ میں آپ سے آملوں گا۔''

''مجھے یہ تمہارا فیصلہ منظور ہے۔''

''تو اس کا مطلب ہے آپ کا تقاضا ختم ہوگیا۔''

''ہاں وہ اب ختم سمجھو____ اب مجھے یہ بتاؤ تم ان دنوں کہاں رہ رہے ہو؟''

''میں آج کل اسی ترک اور سفدی قبیلے میں ہوں۔''

''وہ آج کل کہاں ہے؟''

''تاشقند شہر سے باہر دونوں قبیلے فردکش ہیں۔ وہ اس وقت تک وہیں رہیں گے جب تک میں واپس لوٹ کر نہیں جاتا۔''

''اپنی بستی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔''

''نہیں سردار۔ میں بستی کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ چکا ہوں۔''

''تمہیں کسی معاملے میں میری مدد کی ضرورت ہے؟''

''نہیں امیر____''

''بستی کے سردار کے ساتھ جو تمہارا جھگڑا تھا اگر وہ بدستور چل رہا ہے تو کہو میں اس سردار کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ وہ تم سے معافی مانگنے پر مجبور ہوجائے گا۔''

''میں ان سے نمٹ چکا ہوں حضور ___ سردار نے میرے خلاف کئی تلواریں بے نیام کرلی تھیں اس کے کئی بدمعاش ساتھی میری تلوار کا نشانہ بن گئے۔''

''تم کتنے دن یہاں قیام کرسکتے ہو؟''

''میں کل لوٹ جانا چاہتا ہوں۔''

سعید بن عبدالعزیز کھڑا ہوگیا۔

''آؤ میرے ساتھ۔ آج تم میرے ہاں مہمان ہوگے۔''

دونوں اس کمرے سے نکل کر عمارت کے دوسرے حصے کی طرف چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

مرو سے تاشقند کی طرف واپس جاتے ہوئے خنیس نے ایک رات ترمز میں قیام کیا اور دوسرے روز وہ پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ راستہ وہی تھا ترمز سے کش وہاں سے سمرقند اور پھر تاشقند۔

ترمز اور کش کے درمیان پہاڑی سلسلے میں وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا جارہا تھا کہ اسے اپنے سامنے ایک بگھی جاتی دکھائی دی جس میں چار تنومند خچریں جتی ہوئی تھیں۔ بگھی خاصی اونچی اور بڑی تھی اور چاروں طرف سے بند تھی۔ خنیس پہچان گیا بگھی والا ساک تھا۔ جس کے بیٹے بروصہ کو اس نے بستی کے میدان میں قتل کردیا تھا۔

خنیس کو خطرے کی بو آنے لگی تھی ___ زنجیر کھول کر اس نے اپنے کندھے پر رکھ لی دوسرے کندھے پر بیٹھے ہوئے شاہین کے سر پر انگلی مارتے ہوئے اسے مستعد کردیا اور اپنی ڈھال بھی سنبھال لی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ساک نے چاروں خچروں کو بگھی سے علیحدہ کردیا اور خود بگھی کے اگلے حصے میں کہیں اندر گھس گیا حالانکہ پہلے وہ باہر بیٹھ کر خچروں کو ہانک رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے بگھی کے اوپر کا کپڑا جس نے بگھی کو پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ ہٹ گیا۔ جوں ہی بگھی کے اوپر کا سیاہ کپڑا ہٹا۔

خنیس نے دیکھا۔ بگھی اصل میں لوہے کی مضبوط سلاخوں کا ایک پنجرہ تھا۔ جس کے اندر ایک جوان اور صحت مند شیر بند تھا۔

خنیس کے کانوں میں ساک کے وہ الفاظ گونج گئے۔ جو اس نے بستی کے میدان میں سردار حریم سے کہے تھے۔ ''خنیس کے مقابلے سے اگر کسی کو محظوظ ہونا ہو تو اس کا مقابلہ کسی خونی اور بھوکے درندے سے ہونا چاہئے۔''

خنیس نے کچھ سوچا اور گھوڑے سے نیچے کود کر اپنی ڈھال اور زنجیر سنبھال کر کھڑا ہوگیا۔

دفعتاً ہی لوہے کے اس پنجرے کا پچھلا دروازہ کھلا اور وہ بھوکا شیر غراتا ہوا باہر نکل آیا۔

زمین پر آتے ہی وہ دھاڑا۔ خنیس کا گھوڑا اور بگھی کی چاروں خچریں بدک کر بھاگ گئے۔

شیر ایک چٹان پر کھڑا ہوگیا اور غرا غرا کر وہ خنیس کی طرف دیکھنے لگا۔ خنیس اگر چاہتا تو اس کے پاس وقت تھا وہ اپنے شاہین کو شیر پر چھوڑ سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ شائد وہ خود شیر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا تھا۔

تاہم شاہین پر پھڑپھڑا رہا تھا اور اس کی آنکھیں پہلے کی بہ نسبت زیادہ سرخ ہوچکی تھیں۔

خنیس اپنی زنجیر اور ڈھال سنبھالے ذرا سا جھک کر اس بھوکے درندے کی ہر حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

یک لخت ہی شیر نے خنیس کے اوپر ایک لمبی جست لگائی۔ خنیس تیر کی طرح ایک طرف ہٹ گیا۔ شیر ذرا آگے جا کر گرا۔ خنیس نے اس پر زنجیر سے وار کرنا چاہا مگر شیر نے اسے موقعہ ہی نہ دیا اور وہ فوراً ایک چٹان پر کھڑا ہوگیا۔

اب وہ پھر ہلکے ہلکے چکر لگا کر غرا رہا تھا۔ خنیس نے اپنی ڈھال اب دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرلی تھی۔ شیر نے جب دوسری بار اس پر چھلانگ لگائی تو خنیس نے اس کے دونوں پنجوں اور چھاتی کو اپنی ڈھال پر لیا اور پھر پوری قوت سے اسے پیچھے دھکا دیا۔

خنیس اب کافی مستعد دکھائی دے رہا تھا۔ شیر جوں ہی پیچھے گرا خنیس نے ڈھال پھینک دی دونوں ہاتھوں سے زنجیر گھما کر اس زور سے شیر کی پشت پر ماری کہ اس کی پسلی کی کئی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ شیر زمین پر ہی گرا اور ذبح ہوتے ہوئے جانور کی طرح پھڑپھڑایا اور اس قدر زور سے دھاڑا کہ فضائیں لرز گئیں۔

شیر شائد اب اٹھنے کے قابل نہ رہا تھا کیونکہ زنجیر کھانے کے بعد اس نے اپنے پاؤں جما کر ایک بار اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر لڑکھڑا کر رہ گیا تھا۔

خنیس نے وقت ضائع نہ کیا۔ دوبارہ اس نے زنجیر گھمائی اور شیر کے سر پر دے ماری اس کا سر پھٹ گیا اور چہرہ مسخ ہوکر رہ گیا۔ شائد اس کی آنکھیں بھی ضائع ہوگئی تھیں۔

چند لمحوں تک وہ درندہ سسکتا رہا۔ پھر ختم ہوگیا۔ خنیس نے اس کے پیٹ پر پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر لگائی اور اپنی خون آلود زنجیر گھسیٹتا ہوا وہ بگھی کی طرف گیا جس پنجرے کے اندر شیر بند تھا۔ اس سے آگے ایک چھوٹا لوہے کا پنجرہ اور تھا جس میں ساک چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔

خنیس اس سے قریب ہوا اور سختی سے کہا۔

''باہر نکلو اور نیچے آؤ۔''

ساک نے کوئی پس و پیش نہ کیا اور اتر کر خنیس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا۔

خنیس نے پہلے سے بھی زیادہ سختی سے پوچھا۔

''تم نے مجھ پر شیر کیوں چھوڑا؟''

ساک نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''تم نے جس آسانی سے بروصہ کو ختم کر دیا تھا مجھے شک ہو گیا تھا۔ کوئی بھی انسان تمہارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ بروصہ کے سامنے کوئی بھی جوان زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا مگر تم نے اسے یوں چیر کر رکھ دیا کہ جیسے وہ بچہ ہو۔ میں تمہارا مقابلہ کسی ایسی چیز سے کرانا چاہتا تھا جس سے مقابلہ کرتے ہوئے تم زخمی ہو یا کم از کم اس کے مقابلے میں تم تکلیف محسوس کرو مگر میں حیران ہوں کہ تم نے اپنی زنجیر کے دو ہی وار کر کے شیر کو ہموار کر دیا۔ دوسرا وار اگر تم نہ بھی کرتے تو بھی شیر ختم ہو چکا ہوتا۔''

خنیس نے زہریلے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''اور یہ قدم تم نے مجھے ختم کرنے کے لئے اٹھایا۔''

''ہرگز نہیں ___ زرتشت کی قسم، میں اب تمہیں دنیا کی ہر شے سے عزیز سمجھتا ہوں۔ میں بہادروں سے محبت کرتا ہوں ___ اور ان سے کینہ نہیں رکھتا۔''

''اس کا ثبوت۔''

''ظاہراً میرے پاس کوئی ثبوت نہیں تاہم تم میرا دل چیر کر دیکھ سکتے ہو۔ اس پر بھی اب تمہارا ہی نام ہو گا۔''

خنیس جب کوئی جواب دینے لگا تو ان کے چاروں طرف پہاڑ کے اوپر ان گنت مسلح جوان نمودار ہوئے۔

وہ خاموش ہو گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا۔

ان میں ترمز کے توفیل کی بیوی اور ماروہ کی خالہ نتیان بھی تھی۔

خنیس نے ساک سے پوچھا۔

''بوڑھے ساک ___ کیا یہ تمہاری بہن ہے؟''

ساک بھی ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

''ہاں یہی میری بہن ہے۔''

''یہ ہم سے کیا چاہتی ہے؟''

''پچھلی رات میں نے ترمز میں اس کے ہاں قیام کیا تھا۔ میں نے اُسے بتایا تھا کہ میں خنیس بن یوسف پر جسے لوگ طاقت کا دیوتا کہتے ہیں بھوکا شیر چھوڑ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ واقعی طاقت کا دیوتا ہے۔ شائد یہ بھی مقابلہ دیکھنے کے لئے اپنے مسلح ملازموں کے ساتھ آ گئی ہو۔''

''بوڑھے ساک ___ تم نادان ہو۔ یہ مجھ سے انتقام لینے آئی ہے۔''

''کیسا انتقام ___ کیا اس کی تمہارے ساتھ کوئی دشمنی ہے؟''

''ہاں۔''

''کیسی دشمنی؟''

''یہ ماروہ کی شادی اپنے بیٹے توصیف سے کرنا چاہتی تھی مگر ماروہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔ اس لئے میرے ساتھ چلی گئی تھی اس بات کا تمہاری بہن نتیان کو دکھ ہے۔''

بوڑھے ساک نے بیوقوفوں کی طرح قہقہہ لگایا۔

''تم خود نادان ہو طاقت کے دیوتا ___ نتیان میری بہن ہے اور میری موجودگی میں میری مرضی کے خلاف وہ تم سے انتقام لینا تو دور تم سے سخت لہجے میں بات بھی نہ کرے گی ___''

اتنے میں پہاڑ کے اوپر سے نتیان کی آواز آئی۔

''میں خنیس بن یوسف کو حکم دیتی ہوں کہ وہ ہتھیار پھینک دے اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے وہ آج یہاں سے بھاگ نہیں سکتا۔ میں اسے اس طرح سے اذیتیں دے دے کر ماروں گی ___ جس طرح باغر اور اس کا چچازاد بھائی برقہ اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔''

ساک کو شائد اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا ___ بڑے حیرت انگیز لہجے میں اس نے خنیس سے پوچھا۔

''کیا یہ میری بہن نتیان بول رہی ہے؟''

''ہاں بوڑھے ساک ___''

''جو کچھ اس نے کہا ہے وہ تم نے بھی سنا یا یہ میرے کانوں کا دھوکہ ہے؟''

''یہ حقیقت ہے بوڑھے ساک۔''

بوڑھے ساک کا رنگ غصہ میں سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ منہ کے دائیں بائیں جمائے اور پھر اس قدر زور سے چلا کر کہا کہ اردگرد کے پہاڑ بھی گونج اٹھے۔

''میں اپنی بہن سے کہتا ہوں۔ خنیس بن یوسف سے انتقام کا ارادہ ختم کر دے اور فوراً واپس چلی جائے۔''

نتیان نے چلا کر کہا۔

''یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔''

''تو پھر سنو۔ میرا نام سماک ہے۔ تم جانتی ہو میں بزدل نہیں۔ خنیس بن یوسف کی طرف بڑھنے کے لئے تمہیں اپنے بھائی سماک کی لاش پر سے گزرنا ہوگا۔''

نتیان کی غصیلی آواز پھر سنائی دی۔

''اگر مجھے ایسا بھی کرنا پڑا تو میں کرگزروں گی۔ خنیس بن سوف کو حاصل کرنے کے لئے یہ میرے لئے مہنگا سودا نہیں۔''

''تو پھر سن او مکار عورت۔ خنیس اور ماروہ کی شادی ہوچکی ہے اور میں ہر حالت میں اور ہر قیمت پر اپنی بھانجی کے شوہر کی حفاظت کروں گا۔''

نتیان کی آواز پھر سنائی دی۔

''میں پھر حکم دیتی ہوں کہ خنیس ہتھیار پھینک کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردے۔''

جواب سماک ہی نے دیا۔

''یہ ہتھیار نہیں پھینکے گا۔ تم اگر پکڑنا چاہتی ہو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے مقابلہ پر آؤ۔۔۔۔''

نتیان نے ہوا میں ہاتھ لہرایا اور پہاڑ کے اوپر کھڑے اس کے مسلح آدمی خنیس اور سماک پر پتھروں کی بارش کرنے لگے۔ خنیس اور سماک نے اپنی ڈھالیں سامنے کرلیں اور پتھروں سے بچنے کی کوشش کرنے لگے۔

پتھروں کی بارش میں نتیان کی آواز پھر گونجی۔

''سب سے پہلے اس کا شاہین اس سے چھین لینا۔ وہ اس کے دشمن پر حملہ کرتا ہے اس کے لئے شکار کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر پیغام رسانی کرتا ہے۔''

پتھروں کی بارش جب ناقابل برداشت ہونے لگی تو خنیس نے سماک سے کہا۔

''بوڑھے سماک۔ ادھر آؤ اس سامنے والی چٹان کے نیچے جاکر لیٹ جاتے ہیں وہاں ہم ان پتھروں سے محفوظ ہوجائیں گے۔''

وہ دونوں آکر اس چٹان کے نیچے لیٹ گئے۔ پھر لباس کا تھوڑا سا کپڑا پھاڑنے کے بعد اس نے خنجر کی مدد سے اپنی ران پر چھوٹا سا زخم لگایا اور خنجر کی نوک زخم سے نکلنے والے خون میں ڈبو کر اس نے کپڑے کے ٹکڑے پر لکھا ''المدد'' کپڑا تہہ کرکے اس نے شاہین کی ٹانگ سے باندھا اور اسے ہوا میں اچھال دیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے شاہین فضاؤں میں اونچا ہی اونچا ہوتا چلا گیا۔ پھر اس نے اپنا رخ فرہار کی

طرف کیا اور تیزی سے اوپر پرواز کرنے لگا۔

وہ سنبھل کر دشمن کا جائزہ لینے لگا تھا کہ ایک ساتھ کئی آدمی ان دونوں پر کود گئے اور پھر ایک کے بعد دوسرا۔

کئی اور آدمی ان پر کودے اور انہیں گرفت میں لے کر آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ نتیان بھی نیچے اتر آئی تھی۔ خنیس اور سماک کو گھوڑوں پر سوار کیا گیا۔ کچھ مسلح آدمی ان کے آگے اور کچھ پیچھے ہوگئے۔

نتیان درمیان میں رہی اور وہ کش کی طرف روانہ ہوگئے۔

☆.....☆.....☆

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سمرقند سے تاشقند کی طرف جانے والی سڑک پر خنیس کا گھوڑا بھاگتا جارہا تھا۔ وہ ایسا سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ جیسے اس پر کوئی سوار ہو اور بڑی سختی سے اسے ہانکے جارہا ہو ___ آخر وہ اپنے قبیلے میں جاکر داخل ہوا۔ نوطس نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کی طرف بھاگا اور پچکار کر اسے پکڑنا چاہا مگر گھوڑا رکا نہیں ___ اور خنیس کے خیمے کی طرف بھاگتا رہا۔

نوطس بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا۔

ارطبون اور خنیس کے خیمے کے پاس آکر گھوڑا ہنہنایا۔ خیمے میں ارطبون اور قطونہ کے پاس بیٹھی ہوئی ماروہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

''خنیس آگیا ہے۔''

قطونہ اٹھ کر باہر بھاگی۔ ارطبون اور ماروہ بھی جلدی جلدی باہر آئے۔ انہوں نے دیکھا خیمے سے باہر خنیس کا گھوڑا کھڑا تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک طرف سے نوطس بھاگتا ہوا آیا اور گھوڑے کی باگیں پکڑ کر اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''بتا کہاں ہے تیرا مالک؟''

وہ جانور بے چارہ ہنہناتا رہا اور اپنے سم زمین پر مارتا رہا۔ ارطبون آگے بڑھا اور پریشانی سے پوچھا۔

''نوطس ___ خنیس کہاں ہے؟''

نوطس بھی آبدیدہ ہورہا تھا۔

''مجھے خود خبر نہیں سردار ___ میں نے تو خالی گھوڑے کو قبیلے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ___ میں فکرمند ہوگیا اور اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا چلا آیا۔ میرا دل کہتا ہے ضرور اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔''

''تمہارا مطلب ہے خراسان کے گورنر نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔''

''یہ نہیں ہوسکتا سردار ___ خراسان کا گورنر تو اس سے محبت کرتا ہے۔''

''پھر تم کیا کہتے ہو؟''

''میرا اندازہ ہے کہ وہاں سے واپسی پر اسے کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور یہ گھوڑا بھاگ کر کسی طرح یہاں آنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔''

ارطبون غصہ میں آگ کے طوفان کی طرح بھڑک اٹھا۔

''خنیس بن یوسف سے زیادتی کرنے والا ہم سے بچ نہ سکے گا۔''

نوطس نے ذرا تشویش سے پوچھا۔

''ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟''

ارطبون کا سر جھک گیا۔

''یہ بھی تم نے ٹھیک ہی کہا ہے۔''

ماروہ اپنی بیساکھی ٹیکتے ہوئے آگے بڑھی اور روتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس کا حل میرے پاس ہے۔ خنیس کا گھوڑا اس کا سدھایا ہوا ہے۔ اسے آگے آگے لگا دیں گے۔ یہ خود ہمیں اس جگہ لے جائے گا۔ جہاں اس کا مالک ہے۔''

ارطبون خوش ہوگیا۔

''تم نے ٹھیک کہا ہے بیٹی ___''

پھر اس نے نوطس کو مخاطب کرتے ہوئے زور سے کہا۔

''جنگ کا طبل پیٹ دو نوطس۔''

قبیلے میں جابجا جنگ کے طبل خوفناک دل ہلا دینے والی آوازوں کے ساتھ بج اٹھے تھے اور اس کے ساتھ ہی ترک اور سغدی جوان مسلح ہوکر خیموں سے باہر کھلے میدان میں صفیں باندھ کر جمع ہونے شروع ہوگئے تھے۔

ارطبون خیمے میں آیا ___ اور اپنے آپ کو زرہ، خود، تلوار اور ترکش سے مسلح کرنے لگا۔

قطونہ ڈرتے ڈرتے اس کے پاس آئی اور دھیمی آواز میں کہا۔

''بابا ___ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

ارطبون نے بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم یہیں رہو بیٹی ___ خدا کی قسم! دشمن اگر خنیس کو زمین کی تہہ میں بھی لے جائے تو میں اسے وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔ میرے بعد تم اور ماروہ دونوں قبیلے کے سردار کی حیثیت سے کام کرو گی۔''

قطونہ منہ بسورنے لگی۔

''میں ضرور ساتھ جاؤں گی بابا ___ خنیس کے بعد میں اور ماروہ دونوں تمہارے بیٹے

ہیں۔ اور پھر خنیس ہم دونوں کا شوہر ہے۔ ہمارا سب سے زیادہ حق ہے کہ ہم اپنے شوہر کو تلاش کریں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا باپ ہمیں اپنے فرض سے دور نہیں رکھے گا۔''

''تو کیا تم ماروہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی ہو؟''

''ہاں بابا ___ وہ بھی جائے گی۔''

''اسے تکلیف ہوگی بیٹی ___ اسے یہیں آرام کرنے دو ___ ہاں تم میرے ساتھ جانے کی تیاری کرو۔''

ساتھ والے کمرے سے ماروہ نکلی اور خود ہی بولی۔

''بابا گھوڑے پر سوار ہو کر خنیس کی تلاش میں نکلنا میرے لئے اتنا مشکل مرحلہ نہیں جتنا یہاں بیٹھ کر اپنے شوہر کی سلامتی اور واپس کا انتظار کرنا ہے۔''

ارطبون مان گیا۔

''تو پھر تیار ہو جاؤ ___ میں یہی سمجھوں گا۔ میرے دو بیٹے میرے ساتھ ہیں۔''

ماروہ کے باتونی ہونٹوں پر زندگی بخش مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''میری ایک اور التجا بھی ہے بابا ___''

''وہ بھی کہہ دو۔''

''خنیس کا گھوڑا مجھے دے دیا جائے میں اس کی عادت سے واقف ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے وہ پہچانتا بھی ہے۔ مجھے امید ہے میں اس سے کام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گی ___''

''چلو تیار ہو جاؤ اور بیٹھو اس گھوڑے پر۔''

ماروہ اور قطونہ تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں اور بڑی پھرتی سے اپنے آپ کو مسلح کرنے لگیں ___

ارطبون نے اپنے کمرے میں کھڑے ہی کھڑے زور سے پکارا۔

''نوطس ___ نوطس!''

نوطس بھاگتا ہوا آیا اور پوچھا۔

''مجھے بلایا ہے سردار ___''

ارطبون اس کے قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''میں خنیس کی تلاش میں روانہ ہو رہا ہوں ___ میرے بعد تم قبیلے کے سردار ہو گے۔ میں سب کو بتا جاتا ہوں۔ جس طرح تم چاہو گے اسی طرح سے ہوگا۔ کیا سب جوان میدان میں جمع ہو چکے ہیں۔''

''ہاں سردار ___ کتنے جوان ساتھ لے کر جاؤ گے۔''

''میں دو ہزار چیدہ چیدہ جوان لے کر جاؤں گا ___ بدخشاں سے تاشقند تک خنیس بن یوسف کے جتنے بھی دشمن ہیں۔ میں سب کو ذبح کر کے ہی واپس لوٹوں گا۔''

ارطبون ___ ماروہ، قطونہ اور نوطس کے ساتھ باہر آیا اور لشکر میں گھس کر وہ تنومند اور قوی ہیکل جوان چن چن کر علیحدہ کرنے لگا۔ ایک ہزار ترک اور ایک ہزار سفید جوانوں پر مشتمل دو ہزار کا لشکر علیحدہ کرنے کے بعد اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اہل قبیلہ ___ خنیس بن یوسف اپنے کسی دشمن کے ہاتھ چڑھ گیا ہے۔ میں دو ہزار جوانوں کے ساتھ خود اس کی تلاش میں نکل رہا ہوں ___ میرے بعد نوطس قبیلے کا سردار ہوگا اور اس کا حکم ماننا تم سب پر فرض ہوگا۔ جو جوان میں نے علیحدہ کئے ہیں ان کے علاوہ باقی سب جا کر آرام کرو۔''

تھوڑی دیر بعد ارطبون، ماروہ اور قطونہ کی سرکردگی میں دو ہزار کا لشکر سمرقند کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے دھول اڑاتا جا رہا تھا۔ سب سے آگے ماروہ خنیس کے گھوڑے پر سوار جا رہی تھی۔ اس نے گھوڑے کی باگیں ڈھیلی چھوڑ رکھی تھیں اور اسے اس کی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا۔ کبھی کبھی وہ پیار سے اس کی گردن تھپتھپا دیا کرتی تھی۔

☆.....☆.....☆

شاہین بستی میں آیا ___ فضا میں دو ایک چکر لگائے۔ پھر وہ خنیس کے گھر میں اتر گیا اور گھوڑے کے لئے بنے ہوئے چھپر پر بیٹھ گیا۔

مرجینا نے اسے دیکھ لیا اور شبرہ سے کہا۔

''ادھر دیکھو ___ وہ خنیس کا شاہین بیٹھا ہے ___ میرا خیال ہے کہ ابھی ابھی آیا ہے یہ۔''

شبرہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

''یہ کیسے یہاں آ گیا؟''

''خنیس کا کوئی پیغام لے کر نہ آیا ہو ___ تم جانتے ہو اس سے پیغام رسانی کا کام بھی لیتا ہے ___ جاؤ چھپر پر چڑھو اور اسے پکڑ لاؤ۔''

شبرہ چند قدم بڑھا پھر مڑا۔

اور خوف زدہ آواز میں بولا۔

''مجھے شاہین پکڑنے کو کہنے سے پہلے تم نے یہ تو سوچا نہیں کہ یہ انسان پر بھی حملہ کر دیتا ہے اور آنکھیں نکال کر رکھ دیتا ہے ___ اور اگر اس نے مجھ پر حملہ کر دیا پھر ___''

''ڈرو نہیں ___ یہ صرف دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے۔''

''میرے ماتھے پر کون سا لکھا ہے کہ میں دوست ہوں یا دشمن۔''

''اتنے بزدل نہ بنو آگے بڑھو ___ اور ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لو۔ دیکھو اس کے پاؤں سے ایک کپڑا ابھی بندھا ہوا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ سردار حریم کے نام خنیس کا کوئی پیغام ہے۔''

شبرہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا ___ چھپر پر چڑھا۔ جھک کر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور کانپتے ہاتھوں سے شاہین کو پکڑ لیا ___ وہ اس بات پر اب بے حد خوش ہو رہا تھا کہ اس نے شاہین بغیر کسی تکلیف کے پکڑ لیا ہے۔''

مرجینا کے پاس آ کر اس نے کہا۔

''واقعی یہ پرندہ دوست دشمن کی تمیز رکھتا ہے ___ اب تم مجھے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''اسے فوراً سردار حریم کے پاس لے جاؤ۔ خنیس کا پیغام پڑھ کر وہ خود ہی کوئی فیصلہ کرے گا۔'' شبرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے شاہین کو پکڑے سردار حریم کی حویلی کی طرف بھاگنے لگا۔

حویلی میں داخل ہوتے ہی وہ چلانے لگا۔

''سردار ___ سردار ___ خنیس کا شاہین آیا ہے ___ شائد کوئی پیغام ہے۔''

سردار حریم اور اس کے پیچھے پیچھے سارے غلام بھی بھاگتے ہوئے باہر صحن میں آئے۔ سردار نے شبرہ سے شاہین لے کر اس نے پیغام کھولا اور اسے پڑھتے ہی اپنے غلام سے کہا ___

''بستی میں جنگ کے نقارے بجا دو میرا بیٹا اور بیٹی کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جارود نے پچھلی بار شائد اس کے دشمنوں کا قلع قمع نہیں کیا تھا۔ خدا کی قسم میں آج خود اس کی مدد کو پہنچوں گا اور اسے دکھ پہنچانے والوں کو بتاؤں گا کہ عرب خراسان میں غیر محفوظ نہیں ہیں۔''

فربار کے دروازے پر چار نقار چی چڑھے اور اپنے بڑے بڑے نقارے پھونک دیئے جن کی آواز پوری بستی میں سنی گئی۔

جارود بن مصعب اور کچھ دیگر سرکردہ لوگ سردار حریم کی حویلی کی طرف بھاگے اور باقی سب جوان مرد تربیت گاہ میں جمع ہونے لگے۔

جارود بن مصعب گھبرایا ہوا سردار کے پاس آیا اور پوچھا۔

''سیدی! کیا حادثہ پیش آیا ہے؟''

اس نے اپنے غلام سیو اس کی طرف اشارہ کیا جس نے خنیس کا شاہین تھام رکھا تھا۔

''ادھر دیکھو ___ خنیس کا شاہین آیا ہے۔ اس نے پھر مدد کے لئے پکارا ہے۔''

جارود فکر مند ہو گیا۔

''اب اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ کش میں ہم نے اس کے سارے دشمنوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ترک قبیلے میں ہی وہ اور مارو کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں۔''

''نہیں ہرگز نہیں ___ یہ ناممکن ہے ترک سردار ارطبون اسے اپنا بیٹا سمجھتا ہے اور اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ بہر حال یہ باتوں کا وقت نہیں۔ میں بہت جلد یہاں سے روانہ ہونا چاہتا ہوں ___ تم میرے ساتھ ہو گے ___ خنیس کا شاہین اپنے پاس رکھو اور میدان میں جا کر پانچ سو بہترین اور بہادر جوانوں کا انتخاب کرو اور انہیں لے کر میرے باغ کے پاس میرا انتظار کرو ___ میں تیار ہو کر فوراً ہی وہاں پہنچتا ہوں ___''

تھوڑی دیر بعد سردار حریم اور جارود بن مصعب پانچ سو مسلح جوانوں کے ساتھ اپنی بستی کی حدود سے نکل کر دریائے جیحون کے کنارے کنارے اپنے گھوڑے مشرق کی سمت سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

خنیس کا شاہین ان کی رہبری کر رہا تھا۔

جب وہ اس دوراہے پر آئے جہاں سے ایک راستہ سیدھا ترمز کی طرف چلا گیا تھا اور دوسرا نسف میں سے ہوتا ہوا کش کی طرف جاتا ہے۔

حریم رک گیا اور جارود سے پوچھا۔

''تم نے ترمز کے توفیل کا گھر دیکھا ہے۔''

جارود نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اپنے قیدیوں کو تلاش کرنے کے سلسلہ میں کئی بار میں خنیس کے ساتھ ترمز گیا ہوں مگر توفیل کا گھر دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا ___ کیا تمہارا ارادہ اس وقت ترمز جانے کا ہے۔''

''تمہارا اندازہ غلط نہیں ___ میں پہلے ترمز جانا چاہتا ہوں ___ گو توفیل قتل ہو چکا ہے۔ مگر اس کا گھر ان لوگوں کا مرکز ہے۔ جو ہمارے خلاف دشمنی اور کینہ رکھتے ہیں۔ میں پہلے ترمز جا کر حویلی کو مسمار کروں گا۔ اس کے بعد میں وہاں جاؤں گا۔ جہاں اس وقت خنیس ہو گا۔ میرا خیال ہے انہوں نے اسے کش میں ہی رکھا ہو گا۔''

''میرا قیاس بھی یہی ہے اور پھر شاہین کا رخ بھی ادھر ہی ہے۔''

انہوں نے اپنے گھوڑے پھر بڑھائے اور ترمز کی طرف جانے لگے۔ شاہین فضا میں کچھ دیر چیخا، چلایا پھر خاموش ہو گیا اور ان کے اوپر فضا میں ان کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔

ترمز میں داخل ہو کر گلی میں سے گزرتے ہوئے ایک راہ گیر سے سردار حریم نے سوال کیا۔

''کیا تم بتا سکتے ہو ترمز کے پارسی رئیس توفیل کی حویلی کس طرف ہے؟''

اتنے سوار دیکھ کر وہ شخص خوفزدہ ہو گیا

''شہر کے مشرقی جانب ہے جناب۔''

'کیا تم وہاں تک ہماری رہنمائی کرو گے؟''

''ضرور کروں گا۔''

''چلو پھر ہمارے ساتھ۔''

وہ شخص انہیں حویلی میں چھوڑ کر واپس لوٹ گیا۔ حویلی کے اندر دس بارہ بدمعاش تھے۔ سردار حریم شائد بہت جلد اپنی منزل کی طرف جانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے بغیر کسی پوچھ گچھ اور گفتگو کے ان بارہ لفنگوں کو قتل کر دیا ___ اور جوانوں کو حکم دے دیا کہ حویلی کو آگ لگا دو ___ کچھ جوانوں نے مشعلیں روشن کیں اور حویلی کو آگ لگا دی۔

سردار حریم اپنے لشکر کے ساتھ شاہین کی رہنمائی میں جب ترمز سے نکلا تو جلتی ہوئی حویلی میں آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

سردار حریم اور جارود بن مصعب اپنے پانچ سو جوانوں کے ساتھ جب اس جگہ پہنچے جہاں خنیس اور بھوکے شیر کا ٹکراؤ ہوا تھا تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں شاہراہ کے دونوں جانب تاریک رات میں بیشمار مشعلیں روشن تھیں ___ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے کوئی بہت بڑا کاروان وہاں فردکش ہوا ہو۔ یا کسی لشکر نے ستانے کی خاطر پڑاؤ کر رکھا ہو۔

سردار حریم نے جارود سے پوچھا۔

''اس اندھیری رات میں اور اس خشک پہاڑی سلسلے میں یہ روشنیاں کیسی ہیں؟''

جارود نے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔''

''شاہین کہاں ہے؟''

''یہ میرے پاس ہے ___''

اس نے اپنے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے شاہین کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ہم ابھی تک صحیح سمت جا رہے ہیں اور اگر ہم بھٹک گئے ہوتے تو شاہین ضرور شور کرتا ___ میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں سردار یقیناً یہ وہی شاہراہ ہے جو ترمز

سے نکل کر سمرقند کی طرف جاتی ہے اور شاہین جس طرف ہماری رہنمائی کر رہا ہے اس سے میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ خنیس کش شہر ہی میں ہے۔ جہاں اسے پہلے قید میں رکھا گیا تھا۔

جب وہ اس جگہ سے گزرنے لگے۔ جہاں بیشمار مشعلیں روشن تھیں تو کچھ آدمیوں نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔

سردار حریم نے مشعل کی روشنی میں دیکھا وہ ترک اور سغدی جوان تھے۔ اس نے جارود سے کہا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ ترک سردار ارطبون کے لوگ ہیں۔''

اتنے میں ایک ترک جوان نے پوچھا۔

''تم لوگ کون ہو ___ اور کہاں جا رہے ہو؟''

سردار حریم نے جواب دیا۔

''ہم عرب کے قبیلہ بنی تمیم سے ہیں اور ایک مہم پر نکلے ہیں۔''

اس جوان نے خوشی کا اظہار کیا۔

''یقیناً تم خنیس بن یوسف کی تلاش میں نکلے ہو گے۔''

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ مگر تم لوگ کون ہو؟''

''ہم ترک اور سغدی ہیں ___ خنیس بن یوسف اب ہمارے قبیلے کا سردار ہے چند روز ہوئے اسے خراسان کے گورنر نے مرو میں طلب کیا تھا مگر وہ واپس نہیں لوٹا اور اس کا گھوڑا تنہا قبیلے میں پہنچ گیا تھا۔ اب اس کے گھوڑے نے ہی یہاں تک ہماری رہنمائی کی ہے۔ وہ یہاں آ کر رک گیا ہے اور اس سے آگے کہیں بھی نہیں جاتا۔''

''کیا تم ارطبون کے قبیلے سے ہو؟''

''ہاں ___''

''وہ خود اس وقت کہاں ہے؟''

''وہ خود دو ہزار لشکر لے کر خنیس کی تلاش میں نکلا ہے اور یہیں ہے۔''

''سنو ___ میں بنی تمیم کا سردار حریم ہوں اور اس سے ملنا پسند کروں گا۔''

''آؤ میرے ساتھ۔''

سردار حریم اور جارود اس ترک جوان کے ساتھ ہو گئے اور باقی پانچوں عرب جوان شاہراہ پر ہی کھڑے رہے۔

شاہراہ کے ساتھ ہی دائیں جانب ارطبون ایک بڑے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اردگرد

کافی مشعلیں روشن تھیں۔

وہ ترک جوان اس کے قریب گیا اور قدرے جھک کر کہا۔

''سردار ___ بنی تمیم کا سردار حریم تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

ارطبون اپنی جگہ پر اچھل پڑا۔

''کہاں ہے سردار حریم؟''

اس کے بائیں طرف بیٹھی ہوئی ماروہ اور قطونہ بھی کھڑی ہوگئیں۔ سردار حریم مسکراتا ہوا گھوڑے سے اترا اور ارطبون کے سامنے آیا۔ ارطبون نے اسے دیکھا۔ آگے بڑھا اور بڑی خوش طبعی کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں بنی تمیم کا عظیم سردار رات کے اس سمے کس مہم پر نکلا ہے ___؟''

''اگر یہی سوال میں تم سے کروں۔''

''میں اپنے بیٹے خنیس کی تلاش میں دو ہزار لشکر لے کر نکلا ہوں۔''

حریم نے بھی بڑے اچھے لہجے میں جواب دیا۔

''میں بھی اپنے بیٹے خنیس کی تلاش میں نکلا ہوں۔ اس کا شاہین میرے پاس مدد کا پیغام لے کر گیا تھا۔''

''اور میرے پاس خنیس کا گھوڑا گیا تھا۔ اس نے ہماری یہیں تک رہنمائی کی ہے۔ اس سے آگے ہمیں کچھ پتہ نہیں چل رہا کہ ہم کہاں جائیں۔ اس جگہ ہمیں دو چیزیں ملی ہیں۔ ایک مرا ہوا شیر اور ایک بگھی۔''

سردار حریم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی نظر ماروہ پر پڑی ___ اور خوش ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

''اوہ ___ تو یہاں میری بیٹی ماروہ بھی ہے ___ اور قطونہ تم بھی ___'' وہ آگے بڑھا اور دونوں کو پیار کیا۔

پھر ارطبون سے پوچھا۔

''کیا قطونہ کی شادی.....''

ارطبون پہلے ہی بول پڑا۔

''قطونہ کی شادی بھی خنیس سے ہو چکی ہے ___ یہ دونوں اب اس کی بیویاں ہیں ___''

جارود پہلی بار ارطبون سے مخاطب ہوا۔

''سردار ارطبون ___ کیا تم ہمیں وہ مردہ شیر اور بگھی دکھا سکو گے۔''

سردار ارطبون ایک طرف بڑھا۔

''آؤ میرے ساتھ ___''

حریم، جارود، ماروہ اور قطونہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے کئی جوان مشعلیں اٹھائے چل رہے تھے۔

جب وہ اس مردہ شیر کے پاس آئے جسے خنیس نے ختم کیا تھا۔ تو جارود تھوڑی دیر تک کھڑا ہو کر مردہ شیر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک ترک نوجوان سے مشعل لی اور بغور لاش کا معائنہ کرنے کے بعد اس نے اپنا فیصلہ دیا۔

''اس شیر کو خنیس نے ختم کیا ہے۔''

ارطبون نے جلدی سے پوچھا۔

''اس کی پیٹھ اور سر پر خنیس کی آہنی زنجیر کے نشانات ہیں۔''

''مگر یہ شیر کہاں سے آیا ___ جبکہ اس پہاڑی سلسلے میں کوئی درندہ نہیں۔''

''ہاں یہ معاملہ البتہ حل طلب ہے ___ اچھا پہلے وہ بگھی دکھاؤ جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔''

جب وہ بگھی کے پاس آئے۔ تو اسے دیکھتے ہی جارود نے چلا کر کہا۔

''میں اب سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں ___ شیر کو اس بگھی نما پنجرے میں کہیں سے بند کر کے لایا گیا تھا اور جب خنیس مرو سے لوٹ رہا تھا تو شیر کو اس پر چھوڑ دیا گیا۔

خنیس نے اس شیر کا مقابلہ کیا اور اسے ختم کر دیا اس کے بعد میرا دل کہتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس پر شیر چھوڑا ہوگا اسے پکڑ کر لے گئے ہوں گے۔''

ارطبون نے تحسین آمیز نگاہوں سے جارود کی طرف دیکھا۔

''خدا کی قسم تم ٹھیک کہتے ہو۔ اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

''ہمارا لشکر تیار ہے سردار ارطبون ___ اپنے لشکر کو کہو گھوڑوں پر سوار ہو جائیں اور میرے پیچھے پیچھے آئیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ہم خنیس کو ڈھونڈ لیں گے۔ ہمارا رخ کش شہر کی طرف ہوگا۔''

تھوڑی دیر بعد جارود بن مصعب، ارطبون، حریم، ماروہ اور قطونہ کے پیچھے پیچھے اڑھائی ہزار کا لشکر سمرقند کی طرف جانے والی شاہراہ کو روندرہا تھا۔

☆.....☆.....☆

خنیس اور بوڑھا سماک کش کے اسی تہہ خانے میں بند تھے جس میں کبھی خنیس رہ چکا تھا اور جارود نے آکر اسے وہاں سے نکالا تھا۔ رات کے اس حصے میں جبکہ مرغ ایک بار اذان دے چکے

تھے۔ خینس اور سماک زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے تہہ خانے میں پڑے تھے کہ روشن دان میں سے کسی نے کمند پھینکی۔

خینس چوکنا ہو کر کھڑا ہو گیا اور روشن دان کی طرف دیکھنے لگا۔ تہہ خانے میں ایک مشعل جل رہی تھی جس کی وجہ سے وہ روشن دان کو دیکھ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جارود بن مصعب کا چہرہ روشن دان میں سے دکھائی دیا اور ساتھ ہی اس کی آواز آئی۔

''خینس ___''

جارود کو دیکھتے ہی خینس روشن دان کے نیچے آیا اور سرگوشی کی۔

''کیسے ہو جارود؟''

جارود مسکرا رہا تھا۔

''پہنچ گیا ہوں ___ تم یاد کرو اور ہم نہ پہنچیں ___ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تہہ خانے میں تمہارے ساتھ دوسرا کون ہے؟''

''ماروہ کا ماموں سماک ہے۔''

''یہ کس طرح یہاں آ گیا؟''

''ایک لمبی داستان ہے۔ باہر نکل کر بتاؤں گا۔''

''تو میں روشن دان کو توڑ دوں۔''

''ٹھہرو۔ پہلے یہ بتاؤ تمہارے ساتھ کتنے نوجوان ہیں؟''

''پانچ سو جوان ہیں اور سردار حریم خود بھی آیا ہوا ہے۔''

خینس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''سردار خود بھی آیا ہے۔''

''ہاں ___ اس کے علاوہ سردار ارطبون، ماروہ اور قطونہ بھی آئے ہوئے ہیں۔''

خینس نے حیرت سے پوچھا۔

''انہیں کیسے پتہ چل گیا؟''

''تمہارا گھوڑا وہاں پہنچ گیا تھا ___''

''ان کے ساتھ کتنے جوان ہیں؟''

''وہ دو ہزار کا لشکر لائے ہیں۔''

خینس مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

''اب روشن دان کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے ترمز کے توفیل کی بیوی نتیان نے گرفتار کرایا ہے جو ماروہ کی خالہ اور سماک کی بہن ہے۔ صبح اسی علاقے میں توفیل، باغر اور برقہ کے جتنے بھی بدمعاش ہیں اس میدان میں جمع ہوں گے۔ کش شہر کے تمام تماشائی بھی آئیں گے۔ میدان میں میرے اور سماک کے لئے دو دو جوان مقابلے کی خاطر میدان میں لائے جائیں گے اور اگر انہوں نے ہمیں ختم کر دیا تو ٹھیک ورنہ دوسری صورت میں تین تین جوان ہم پر چھوڑے جائیں گے اور جب تک ہم ختم نہ ہو جائیں ___ ہم سے مقابلہ کرنے والوں کی تعداد بڑھتی رہے گی۔''

''پھر ہم کیا کریں ___؟''

''تم واپس چلے جاؤ ___ اور اس تہہ خانے کے نزدیک ہی کہیں صبح ہونے کا انتظار کرو ___ کش شہر کے مشرق میں گھنے باغات ہیں ان میں تم اپنے گھوڑے باندھ کر کچھ جوانوں کو ان کی نگرانی پر چھوڑ دینا اور باقی سارے جوانوں کے ساتھ تم تماشائیوں کی حیثیت سے مقابلے کے میدان میں جمع ہو جانا اور اپنے آدمی ہر اس جوان کے پاس کھڑے کر دینا جو میدان میں مسلح ہو کر بیٹھا ہوا ہو ___ میں چاہتا ہوں کہ مقابلے کے میدان میں ہی سب بدمعاشوں کو ختم کر دیا جائے اور آئندہ ہمارے لئے کوئی بھی مصیبت کھڑی نہ ہو۔ اگر میں اس وقت روشن دان سے نکل گیا تو وہ بدمعاش جو کل اس میدان میں جمع ہونے والے ہیں محتاط ہو جائیں گے اور اپنی جان کے خطرے سے کبھی بھی یہاں پر جمع نہ ہوں گے۔''

''میں تمہاری پوری بات سمجھ گیا ہوں ___ فکر نہ کرو ___ جس طرح تم چاہو گے اسی طرح ہو گا۔''

''سردار ارطبون اور سردار حریم کہاں ہیں؟''

''وہ لشکر کے ساتھ اس میدان کے ایک فرلانگ مشرق میں رکے ہوئے ہیں۔''

''تم اپنے ساتھ کتنے جوان لائے ہو؟''

''یہاں تہہ خانے میں تم سے بات کرنے کے لئے۔''

''ہاں ___ ہاں ___''

''ہم دس جوان آئے ہیں۔''

''تہہ خانے کے گرد مسلح پہرہ داروں کا تم نے کیا کیا۔''

''میں نے صرف دو پہرے داروں کو ختم کیا۔ جو روشن دان والی دیوار کے ساتھ ساتھ پہرہ دے رہے تھے ان کی لاشیں میں نے دیوار کے ساتھ ہی رکھ دی ہیں۔''

''یہ غلط ہے۔ ان کی لاشیں اٹھا کر لے جانا ___ اور کہیں غائب کر دینا۔ ان کو وہم بھی نہیں

گزرنا چاہئے کہ میری مدد کو کوئی آن پہنچا ہے۔"

"فکر نہ کرو میں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ میں تمہارے لئے کھانے کی کچھ چیزیں بھی لایا ہوں۔ یہ مجھے ماروہ اور قطونہ نے دی تھیں ___"

"اندر پھینک دو۔ یہ تم نے اچھا کیا مجھے سخت بھوک لگی ہے۔ ان لوگوں نے مجھے کھانے کو کچھ بھی نہیں دیا۔"

جارود نے ایک تھیلی سے کھانے کی مختلف چیزیں نکال کر اندر پھینک دیں۔ کھانے کی چیزیں اٹھا کر ایک طرف رکھنے کے بعد خنیس بولا۔

"یہاں تو پانی بھی نہیں ___ کھانا کھا کر پانی کہاں سے پیا جائے گا؟"

"میرے پاس پانی کا مشکیزہ بھی ہے۔"

"تو پھر لاؤ۔"

جارود نے مشکیزہ اسے تھما دیا اور پوچھا۔

"میں اب جاؤں۔"

"ہاں جاؤ ___"

"ماروہ اور قطونہ کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہو۔"

"انہیں کہنا خنیس زندہ ہے اور مطمئن ہے۔ سردار حریم اور ارطبون دونوں ہی کو میرا سلام کہنا ___"

جارود نیچے اتر گیا ___

خنیس نے لکڑی کی مدد سے روشن دان میں پھنسی ہوئی کمند نکال کر پھینک دی، جارود نے کمند گول چکر میں سمیٹی۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے دونوں لاشیں اٹھائیں اور اندھیرے میں مشرق کی سمت روپوش ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

دوسرے روز صبح ہی صبح مقابلے کا میدان تماشائیوں سے بھر گیا تھا۔ توفیل اور باغر کے ہزاروں مسلح جوان بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ جو شائد آج کل نتیان کے تحت کام کر رہے تھے۔ کش شہر سے بھی ان گنت مرد اور عورتیں یہ مقابلہ دیکھنے آئے۔

سردار حریم اور سردار ارطبون بھی اپنے لشکر کے ہمراہ میدان میں داخل ہو چکے تھے اور ان کے مسلح جوان نتیان کے مسلح بدمعاشوں کا مکمل طور پر گھیراؤ کر چکے تھے۔ ان دونوں سرداروں نے میدان کے سارے دروازوں پر بھی اپنے جوانوں کا پہرہ لگا دیا تھا۔

جب میدان تماشائیوں سے کھچا کھچ بھر گیا تو نتیان ایک کمرہ سے نکل کر میدان کے ایک طرف شہ نشین پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کے دائیں بائیں اس کے کچھ مسلح آدمی بھی بیٹھ گئے تھے۔

اسی اثناء میں کچھ مسلح جوان تہہ خانے کی طرف گئے اور تھوڑی دیر بعد وہ خنیس اور ساک کو میدان میں لے آئے۔ وہ دونوں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

میدان کے وسط میں لا کر انہوں نے انہیں بیڑیوں سے آزاد کر دیا اور انہیں ان کے وہ سارے ہتھیار دے دیئے۔ جو اس وقت ان کے پاس تھے جبکہ وہ گرفتار ہوئے تھے۔ خنیس نے تلوار اور خنجر کی پیٹی اپنی عبا کے نیچے کمر سے باندھ لی اور زنجیر ڈھال پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

ساک نے اپنی ڈھال اور تلوار سنبھال لی تھی ___ مسلح پہریدار جب میدان سے نکل گئے تو ساک نے خنیس سے کہا۔

"زرتشت کے خدا کی قسم۔ آج کا دن ہم دونوں پر بے حد بھاری ہے۔ زرتشت کی پناہ ___ اس قدر لوگ میدان میں جمع ہیں ان میں زیادہ تر وہ بدمعاش ہیں جو میری بہن کے تحت کام کر رہے ہیں۔ اس مقابلے میں اگر ہم جیت بھی گئے تو ہماری موت یقینی ہے بہتر ہے پہلے ہی ہتھیار پھینک دیں۔ سن طاقت کے دیوتا ___ میں لڑنے سے ہاتھ کھینچتا ہوں ___ تم کیا فیصلہ کرتے ہو۔"

خنیس اس کے پاس آیا اور اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"بوڑھے ساک۔ ہمت نہ ہارو ___ تم اگر میرا ساتھ دو ___ تو میں وعدہ کرتا ہوں اس میدان میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیا تم سمجھتے ہو میں جھوٹ بولتا ہوں۔"

"نہیں ___ تم جیسا جوان جھوٹ نہیں بول سکتا۔ طاقت کے دیوتا میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں ___ جس طرح تم چاہو گے میں ویسے ہی کروں گا۔"

میدان میں چار جوان مقابلے کے لئے آ رہے تھے۔

خنیس خاموش ہو گیا۔

ان چاروں نے نزدیک آتے ہی تلواریں سونت لیں۔ خنیس نے ساک کا بازو پکڑ کر اپنی پشت پر کر لیا۔

"تم ابھی آرام کرو بوڑھے ساک ___ یہ چاروں تو میری پیاسی زنجیر کے لب بھی تر نہ کر سکیں گے۔"

وحشیوں کی طرح زنجیر گھماتا ہوا خنیس ان پر حملہ آور ہوا۔ اسی لمحے میدان کے باہر بیٹھے ہوئے جارود نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنیس کا شاہین فضا میں چھوڑ دیا اور وہ اڑتا ہوا میدان کے وسط میں آیا اور خنیس کے شانے پر آ کر بیٹھ گیا۔

مقابلے میں اترنے والے چاروں جوانوں نے خنیس کی زنجیر سے بچ کر جارحانہ حملے کرنا چاہے مگر خنیس کے حملوں کی تیزی اور اس کے طوفانی حملوں نے ان کی ساری تجویزوں کو ریت کی طرح اڑا دیا۔

وہ چاروں زنجیر کا شکار ہو گئے اور میدان کے وسط میں ان کے جسم آدھے ذبح کیے ہوئے جانوروں کی طرح تڑپ رہے تھے۔

ان چاروں کو ختم کرنے کے بعد خنیس نے شاہین کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کا سر چوما اور سماک کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

سماک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''طاقت کے دیوتا ___ کب تک تم میری حفاظت کرتے رہو گے۔''

میدان میں اس بار آٹھ جوان مقابلے کو اترے ___

سماک نے بڑی حسرت سے کہا۔

''ادھر دیکھو طاقت کے دیوتا۔ آٹھ جوان میدان میں اتر آئے ہیں ___ آج تیری میری موت اس میدان میں یقینی ہے۔''

''ہرگز نہیں بوڑھے سماک ___''

سماک نے سر کو جھٹکا دے کر کہا۔

''تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

وہ آٹھوں جوان جب میدان میں ذرا آگے بڑھے تو سردار ارطبون کے پاس کھڑے ہوئے سردار حریم نے اپنے بائیں جانب کھڑے جارود بن مصعب کی طرف دیکھا اور اسے آنکھ کا اشارہ کیا۔

جارود بن مصعب نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے بائیں جانب کھڑے کئی عرب کمانیں نکال کر تیر چلہ پر چڑھا چلے تھے۔

جوں ہی جارود کا ہاتھ نیچے گرا۔ ان عرب نوجوانوں نے سنسناتے تیروں کی باڑھ ماری اور ان آٹھوں جوانوں کو ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ ان آٹھوں کی موت پر ابھی سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی اور سردار حریم کی ڈھارتی ہوئی آواز میدان میں گونج گئی۔

''بند کرو یہ خونی کھیل ___ توفیل کی بیوی نتیان کے دوستو اور بدمعاشو سنو ___ میرا نام حریم ہے اور میں بنی تمیم کا سردار ہوں اور خنیس بن یوسف کی مدد کو پہنچ چکا ہوں۔''

نتیان کے سارے ساتھی کھڑے ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں۔

''سردار حریم پھر گرجا۔

''میں اپنے جوانوں کو حکم دیتا ہوں کہ نتیان کے کسی آدمی کو بھی بھاگنے نہ دیں ___''

سردار حریم جب خاموش ہوا تو سردار ارطبون کی چنگھارتی ہوئی آواز میدان میں گونجی۔

''بہادر ترکو ___ اور سفدیو۔ آج اگر تم اپنے عرب بھائیوں کے شانہ بشانہ نہ لڑے تو خدا کی قسم میں تمہیں کبھی معاف نہ کروں گا۔''

میدان میں شور مچ گیا تھا۔ عرب، ترک اور سفدی ___ بہادر میدان میں موت اور خون کا کھیل شروع کر چکے تھے۔

نتیان نے اٹھ کر میدان سے بھاگ جانا چاہا مگر اس کے قریب ہی اپنا چہرہ ڈھانپ کر بیٹھی ہوئی ماروہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کمان پر تیر چڑھایا اور نتیان کے سینے میں پیوست کر دیا۔

خنیس اور سماک نتیان کی طرف بڑھے۔ ماروہ نے تلوار سونت لی اور اپنی بیساکھی ٹیکتی ہوئی نتیان کی طرف بڑھی۔ قطونہ اور چند ترک جوان اس کی حفاظت کر رہے تھے۔

ماروہ جب نتیان کی گردن تلوار سے کاٹنے لگی ___ تو سماک جو نزدیک آ چکا تھا، چلایا۔

''رک جاؤ۔ ماروہ بیٹی ___''

ماروہ سماک کی طرف دیکھنے لگی۔

سماک آگے بڑھا اور پھر اپنی تلوار لہرا کر نتیان کی گردن کاٹ دی۔

''اپنی بہن کی گردن میں خود کاٹنا چاہتا تھا بیٹی ___ اس نے تمہارے شوہر کے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

میدان میں سردار حریم کی آواز پھر گونجی۔

''خنیس، سماک، ماروہ اور قطونہ جنگ میں حصہ نہ لیں اور یہاں میرے پاس آ جائیں۔''

وہ چاروں سردار کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔

عرب، ترک اور سفدی یوں حملہ آور ہوئے جس طرح بھوکے درندے اپنے شکار پر جھپٹ پڑتے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد میدان صاف ہو چکا تھا اور میدان میں اب صرف عرب، ترک اور سفدی ہی نظر آ رہے تھے۔

جن بدمعاشوں نے میدان سے بھاگنے کی کوشش کی تھی انہیں دروازے پر کھڑے عربوں نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

میدان کے وسط میں کھڑے جارود بن مصعب نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

''سب جوان اس باغ میں چلے جائیں جہاں گھوڑے بندھے ہیں اور سارے گھوڑے یہاں لے آئیں___''

چند ہی لمحوں میں میدان خالی ہوگیا۔ سارے جوان گھوڑے لینے چلے گئے۔ جارود میدان سے نکلا اور سردار کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔

سردار حریم نے مسکراتے ہوئے خنیس سے پوچھا۔

''کیسے ان کے ہتھے چڑھ گئے تھے؟''

خنیس بھی مسکرا رہا تھا۔

''ترمز سے آگے پہاڑی سلسلے میں انہوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔''

اس بار سردار ارطبون نے پوچھا۔

''وہاں مردہ شیر اور ایک بگھی بھی پڑی ہوئی ہے اس کا کیا چکر ہے؟''

خنیس نے سماک کی طرف دیکھا۔

اس کے چہرے پر دہشت ٹپکنے لگی تھی۔

خنیس مصلحتاً جھوٹ بول گیا۔

''وہ بگھی اصل میں ایک پنجرہ ہے جس میں انہوں نے ایک بھوکا شیر باندھ رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شیر مجھے ختم کردے گا اور ان کے سارے راستے صاف ہوجائیں گے۔ مگر میں نے شیر کو زیر کردیا۔ انہوں نے مجھے گھیر لیا اور پتھر مارنے شروع کردیئے اور اس طرح مجھے پکڑنے میں کامیاب ہوگئے۔

''سماک کے ساتھ تمہاری ملاقات کیسے ہوگئی؟''

خنیس نے پھر جھوٹ بولا۔

''بوڑھے سماک کو جو اس وقت سمرقند کی طرف جارہا تھا___ انہوں نے اس وجہ سے گرفتار کرلیا کیونکہ اس نے اپنی بہن منتیان پر زور دے کر کہا تھا کہ خنیس کو چھوڑ دیا جائے۔''

''ہم سماک کے شکرگزار ہیں۔''

سماک شکرگزار نگاہوں سے خنیس کو دیکھ رہا تھا۔

ارطبون دوبارہ خنیس سے مخاطب ہوا۔

''گورنر سے ملے تھے؟''

''ہوئی تھی ملاقات___''

''کیا کہا اس نے؟''

''تمہاری قیاس آرائی درست تھی۔ وہ مجھے اپنی افواج کا سالار اعظم بنانا چاہتا تھا۔''

ارطبون فکرمند ہوگیا۔

''پھر اس نے کیا فیصلہ کیا___؟''

''میں نے انکار کردیا۔''

''وہ خفا تو نہیں ہوا۔''

''ہرگز نہیں___ وہ میرے ساتھ اس طرح پیش آیا جیسے بھائی بھائی سے آتے ہیں۔ اس نے میرے لئے ایک ضیافت کا بھی انتظام کیا تھا جس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے۔''

''تم نے انکار کی وجہ کیا بتائی؟''

''میں نے اسے بتایا تھا کہ میں ایک ترک اور سغدی قبیلے کا سردار ہوں اور میرے پاس پندرہ ہزار مسلح اور جنگ کے ماہر جوان ہیں اور جس وقت بھی تم نے کسی جنگ کی ابتداء کی میں پندرہ ہزار کا لشکر لے کر تمہاری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔ وہ میری بات مان گیا اور میرا شکریہ بھی ادا کیا۔''

ارطبون نے دعا کے انداز میں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

''اللہ کا شکر ہے۔''

اسی وقت سارا لشکر گھوڑوں پر سوار وہاں آگیا۔ سردار ارطبون نے سردار حریم سے اجازت چاہی۔

''سردار ہمیں اجازت دو ہم کوچ کر جائیں___ قبیلہ ہماری واپسی کا بڑی بے تابی سے منتظر ہوگا۔ اس کے علاوہ جہاں ہم نے قیام کر رکھا ہے۔ وہاں گھاس بھی ختم ہوگئی ہوگی۔ اب ہمیں نئی چراگاہ کی تلاش میں شمال کی جانب جانا پڑے گا۔''

سردار حریم نے اس سے مصافحہ کیا۔

''اچھا خدا حافظ___''

اس نے خنیس کو گلے لگانے کے بعد ماروہ اور قطونہ کو پیار کیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے خنیس سے کہا۔

''میں نے توفیل کی حویلی میں جتنے بدمعاش تھے سب کو قتل کر کے حویلی کو جلا کر خاک کردیا

ہے اب خراسان میں تمہارا کوئی دشمن نہیں رہا۔ اب تم اچھی طرح سے آزادی سے گھوم سکتے ہو۔"

سردار حریم اور جارود اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ارطبون اور قطونہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔

خنیس نے ساک سے کہا۔

"بوڑھے ساک ___ تم ہمارے ساتھ چلو ___ اب زندگی کا باقی حصہ تم ہمارے پاس گزارو گے۔"

ساک کو ایک ترک جوان نے اپنے پیچھے بٹھالیا۔

خنیس اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ماروہ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ اس کے بعد لشکر نے کوچ کیا اور ہزاروں گھوڑے سمرقند کے رخ پر ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

☆.....☆.....☆

تاشقند سے نکل کر خنیس کے کاروان نے دریائے سیحوں پار کیا اور چند روز کے سفر کے بعد ایک روز وہ اصبیجان جا پہنچے۔

شہر سے باہر انہوں نے شاہراہ کے ایک ایسے دوراہے کے دائیں جانب اپنے خیمے نصب کئے۔ جہاں سے ایک سڑک شمال کی سمت فاراب شہر کی طرف جاتی تھی اور دوسری طرف وہ شمال مشرق کی طرف طراز سے ہو کر پہاڑی سلسلے میں جا کر ختم ہوگئی تھی۔ جس جگہ انہوں نے قیام کیا تھا۔ اس کے دور و نزدیک گھاس کی اس قدر چراگاہیں تھیں جن پر کئی روز تک وہ گزارہ کر سکتے تھے۔

ایک روز جبکہ وہ اپنے خیمے سے باہر دھوپ میں بیٹھا ماروہ اور قطونہ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ قبیلے کا ایک جوان تقریباً بھاگتا ہوا آیا اور خنیس سے کہا۔

"سردار تمہیں شہر کے حاکم نے بلایا ہے۔"

خنیس کھڑا ہوگیا۔

"کیا بات ہوئی؟"

"ہمارے کچھ آدمی شہر میں سودا خریدنے کی غرض سے داخل ہوئے تھے۔ شہر والوں نے ہم سے پوچھا ___ تم کون لوگ ہو ___ ہم نے جواب دیا کہ مسلمان ہیں اور خانہ بدوش ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان کے ہاتھ چیزیں فروخت نہیں کریں گے۔ ہم کچھ دوکانداروں کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے۔ اس نے ہمیں کہا اپنے سردار کو بلاؤ۔ پہلے میں اس سے بات کروں گا۔ پھر کوئی فیصلہ دوں گا۔"

"شہر میں ہمارے کتنے جوان ہیں؟"

"اڑھائی تین سو کے قریب ہوں گے۔"

"میرا گھوڑا لاؤ۔"

وہ شخص بھاگتا ہوا ادھر گیا۔ جہاں ریوڑ چر رہا تھا اور خنیس کا گھوڑا پکڑ لایا ___

خنیس نے خود گھوڑے پر زین کسی اور شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ خنیس جب بازار میں آیا تو اس کے جوان اسے دیکھتے ہی شور کرنے لگے اور بلند آواز میں شہر کے حاکم اور دوکانداروں کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے لگے۔

خنیس نے ہاتھ کھڑے کر کے انہیں خاموش کیا اور اس ترک نوجوان کی رہنمائی میں حاکم شہر کے محل کی طرف روانہ ہوگیا۔ جو اسے بلانے گیا تھا۔

شہر کے اندر قبیلے کے جتنے آدمی تھے سب اس کے پیچھے روانہ ہوگئے۔

محل کے دروازے پر خنیس نیچے اترا۔ ایک کندھے پر اپنی آہنی زنجیر رکھ لی اور دوسرے کندھے پر اس کا شاہین تھا۔

محل کی ان گنت سیڑھیاں تھیں وہ اوپر چڑھا اور اس کے سارے جوان سیڑھیوں پر اور اس سے ملحقہ سڑک پر کھڑے ہوگئے۔

دروازے پر پہرہ دینے والے محافظ سے خنیس نے کہا۔

"اپنے حاکم سے کہو۔ خانہ بدوش قبیلے کا سردار آیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی محافظ واپس آیا اور خنیس کو اندر جانے کے لئے کہا۔

ایک پروقار چال کے ساتھ وہ اندر داخل ہوا اور حاکم کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔

اس نے بڑی سختی اور کرخت لہجے میں خنیس سے پوچھا۔

"کیا تم ہی خانہ بدوش قبیلے کے سردار ہو؟"

"ہاں میں ہی سردار ہوں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"خنیس بن یوسف۔"

"تمہارا نام اور حلیہ بتاتا ہے کہ تم عرب ہو۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

"تمہارا کاروان تو ترکوں اور سفدیوں پر مشتمل ہے۔ تم اس کے سردار کیسے بن گئے؟"

"تم اس بات کو چھوڑو ___ یہ بتاؤ مجھے کیوں طلب کیا ہے؟"

اصبیجان کے حاکم کا غصہ اور تیز ہوگیا۔

''یہ شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ۔''

''لیکن کس خوشی میں؟''

''تمہارے آدمی جب سودا سلف لینے کے لئے آتے ہیں تو دوکانداروں اور شہریوں کے آگے اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ شہر کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اور یہ بات ہمارے مذہبی مسلک کے خلاف ہے۔''

''تمہارا مذہب کیا ہے؟''

''ہم مسئلہ تناسخ پر یقین رکھتے ہیں۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ ہم مسلمان اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا فرض سمجھتے ہیں پھر___''

''تو پھر یہ تبلیغ کہیں اور جا کر کرو___ میرے شہر میں نہیں۔''

''میں اگر انکار کروں تو۔''

حاکم اپنی جگہ پر اچھل پڑا۔

''تمہاری یہ جرات کہ اس انداز میں مجھ سے بات کرو___ میرے ایک اشارے پر میرے جوان اُمڈ آئیں گے اور تمہاری گردن کاٹ دیں گے۔''

خنیس غصے میں کھڑا ہوگیا۔

''بلاؤ اپنے محافظوں کو میں اکیلے ہی ان کے لئے کافی ہوں۔''

حاکم نے تالی بجائی اور پھر کسی کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

خنیس کے جوان باہر سیڑھیوں پر اور اس کے کمرے کے دروازے پر کھڑے تھے جس کے اندر خنیس بیٹھا ہوا تھا۔

حاکم کے مسلح آدمیوں نے جب اس کمرے میں داخل ہونا چاہا۔ تو خنیس کے آدمیوں نے انہیں باہر ہی روک لیا۔ کیونکہ وہ خنیس اور حاکم کے درمیان ساری گفتگو سن چکے تھے۔

خنیس نے طنزاً حاکم سے کہا۔

''ایک بار اور تالی بجاؤ___ شائد تمہاری تالی میں اثر کم ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھو کہ میرے سینکڑوں جوان تمہارے محل کے باہر کھڑے ہیں اور وہ تمہارے محافظوں کو باہر یہ روک چکے ہیں۔ اب جو کچھ میں پوچھوں اس کا جواب دیتے جاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔''

حاکم نے دانت پیس کر کہا۔

''پوچھو___''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام اریوان ہے۔''

''تو سنو اریوان___ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسے قبول کرلو دونوں جہاں میں سرخ رو ہو جاؤ گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو میں تمہارے خلاف بھی لشکر کشی کروں گا۔ مجھے ایک خانہ بدوش قبیلے کا معمولی سردار نہ سمجھو خراسان کے تمہارے غیر مسلم بھائی مجھے طاقت کا دیوتا جانتے ہیں اور کسی زمانے میں مشرق کے عظیم سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کا میں ایک ہر دلعزیز جرنیل تھا۔''

اریوان نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

''مجھے دو دن کی مہلت دو میں اپنے مشیروں سے صلاح کر کے پھر بتاؤں گا۔''

خنیس کھڑا ہوگیا۔

''مجھے منظور ہے پرسوں اس وقت پھر میں تمہارے پاس آؤں گا۔''

خنیس باہر آیا اور جب وہ سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آیا اور اس نے دیکھا کہ وہاں شہر کے کئی مرد اور عورتیں جمع تھیں۔ وہ سب پریشان اور غمزدہ تھے۔ خنیس نے ایک ترک جوان سے پوچھا۔

''یہ کون لوگ ہیں؟''

اسی ترک جوان نے جواب دیا۔

''یہ سب شہر کے نومسلم ہیں۔ جو ہمارے ان بھائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے ہیں جو شہر میں سودا سلف خریدنے کے لئے آتے ہیں اور یہ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔'' خنیس ان میں سے ایک معمر شخص کے پاس آیا اور نرمی سے پوچھا۔

''تم لوگ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

بوڑھے نے ہچکیاں لیتے ہوئے پوچھا۔

''کیا تم ہی ہمارے مسلمان بھائیوں کے سردار ہو؟''

''ہاں میں ہی سردار ہوں۔''

''ہم یہ کہنے حاضر ہوئے ہیں___ جب تک تمہارا قبیلہ یہاں ہے، یہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ جب تم چلے گئے تو یہ ہمیں قتل کر دیں گے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یا تو ہم مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیتے چلو___ یا ہمارا کوئی مستقل بندوبست کرتے جاؤ___''

خنیس نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا۔

''تم فکر نہ کرو___ میں نے حاکم شہر کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ دو دن بعد مشیروں سے وعدہ کر کے اپنا فیصلہ دے گا۔ میں ابھی یہیں ہوں تم لوگ فکر نہ کرو میں تمہیں بے بس اور تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔'' سارے نومسلم خوش ہوگئے اور خنیس کے حق میں

نعرے لگانے لگے۔

خنیس جب قبیلے میں واپس آیا تو خیمے میں ارطبون، ماروہ اور قطونہ بڑی بے تابی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جوں ہی وہ خیمے میں داخل ہوا۔ ارطبون نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''اللہ کا شکر ہے تم لوٹ آئے ہو___ وہاں جانے سے پہلے مجھے تو بتایا ہوتا___ میں خود تمہارے ساتھ جاتا۔ یہاں کا حاکم جس کا نام اریوان ہے۔ سخت بدمزاج ہے۔ مجھے خطرہ تھا تم ضرور اس سے الجھ پڑو گے۔ اگر تھوڑی دیر تک تم نہ آتے تو میں خود وہاں پہنچ جاتا۔ کیا کہا اس نے۔''

''کہتا تھا۔ اپنے قبیلے کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤ۔''

''کیوں___؟''

''وجہ یہ بتاتا تھا کہ تمہارے آدمی سودا سلف خریدنے جب شہر میں آتے ہیں تو دوکانداروں اور شہریوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور یہ بات ہمارے مذہبی مسلک کے خلاف ہے۔''

''تم نے پھر کیا جواب دیا؟''

''میں نے کہا۔ مذہب کی تبلیغ کرنا ہمارا فرض ہے___ میں نے اسے یہ بھی کہا کہ اسلام قبول کر لو ورنہ میں تمہارے خلاف لشکر کشی کروں گا۔ اس نے دو دن کی مہلت مانگی ہے۔ دیکھو کیا فیصلہ کرتا ہے۔ مجھے تو وہ بڑا عیار انسان دکھائی دیتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دھوکہ کر کے کہیں وہ ہم پر شب خون نہ مار دے۔ قبل اس کے کہ وہ کوئی ہمیں نقصان پہنچائے میں اپنے لشکر کو پہلے ہی تیار کروں گا تا کہ وقت پر اس سے نمٹ سکوں۔''

ارطبون نے بھی اس کی تائید کی۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں اریوان کو عرصہ سے جانتا ہوں وہ شمالی علاقہ کا سب سے بڑا دھوکہ باز انسان ہے۔ وہ ضرور ہم پر شب خون مارے گا۔''

ماروہ نے بڑے پیار سے خنیس کو مخاطب کیا۔

''شہر کوئی مسلمان بھی ہوا ہے۔''

''ہاں کافی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔''

''ان کا کیا ردعمل ہے؟''

''وہ ہر حال میں ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔''

خنیس نے پھر ارطبون سے پوچھا۔

''سردار___ کیا پہلے تم یہیں سے واپس لوٹ جایا کرتے تھے۔''

''ہاں شہر میں یہاں ہمارا آخری پڑاؤ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم واپس لوٹتے ہیں اور بدخشاں کا رخ کرتے ہیں۔''

''مگر اس بار میں یہیں سے واپس نہیں لوٹوں گا۔ سردار دریائے سیحوں کے کنارے کنارے ہم اور شمال کی طرف بڑھیں گے اور نئی چراگاہیں تلاش کریں گے۔''

''جیسا تمہارا جی چاہے کر لینا___ اب چلو اپنے لشکر کی تیاری کا جائزہ لیں ان دنوں میں ہمیں اپنے شکر کو دن رات تیار رکھنا ہوگا۔''

خنیس واپس مڑا۔

''آؤ چلیں___'' ارطبون اس کے ساتھ ہولیا۔ قطونہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''ہم دونوں بہنیں بھی ساتھ چلیں گی___''

خنیس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

''تو روتی کیوں ہو آجاؤ نا___'' ماروہ اور قطونہ دونوں ہنس پڑیں اور ان کے پیچھے پیچھے ہو گئیں۔

☆.....☆.....☆

اسی روز جبکہ شام ڈھلتی جا رہی تھی اور خنیس اپنے خیمے میں ارطبون، ماروہ اور قطونہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

ایک ترک جوان اندر آیا اور خنیس سے کہا۔

''سردار! شہر سے ایک نومسلم آیا ہے وہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

خنیس چونک سا پڑا۔

سردار ارطبون کے ساتھ اٹھ کر وہ باہر والے کمرے میں آتا ہوا بولا۔

''اسے فوراً اندر لے آؤ___''

ماروہ اور قطونہ بھی پردے کے پیچھے کھڑی ہو گئیں تھیں تا کہ گفتگو سن سکیں وہ ترک اپنے ساتھ اسی بوڑھے نومسلم کو لایا جس نے شہر میں خنیس سے گفتگو کی تھی۔ خنیس نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

پھر بڑی نرمی سے پوچھا۔

''یقیناً تم ہمارے لئے کوئی اہم خبر لائے ہو۔''

بوڑھے نے بڑے خلوص سے کہا۔

''آج رات عشاء کے بعد اریوان تم پر شب خون مارے گا۔ تم محتاط رہنا۔ میں دینے آیا ہوں___ شہر کے سارے مسلمانوں کی دعا میں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم اس وقت تک

سخت ہیجانی کیفیت کا شکار رہیں گے۔ جب تک تم اریوان کو نیچا نہیں دکھاتے۔''

خنیس نے اس کی ہمت بندھائی۔

''تم بے فکر رہو ___ میں اریوان کو ایک یادگار سبق دوں گا۔''

''میں اب جاتا ہوں ___ کہیں اریوان کے جاسوسوں کو میرے یہاں آنے کا علم نہ ہو جائے۔'' وہ بوڑھا اٹھ کر چلا گیا۔

خنیس اور ارطبون خیمے سے نکلے۔ بڑی رازداری کے ساتھ انہوں نے پندرہ ہزار کے لشکر کو ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں سے تین ہزار کو قبیلے کی حفاظت پر چھوڑا اور بارہ ہزار کے لشکر کو جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار کیا۔

اس پر ارطبون نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

''قبیلے کی حفاظت کے لئے ایک ہزار جوان کافی ہیں باقی چودہ ہزار کو جنگ میں استعمال کرو۔''

خنیس نے بڑی بے فکری سے کہا۔

''اریوان کے لئے بارہ ہزار کا لشکر بھی زیادہ ہے ___ تاہم میں ایک اسلامی روایات پر عمل کرنا چاہتا ہوں ___

ہمارے پیغمبر خداؐ نے حنین کی جنگ میں بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر استعمال کیا تھا۔ میں آج برکت کی خاطر اور فتح و نصرت کے لئے اتنی ہی تعداد استعمال کرنا چاہتا ہوں۔''

ارطبون مطمئن اور خاموش ہو گیا۔

خنیس نے اپنے سارے لشکر کو شہر کے دروازے سے دور دور دونوں طرف پھیلا دیا تھا۔ سارا لشکر زمین پر لیٹ کر دشمن کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہا تھا ___ عشاء کے کافی بعد اریوان اپنا پندرہ ہزار کا لشکر لے کر شہر سے نکلا اور شب خون مارنے کے لئے خنیس کے خیموں کا رخ کیا۔

جب وہ شہر سے تھوڑا سا ہی باہر آیا تو راستے کے دونوں جانب پھیلے ہوئے خنیس کے لشکر نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اریوان کا لشکر بدحواس ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے تیروں کی ایسی سخت باڑھیں ماری جا رہی تھیں۔ جو ان کا دل چھلنی کئے دے رہی تھیں۔

اریوان نے چلا چلا کر اپنے لشکر کو گھوڑوں سے اتر جانے کو کہا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس کے سپاہی جب گھوڑوں سے اتر رہے تھے۔ مسلمان اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھال کر ان پر ٹوٹ پڑے اور انہیں کاٹنا شروع کر دیا۔

اریوان اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکا اور شہر کی طرف بھاگ گیا۔

اس کا لشکر بھی اس کے پیچھے بھاگا مگر مسلمان کہاں چھوڑنے والے تھے۔ وہ بھی مار دھاڑ

کرتے اور دشمن کو قتل کرتے ان کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر میں تھوڑی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اریوان اور اس کا پندرہ ہزار کا لشکر مارا گیا۔ انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ امان طلب کی اور مسلمان ہو گئے۔

خنیس نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز شہر میں قیام کیا۔ اس دوران شہریوں کے بیشمار وفود اس کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے۔

خنیس نے شہریوں اور اپنے لشکر کی مدد سے شہر میں دس مسجدیں تعمیر کیں اور اپنے لشکر میں سے شہر کے نومسلموں کو تعلیم دینے کی خاطر تیس معلم مقرر کر دیئے۔

اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کیا ___ اصبجان سے نکل کر وہ فاراب شہر میں آیا ___ ایک روز وہاں رکا پھر دریائے سیحوں کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ اپنے کاروان کے آگے آگے اپنا وہی گانا گاتا جا رہا تھا۔

ہم جنگ کی قربان گاہ کے کنارے کنارے دور تک پھیل چکے ہیں۔

سنو ___ دشمن کے ہر زخم سے خون رس رہا ہے۔

سینوں سے انتقام کی چنگاریاں اٹھ رہی ہیں۔

ثابت قدمی کے ساتھ رات کی تاریکیوں میں

رجز خوانی کرتے رہو۔

بہتر زندگی کی تلاش میں۔

زندگی کے بھرپور گیت گاؤ۔

ہم ___ ہم اللہ کا لشکر ہیں۔

ہم ___ اس کے وفادار بندے ہیں۔

ہم نے اس کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔

ہم عالمگیر محبت اور اخوت کے علمبردار ہیں۔

ہم اپنے مقصد میں خلوص ہیں۔

ماروہ اور قطونہ خنیس کو گاتے ہوئے بڑے پیار سے دیکھ رہی تھیں اور پورا لشکر بڑی محویت سے اسے سن رہا تھا۔

سن میری آواز مانند سیل رواں تند و تیز ہے۔

میرے جذبات کا طوفان میرے جسم کی رگ رگ سے ابل رہا ہے۔

ہماری منزل روشن اور تابناک صبح ہے۔

تاریخ کی فیصلہ کن گھڑی آ پہنچی ہے۔
ہماری آواز توانا، بلند اور غضبناک ہے۔
ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھے ہیں۔
سب کے دل ایک مرکز پر جمع ہیں۔
اللہ اکبر ____ نعرہ لگاؤ دوستو! اللہ اکبر ____
خنیس کے ساتھ ارطبون، ماروہ اور قطونہ نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور پھر ان کی تقلید میں پورے کاروان نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگائے۔
عزم ایمان اور قوت کی بنیادوں کو کون مسمار کر سکتا ہے۔
طلوع فجر مبارک ہو۔
راستہ صاف اور واضح ہے۔
دنیا شجاعت کے گیت گائے گی۔
کاروان کا رخ شمال میں سامنے نظر آتے ہوئے پہاڑوں کی طرف تھا جن کی چوٹیوں پر ابھی تک برف پڑی ہوئی تھی جن کے دامن میں چشموں کا پانی بہہ رہا تھا اور ہرے ہرے گھاس کے وسیع میدان تھے۔

اسلم راہی
(ایم اے بی ایڈ)

☆.....☆.....☆

جناب قمر اجنالوی کا تاریخی ناول

جنگ مقدس

بیت المقدس کیلئے اہل صلیب اور غازیانِ اسلام کے معرکوں کی مفصل روداد

جہاد صلیب کی لہر اور شہرت و ناموری کی ہوس یورپ کے شہنشاہوں، بادشاہوں، شہزادوں، نائٹوں، کاؤنٹوں، اسقفوں، راہبوں، برداروں اور شہسواروں کو بحیرۂ روم کے ایشیائی ساحل پر لے آئی۔ انہوں نے شیر دل رچرڈ کی قیادت میں اپنی تلواریں بلند کیں اور صلاح الدین کو پیغام بھجوایا۔ "ہم بہت سے بادشاہ ہیں اور تم اکیلے ہو۔ یروشلم سے نکل جاؤ ورنہ ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔" فرزند ایشیاء صلاح الدین نے شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ رکھا اور جواب دیا۔ "میرے ایشیاء کی سرزمین تمہاری قبروں کے لئے بہت وسیع ہے۔"

تیسری صلیبی جنگ پر سب سے مستند تاریخی ناول قیمت =/250 روپے۔

ایک عظیم الشان تاریخی ناول

امیر تیمور گورگاں

الماس ایم اے

یہ ناول "امیر تیمور گورگاں" ایک خوبصورت تاریخی ناول ہے جس میں امیر تیمور گورگاں کی پیدائش سے لے کر انتقال تک کے مکمل حالات اور اس عظیم فرمانروا کی جدوجہد آزادی اور فتوحات کا ذکر بڑے رومانی انداز میں موجود ہے۔ یہ ایک تاریخ بھی ہے اور ایک ناول بھی جسے آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ خوبصورت گرد پوش۔ عمدہ طباعت 1200 صفحات پر مشتمل یہ ناول دو حصوں میں شائع کیا گیا ہے۔ قیمت حصہ اول =\250 روپے، حصہ دوئم =\250 روپے مکمل سیٹ =\500 روپے۔

جناب قمر اجنالوی کا ایک عظیم تاریخی ناول

باتصویر

بغداد کی رات

جناب قمر اجنالوی کا ناول "بغداد کی رات" ایک کہانی بھی ہے، تاریخ کا ایک قابل ذکر واقعہ بھی ہے اور عالم مستی کے باطن میں مسلسل بے چین کرنے والے کرب کی داستان بھی ہے۔ اس تاریخی ناول کے سفر میں قمر اجنالوی نے ہمارے عہد کو "بغداد کی رات" کی تمثیل فراہم کی ہے ہے۔ تاکہ ہمارا عہد بھی اس گزرے ہوئے عہد میں ان خدوخال کو پہچان سکے جو قوموں کیلئے پریشانیوں کا سبب بنتے رہے ہیں۔ الف لیلیٰ کی ایک ہزار راتوں سے زیادہ حسین اور رنگین رات۔ دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات۔ آسمان کی پنہائیوں میں بکھرے ستاروں سے آراستہ رات۔
قیمت حصہ اول =\350 روپے حصہ دوئم =\350 روپے۔

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور۔